رحمۃ للعٰلمین

جلد اوّل

عرض ناشر

سیرتِ رسولؐ کے متعلق اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں رحمۃ للعلمین کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ تاریخ نگاری کا بہترین اصول یہ ہے کہ موضوع کے متعلق جتنی کتابیں جس قدر زبانوں میں مل سکیں۔ سب کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے۔ اور صرف وہی واقعات اخذ کئے جائیں۔ جو تحقیق کے معیار پر پورے اُتریں؛ رحمۃ للعلمین میں یہی اصول پیش نظر رکھا گیا ہے۔ جہاں اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو آنحضرتؐ کے ساتھ انتہائی عقیدت و شیفتگی ہے۔ وہاں یہ حقیقت بھی الم نشرح ہو جاتی ہے۔ کہ دورانِ تحریر میں تحقیق و توثیق کے آئینہ سے مصدقہ و مستند واقعات کی چہرہ کشائی میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ یہ اجتماعِ ضدین نہایت کامیاب و جاذبِ توجہ ہے؛

مؤلف نے بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے اسلامی کتابوں کے علاوہ غیر مذاہب کی بہت سی معتبر و مقدس کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً توریت، زبور، انجیل اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط دلائل بہم پہنچا کر آنحضرتؐ کی بے مثال فضیلت و عظمت پر مُہرِ تصدیق ثبت کی گئی ہے۔ سیرت کے علاوہ دوسرے اہم مذہبی مسائل پر بھی تیز روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن کریم کا دوسرے آسمانی صحیفوں سے موازنہ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ کتاب کی افادی حیثیت میں معتدبہ اضافہ کر رہے ہیں؛

جگہ جگہ ناقابلِ تردید دلائل و واقعات کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی ذاتِ اقدس تمام انبیائے کرام کے محاسن کی جامع تھی۔ لیکن حضورؐ کے رحمۃ للعلمین ہونے کا وصف وہ وصف تھا جس میں کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ زبان سادہ و فصیح، اندازِ بیان شُستہ و شگفتہ اور طرزِ استدلال عام فہم دلچسپ اور متین ہے۔

باطنی محاسن کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبیاں اور دلآویزیاں بھی قابلِ ستائش ہیں اور صرف تین جلدوں میں سیرت نبویؐ کے بحرِ بے پایاں کو بند کر کے صحیح معنوں میں کتاب کو دریا در کُوزہ کا مصداق بنا دیا گیا ہے۔ ان بے شمار اوصاف و فوائد کے باوجود قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ تاکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکے۔ حق یہ ہے۔ کہ آج بازار میں اس موضوع پر ایسی جامع و مقبول عام کتاب اس قدر کم قیمت پر دستیاب نہیں ہو سکتی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

فہرست مضامین

حضورؐ کی تقریر

باب

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد للہ رب العالمین، وسلام علی المرسلین، والصلوٰۃ والسلام
علیٰ عبدہٖ ورسولہ محمدن المصطفیٰ امام الانبیاء وخاتم النبیین و
علیٰ آلہ واصحبہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین ط

امّا بعد۔ سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے۔ کہ حضرت سیّد وُلدِ آدم
محمد النبی الاُمّی صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرت پر تین کتابیں لکھ سکوں:

مختصر؛

متوسط؛

مطوّل؛

۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں۔ اُس کا نام مُہرِ نبوّت[۱] ہے؛
متوسط کتاب کا نام رحمۃ للعلمین تجویز کیا گیا ہے؛ یہ کتاب تین جلدوں میں ختم
ہوگی؛ یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرما رہے ہیں۔ دوسری جلد ۱۹۲۱ء
میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ ان کے بعد پھر سیرت
نبوّی پر ایک کتاب پورے شرح وبسط سے لکھی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)؛

[۱] قیمت ۸/

مَیں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا
اظہار اُسی قدر کر سکتی ہے، جس قدر ذرّۂ بے مقدار آفتابِ عالمتاب کے
انوار کو آشکارا کر سکتا ہے، تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف
اس لئے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ
سکے۔ مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ میں نے صحیح
روایات ہی کے اندراج کرنے میں پُوری کوشش و سعی کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ
سے بتضرّع و التجایہ دُعا ہے۔ کہ وہ میری اِس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرما کر اس کا
ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی **قاضی احمد شاہ** مرحوم (المتوفّی ۲۸ محرّم
۱۳۲۸ھ ہجری) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

المذنب

راجئ شفاعت و غفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہٗ

سپیشل مجسٹریٹ درجہ اوّل متوطّن منصورپور

علاقہ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدًا ولم یکن لہٗ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولیّ من الذل وکبرہ تکبیرًا۔ فللہ الحمد رب السمٰوات و رب الارض رب العٰلمین۔ ولہ الکبریاءُ فی السمٰوٰت والارض و ھو العزیز الحکیم۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کلمۃ قامت بھا الارض والسمٰوٰت وخلقت لاجلھا جمیع الموجودات وبھا ارسل اللہ رسلہ وانزل کتبہ وشرع شرائعہ ولاجلھا نصبت الموازین ووضعت الدواوین واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ۔ الذی یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم ارسلہ اللہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ شاھدًا علی الخلائق اجمعین ونذیرًا مبینًا ورحمۃ للعٰلمین۔ ومبشرًا للمومنین بان لھم من اللہ فضلًا کبیرًا۔ فصلی اللہ تعالٰی علٰی نبیہٖ امینہ علی وحیہ وخیر من خلقہ سیّد المرسلین وخاتم النبیّین امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ المبعوث بالدین القویم والمنہج المستقیم وعلی السابقین الاوّلین من المھاجرین و الانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

اھدی الیہ الھنا متواترًا دار الصّلوۃ الزھر الغـراء
والی معاشر صحبہ الحالین والاٰل الکرام السادۃ الکبرأ
ما اھتزت الارواح من نفس الصبا وتنفس الارواح بالاضواء

امّا بعد- کتاب رحمۃ للعلمین کی یہ جلد اوّل ہے- جو ۱۹۱۲/۱۹۱۶ء کے بعد اب بار ششم بعد صحت چھپوائی گئی ہے- یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدّثین و مورّخین اُدباء اور فضُلاء نے جس محبت اور عزّت سے دیکھا- اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں اور مضامین میں نقل کیا گیا- اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی- اور افضائے ملک تک جس طرح اسکی اشاعت ہوئی- صلحاءِ اُمّت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا- میں اس کے لئے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضالِ عظیمہ ونعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکرگذار ہوں، جامع اوراق کو اس امر کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح قبوُل کی جائیگی؛ وربك یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالٰی عما یشرکون؛ ربك یعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون- وھو اللہ لا الہ الا ھوؕ لہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون؛

طبع ششم میں چند درچند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے- اب دعا ہے کہ ربّ العلمین بقیۂ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی توفیق رفیق فرمائے؛ وما ذلك علی اللہ بعزیز؛

محمد سلیمان کان اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

حضرت مسیحؑ سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنتِ بابل نہایت عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر اور امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت وغرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اُس نے سلطنت کے معبدِ اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے! اور اُسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے +

ربّ العٰلمین نے انکی ہدایت کیلئے ابراہیم علیہ السّلام کو مبعوث کیا۔ حضورؐ کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی۔ کیونکہ اسکے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو پادشاہ رس تھا۔ اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہوگیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انھوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سارہؓ جو بیوی تھی۔ اور لوط بن فاران جو اُن کا برادر زادہ تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں اُن کا ساتھ دیا +

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گذران کیلئے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے اُن میں

برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلّے بن گئے:
امساکِ بارش سے وہ سر سبز میدان، جہاں اُنکے گلّے رہتے اور پلتے تھے۔ جب کفِ دست بیابان بن گیا تو حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔
مصر پر اسوقت جو بادشاہ تھا اسکا نام رقیون[1] تھا۔ اور وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔ (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہموطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو)؛ بادشاہ مصر نے بی بی سترہ رضؓ کو اپنے ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لئے پسند کیا۔ لیکن اُسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اُس نے نہایت قدر و منزلت کی! اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اُس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[2] بھی ساتھ کر دی۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اسکی تربیت ہو، اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز پادشاہ کی خوش آئند آرزو کے پورا کرنیکی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؓ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے

---

[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹ ادکتور فی الآداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ میں اس بادشاہ کا نام طوطلیس بن مالیا۔ اور اسکے دار الخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ صفحہ ۸۳ پر طوطلیس کو سلاطیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اسکا اصلی نام اور طوطلیس اسکا شاہی نام تھا۔ اس مورّخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ تک مصر کا غلہ پہنچانے کے لئے دریائے نیل سے بحیرۂ احمر تک نہر نکالی تھی۔ جس کی بعد میں اور بان قیصر۔ نیخوس۔ دارا نے بھی تجدید کرائیؑ۔ اور بالآخر عمرؓ فاروق نے اسے از سر نو نکلوایا تھا؛ [2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی انکا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے۔ مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸/۹ سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیمؑ کی معرفت دی تھی۔

انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا۔ اسکا نام اسمٰعیل علیہ السّلام رکھا گیا؛
بی بی سارہؓ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اسکا نام اسحٰق علیہ السّلام رکھا گیا۔ اللہ تبارک و
تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم کو بتا دیا تھا کہ یہ دونوں[۱] بیٹے بڑے بابرکت ہونگے۔
اور بڑی بڑی قوموں کے جدِّ اعلےٰ ہونگے اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائیگی۔
اس لئے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لئے علٰحدہ
علٰحدہ ملک تقسیم کر دیئے تھے؛

شام کا ملک اسحٰق کو دیا۔ کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا۔ اور اسحٰق کو اپنے
ننھیال سے قرب کا موقع ملا؛

عرب کا ملک اسمٰعیل کو دیا۔ کیونکہ مصر اسکے مغرب میں تھا۔ اور اسمٰعیلؑ کو اپنے
ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اسطرح آباد ہوئے

۱؎ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ثابت ہے

(الف) خدا نے درد و غم کو سُنا	ہاجرہ کے	۱۶ - ۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ کے	۱۸ - ۱۴	"
(ب) خدا نے نام رکھا	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا ..	۱۶ - ۱۱	"
	سارہ کے فرزند اسحاق کا ..	۱۷ - ۱۹	"
(ج) خدا نے برکت دی	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو ..	۱۷ - ۲۰	"
	سارہ کے فرزند اسحاق کو ..	۱۷ - ۱۹	"
(د) خدا ساتھ تھا	اسمٰعیل کے	۲۱ - ۲۰	"
	اسحٰق کے	۲۶ - ۲۴	"
(ہ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا ..	اسمٰعیلؑ	۲۵ - ۱۶	"
	اسحاقؑ	۱۷ - ۶	"

کہ انکے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے۔[1]

اسمٰعیل ؑ کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا۔ اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا۔[2] اور اسحٰق کی شادی اپنے ننھیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا لیکن رب العلمین وقتاً وقتاً اس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دُور فرماتا رہا:

حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دیکر لائے۔ تب بیابان عرب ہی میں انھوں نے چالیس سال پورے کئے تھے۔

حضرت داؤدؑ بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے، تو عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔

حضرت اسحٰق کی اولاد میں پیدا ہونیوالے انبیاءؑ نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیل کی بابت بہت کچھ اشارے کئے ہیں۔

---

[1] پیدائش باب ۲۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو اس کے بیٹے اسحاق اور اسمٰعیل ؑ نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دُکھ سُکھ میں شریک رہتے تھے۔

[2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیدیو صفحہ ۲۳۔

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔
حضرت ابراہیمؑ نے انکو اور انکی والدہ کو اُس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب مکہ آباد ہے مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنا دی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونیوالی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انہیں کھانے کیلئے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں۔[1] اور انکی ہدایت اور رہنمائی کیلئے ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہوا![1]
اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔[2] انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا! اور وہ بہت جلد اسقدر پھیل گئے۔ کہ مغرب کی طرف مصر سے جو اُن کا ننھیال تھا جا ملے اور جنوب

---

[1] جو لوگ مکہ جاتے ہیں ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی۔ (۲) مکہ کے بازاروں میں بہتر و تر میوے ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو قبول کیا! اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ خدا نے دعا کے دوسرے جز (یعنی رسول پیدا کرنے) کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تورات کی کتاب استثناء $\frac{17-18-19}{18 \text{ باب}}$ سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثناء $\frac{2}{33}$ سے ثابت ہے۔

[2] حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے بھی بارہ بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ[6]۔ روبن شمعون، لاوی، یہودہ، اشکار، زبلون۔ بی بی راخل کے بطن سے دو[2] (یوسف۔ بن یامین) زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی۔ دو[2] (جاد۔ آشر) بلہہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی دو[2] (دان نفتالی) پیدائش $\frac{29}{30}$ باب۔ انہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں جنہیں حضرت یعقوبؑ، موسٰیؑ داؤدؑ، مسیحؑ، یوحناؑ نے برکت یافتہ بتایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں۔ جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا۔ تب بھی بنی اسمٰعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی پر اور ان کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں؛

کی طرف اُنکے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپنے اُنکے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا اور شمال کی طرف اُنکی بستیاں شام سے جاملیں۔ جہاں اُنکے بھائی بنو اسحٰق آباد تھے؛

اس طرح ایک ہی باپکے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم وتہذیب کے مالک ہوگئے۔ اور بحرِ ہند و بحیرہ احمر کے ایسے بندرگاہوں پر اُنکا قبضہ ہوگیا۔ جہاں سے اسوقت کی تمام متمدّن دنیاکی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کرسکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصّہ بھی اُن کے پاس آگیا۔ جو غیر اقوام سے بچاؤ کیلئے ہمیشہ ناقابلِ تسخیر حصار ثابت ہؤا ہے؛

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں اُنکا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہؤا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکّہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدّس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درسگاہ تھی؛

قیدار کا ذکر

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اوّل نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کرلی تھی؛

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا۔ اگرچہ وہ اُنکے ماموں ہی تھے تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۶ئ میں مکّہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسمٰعیلؑ نے اب تک بنو جرہم کا بُت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا؛

لیکن قصیٰ نے جو عدنان دوم سے پندرھویں پشت میں ہے۔ پھر مکّہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اور اس نے مکّہ میں ہشتر کہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ئ میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے:۔

(۱) رفادہ؛ (۲) سقایہ؛ (۳) حجابتہ؛ (۴) قیادہ؛

(۵) نیز قومی نشان بنایا جسے لواء کہتے تھے؛

(۶) نیز قومی مجلس قائم کی جسے ندوہ یا دار الندوہ کہتے تھے؛

قصی کے بعد اسکا فرزند عبد مناف[1]۔ پھر اس کا فرزند ہاشم[2]۔ اسکا فرزند عبد المطلب[3] (المولود ۴۹۷ء) اسکا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکّہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرت پاک پر یہ متوسّط کتاب لکھی گئی ہے۔ عبد المطلب کے پوتے تھے؛

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور اُن کا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلّق تھا۔ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے؛

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرۂ احمر اور جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلۂ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی، الگ کرتی ہے؛ ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے؛

---

[1] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لئے عبد مناف مشہور ہو گئے تھے؛

[2] ہاشم کا نام عمر تھا یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اس لئے ہاشم نام پڑ گیا؛

[3] انکا نام شیبہ تھا جب پیدا ہوئے تو سر کے بال سفید تھے اس لئے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا مُطّلب انکا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکر گذاری میں یہ تمام عمر عبد المطلب کہلائے؛

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دوچند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصّے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصّوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اسقدر بے آب وگیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنیوالے ہیں! ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا؛

عرب کی سیاسی حالت

کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصّہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی قطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا[1]۔ اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی؛

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خودمختاری نے بہت بُرا اثر ڈالا تھا۔ انہیں خودمختاری سے خودسری پیدا ہوگئی تھی! انہوں نے اپنی شجاعت وجرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جؤا اور شراب کی عادت پیدا کردی اور طبیعت ثانی بنادی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے اُن کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی بُرائی اُن کے ذہن میں قائم کردی تھی۔ اور مدعیانِ شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے؛

[1] تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۰؎

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی۔ اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور اس طرح وہ خدا کی عظمت و جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے۔ اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کیلئے کوئی قانون تھا قتل انسان، رہزنی، حبس بیجا، تصرف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لیجانا، بیٹیوں کو زندہ پیوندِ خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بُت پرستی نے انکی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے انکے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا۔ کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور اُن کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور اُن کے تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی[1]۔ عیسائی[2]۔ صابی ایسے مذاہب ہیں۔

---

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا تو وہ عرب کی طرف چلے آئے۔ اور بنو اسمٰعیل نے (اپنے ان چچازاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا۔ اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواحئے خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۸)۔

[2] عیسائیت کو ۳۲۳ء میں بنو غسان نے قبول کیا اور پھر عراق عرب، بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا۔ اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی ۳۹۵ء سے ۵۱۳ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا۔ اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۹)

جن کے نام سُنکر ناواقف شخص دھوکا کھاسکتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونے بھی پائے جاتے ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسےٰ و عیسٰی و شعیب و صالح علیہم السّلام پیغمبروں کو اُن کے دیکھنے کا موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں:

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ لیکن عرب کے عیسائی مریمؑ کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے۔ اور بُت پرست تو لات و عزّیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے اِلٰہ کا۔ اور عزّیٰ مؤنث ہے اعزّ کا) بھی کہا کرتے تھے:

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عُزیرؑ کو توریت کے ازبر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے، بیٹی، پیارے پیاری کہا کرتے تھے:

آتش پرست غالباً بیٹی، بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ مگر عرب کے مُلحد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروؤں کو اپنی لونڈیاں بنالیا کرتے تھے:

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ فنون سے عاری، تمدّن سے ناواقف، مصالحت اور معافی سے ناآشنا تھے:

مُلحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتّفاق اور وقت سے موسوم کرکے دُنیا کے ہر انقلاب کو دَورِ زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے:

خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصوّر، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مترتب

ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا:

ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

عرب کا محل وقوع

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اسکے محل[1] وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا و یورپ و افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کیلئے

---

[1] کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد۔ اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں۔ تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہ جاتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ ۲۱½ درجے پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے:

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ.... وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو:

(ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامائٹ (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اسکا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:-

وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ۔ (ترجمہ) ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ فقط:

ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کیلئے موزوں ہے بخصوصًا اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا۔ تو عرب کی آواز ان برِ اعظموں میں بہت جلد پہنچ جانیکے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

ربّ العٰلمین نے (جہانتک میں سمجھتا ہوں) اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور انکو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کس قدر مشکل تھا! اور انہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی، صبر و حلم، استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب اور تمدن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی ربانی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادمِ انسان ہونا ثابت کر دیا۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں اور امیری و غریبی کے امتیازوں اور فاتح و مفتوح کے تفاوتوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دینِ واحد کے رشتہ سے متحد و متفق، یکساں و مساوی، ہم سطح و ہم خیال، ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھا چکے ظلمت اور جہالت کو نکال کر اُن کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے۔ تب کیسی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام

وحدتِ قوم

فارغ البالی، کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کیلئے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا۔ جو نیک پھل لائے تھے؛

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل؛

نجد کے وحشی۔ تہامہ کے بدو، اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں؛

عبداللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی سند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں؛

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی۔ منا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بُت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظمؓ بھی جسکی سطوت وہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا۔ سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف۔ زبانوں کا تباین۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دینِ واحد نے سب کو ملّتِ واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی آوازۂ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے؛

دشمن دوست بن گئے ہیں! اور جان ستان، جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بنکر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے پادشاہ کے پاس داعئ اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام اور مختلف طبقات

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں

مساوات ظاہری و اخوت باطنی

دشمن کا دوست بنجانا

کی خدمت میں لاتا ہے :

وہی خالدؓ بن ولید جو جنگ اُحد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہؤا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلےٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزّے کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرمجوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔

وہی عروہ بن مسعودؓ جو حدیبیہ میں آنحضرتؐ کو مکّہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اور اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمروؓ جو معاہدۂ حدیبیہ میں بُت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبویؐ کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے وہی عمرؓ جو تلوار لیکر گھر سے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کے لئے نکلا تھا۔ وفات نبویؐ کے دن شمشیر برہنہ لیکر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہیگا۔ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اسکا سر قلم کر دیا جائیگا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہؓ کو مارا۔ کلیجہ نکالا، اعضاء کاٹے، جنازہ بیحرمت کیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے شرم وخجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا، اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذّاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے :

وہی ابوسفیان بن حارث بن عبد المطّلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبۂ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگِ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبویؐ تھامے نظر آتا ہے :

وہی ابوسفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ

میں فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتشِ فساد بھڑکاتا رہا۔ وہ طفیل رضی دوسی۔ جو مکّہ میں رُوئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمدؐ کی آواز کان میں نہ پہنچے۔ بالآخر اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ عبد یالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں بچّوں کو پتھراؤ کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا۔ اور محمدؐ کی آواز کو پہنچاتا تھا۔ وہ بریدہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو شتر سُرخ کے انعام کا وعدہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ستر سواروں کا دستہ لے گیا تھا۔ چند گھنٹہ کے بعد نبی (صلعم) مدینہ حاضر ہوا۔ اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان والیقان لایا تھا۔ وہی کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لئے ایک دفتر درکار ہے؛

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔

اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا؛

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی واُمی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھایا کہ دلوں کو بدل دیا اور رُوح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان اور سانپ۔ انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے؛

معجزات مادی و معجزات علمی

اور یہی وہ چیز ہے جو آجتک اُن سب دماغوں کی حیرت و محویّت کا مُوجب ثابت ہوئی ہے۔ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے؛

کاش مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاک

مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے باپ، پیر بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

ناظرین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے:

آنحضرتؐ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لئے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں۔ جو حضورؐ کے توأم ہیں:

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے اس لئے سادگی و بے تکلفی نے حضورؐ کے ساتھ ساتھ نشو و نما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا جبکہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اس لئے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضورؐ کے خاطر نشین تھی:

۲۵ سال کی عمر تک حضورؐ نے شادی نہیں کی۔ تجرّد کا یہ زمانہ جو عین عنفوانِ شباب کا عالم تھا۔ کمال عفت و عصمت۔ شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے۔ کہ حضورؐ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاش کے لئے تجارت کو پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح اُن بلند حوصلہ لوگوں کے لئے جو ثبات و استقلال۔ معاملہ فہمی و ضرورت شناسی، حلم اور بردباری سے متصف ہوں، ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں:

مردانہ جمال میں کمال حسین۔ حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضورؐ سے پندرہ سال زیادہ تھی، پہلا نکاح کیا۔ اور اس سے عقد

سیرت نبوی کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات

بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا، نیز واضح کر دیا۔ کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقیّد سے آزاد رہ سکتے ہیں:

یہ بیوی نہایت متموّل تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ قابلیت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امدادِ مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا۔ اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرِراہ ایک مشعل روشن فرمائی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لئے عزت و محبت کیساتھ جگہ بنالی تھی۔ اور اس طرح راستبازوں کے لئے ایک درخشندہ مثال قائم فرما دی کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت، ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون و تمدّن کی برکات اور طاقت کو سمجھا۔ اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی۔ اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اُسی ملک کے باشندوں کو شریکِ انتظام کر لینے کے زرّیں اصول کا سبق دیا:

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا۔ کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں۔ تو اُن کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرما دیا کہ خدشہ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لئے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے:

آنحضرت صلعم کی نبوت کی عمومی شان

آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے، پھر بھی صابر وشاکر ہی پائے گئے؛

آپ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہنچایا؛

آپ نے عیسیٰؑ رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت وحرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا؛

آپ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گذاری سے لبریز یہ۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی؛

آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ، خلوت اور جلوت میں۔ میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں اور راہوں پر۔ پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے افعالِ بد سے نفرت دلائی؛

آپ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے؛

آپ شبِ ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے؛

اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا؛

آپ نے موسیٰ علیہ السّلام کی طرح (جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہِ حبش کے طوقِ بندگی سے نجات دلائی؛

آپ نے سلیمان علیہ السّلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لئے ایک گھر بنایا۔ جو ہمیشہ کے لئے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُرنور رہا ہے، جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا؛

آپ نے یوسف علیہ السّلام کی طرح اپنے ایذا رسان و ستم پیشہ برادرانِ مکّہ کے لئے نجد سے (بتوسّط ثمامہ بن اثال) غلّہ بہم پہنچایا۔ اور بالآخر فتح مکّہ کے دن لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا مژدہ سُنا کر انتم الطلقاء کے فرمودہ سے اُنہیں پابندِ منّت و احسان بنایا؛

وقتِ واحد میں آپ موسیٰ علیہ السّلام کی طرح صاحبِ حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحبِ امامت بھی؛

ذاتِ مبارک میں نوح علیہ السّلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السّلام جیسی نرم دلی۔ یوسف علیہ السّلام کی سی درگذر۔ داؤد علیہ السّلام کی سی فتوحات۔ یعقوب علیہ السّلام کا سا صبر سلیمان علیہ السّلام کی سی سطوت۔ عیسیٰ علیہ السّلام کی سی خاکساری۔ یحییٰ علیہ السّلام کا سا زُہد۔ اسماعیل علیہ السّلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ بر تختِ سیادت زازل جاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمینی کا وہ نور تھا۔ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ (بیضا ونقیہ) روشنی سے منوّر کر دیا ہے۔

ذرّۂ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لئے سادہ ومختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ خداوند کریم میرے حسنِ نیت پر نظر فرما کر میرے زلّات کو عفو فرمائے۔ اور برادرانِ اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیرِ خدمت کو معاف فرمائیں۔

خاکسار

"محمد سلیمان"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

و

اُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدنا[1] محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ ہمارے نبیؐ ہیں۔ دادا نے آنحضرتؐ کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر[2] احمدؐ رکھا تھا[3]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم[4] (خلیل الرحمٰن و ابو الانبیاء) کی اولاد سے ہیں۔ جو

---

[1] لفظ محمدؐ حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے اسم محمدؐ سے حمد کی کثرت و کمیت۔ اور اسم احمدؐ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ کا شعر ہے ؎ وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ (خدا نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت محمدؐ ہیں) واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضورؐ کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضورؐ کے مقامِ شفاعت کا نام محمود ہے۔ اُمت محمدیہ کا نام حمّادون ہے۔ اور آنحضرتؐ کی لواء کا نام لواءِ حمد ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

[2] حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمدؐ اور انجیل میں احمدؐ ہے۔

[3] سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسمٰعیل کا نام (پیدائش $\frac{16}{11}$) اور مریمؑ نے یسوعؑ کا نام (لوقا اباب ۳۱ درس) رکھا تھا۔

[4] حضرت ابراہیمؑ کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا۔ اسکے معنے "قوموں کا باپ" ہیں (پیدائش ۱۷ باب ۵ درس) بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنو عصو و بنی قیطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ انکے قول کیمطابق حضرت ابراہیمؑ قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہونگے۔

ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر "رقیون" کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں اُنکا ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے اُن کے سامنے آیا کرتے اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے[1]۔

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکّہ معظّمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیل کے لئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا[2]۔

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ اُن میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ تورات میں اُن کا ذکر بکثرت آیا ہے[3]۔

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیؑ بہت مشہور ہیں۔ جو چار واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا نام آمنہ ہے۔ جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقّب بہ قریش کیساتھ جا ملتا ہے۔

اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم موسمِ[4] بہار میں دوشنبہ[5] کے دن ۹ ربیع[6] الاوّل سنہ

---

[1] کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۶/۱۱ و ۲۱/۱۷۔

[2] زبور ۸۴ باب ۴-۵-۶ درس و کتاب صحیح بخاری بروایت ابن عباسؓ، و پیدائش ۲۱/۱۹۔

[3] یسعیاہ ۱/۱۶ زبور ۱۲۰/۵ یسعیاہ ۶۰/۷ یرمیا ۴۹/۲۸ وغیرہ۔

[4] حضرت یحییٰ و حضرت داؤد علیہما السّلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی ۔ فوجھی والزہان والشہود وضعی۔ ربیع فی ربیع فی ربیع [5] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیّت رکھتا ہے، ولادت، نبوّت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ [6] تاریخ ولادت میں مؤرّخین نے اختلاف کیا ہے۔ (باقی بر صفحہ ۴۵)

عامُ الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوع نیّر عالمتاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے بچّے تھے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۴) طبری و ابن خلدون نے ۱۲۔ تاریخ اور ابو الفداء نے ۱۰۔ لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن تھا۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لئے ۹۔ ربیع الاوّل ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱ واقعہ عام الفیل سے ۵۵ یوم بعد۔

۲ ۲۲ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹۔ ربیع مطابق ۱۹۔ اپریل ۵۷۱ء جولین کے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ فقط۔

۳ واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے مگر سمت بروشٹہ کے جاری کرنیوالوں نے ۶ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت بروشٹہ سنہ عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت بروشٹہ ۱ سنہ کا آغاز یوم یکشنبہ (مطابق ۱۴ مارچ ۶۵۷ جولین) ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ۹ یوم پہلے۔ مگر سمت ۶۲۸ بروشٹہ کا آغاز ۲۲ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ بروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت بروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہیگا۔ یعنی ۶۱½ سال کے بعد سمت کا شروع ایکدن مؤخر ہوتا رہیگا۔ غرض سمت بروشٹہ میں جو غلطی متعلق سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ سمت ۶۲۸ بروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء تھا اور سمت ۱۹۷۲ بروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۲۵ء کے ہے۔

۴ یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) یا ۹ بجکر ۷ منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اسوقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۰ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گذر چکے تھے۔

۵ یسیاہ ۹ میں ہے۔ "ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا" یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جو حضرت مسیح کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے۔ اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے۔

والد بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہوگیا تھا؛

عبد المطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبد اللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے! اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبد المطلب نے کہا۔ "محمدؐ"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے[1]؛

نام رکھا گیا۔ قوم نے اس نام پر تعجب کیا؛

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہوجاتے تھے۔ دُودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب وہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے؛

ایام رضاعت اسی دستور کیموافق آنحضرتؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لاکر انکی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپکا دُودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپکو لیکر حضرت آمنہؓ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہؓ نے اس خیال سے کہ وہاں کی آب وہوا حضورؐ کے خوب موافق تھی اور شاید مکہ کی آب وہوا موافق نہ ہو۔ پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا؛

والدہ مکرمہ کا انتقال جب آنحضرتؐ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ مکرمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو والدہ کا انتقال ہوگیا! اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی[2]؛

---

[1] ابو الفداء صفحہ ۱۱۰۔ نیز یسعیاہ ۴۲ "وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب"۔

[2] ماخوذ از خطبات احمدیہ (مصنفہ سر سید احمد خان المتوفی ۱۳۱۵ھ ہجری و زاد المعاد)

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس۔ ۱۰ دن کی ہوئی۔ تو آپ کے دادا عبد المطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی[1]۔

ابو طالب کی تربیت ابُو طالب آنحضرتؐ کے چچا تھے۔ اور آپکے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی، اب وہ آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے[1]۔

بحیرہ راہب کی ملاقات اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ جب بارہ سال کے ہوئے تو اپنے چچا ابُو طالب کے ساتھ جبکہ وہ تجارتِ شام کو جاتے تھے سفر میں گئے بُصریٰ میں بحیرہ راہب نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ چچا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لیجاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں، شفیق چچا نے آنحضرتؐ کو بُصریٰ ہی سے واپس کر دیا[2]۔

(۱) اس بارہ میں جو حدیث ترمذی میں ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے، اوّل تو اس وقت بلالؓ نہ ابُو طالب کے پاس تھا، نہ ابو بکرؓ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اُن دنوں موجود ہی نہ ہو[3]۔

(۲) قرآن مجید کی آیت وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ فَلَمَّا

---

[1] زاد المعاد۔

[2] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی مُلا تھا۔ یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دیئے کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرتؐ نے ظاہر کی تھی، وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرتؐ نے تثلیث اور کفارہ کا رد مسیح کے صلیب پر جان دینے کا بُطلان۔ اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا۔ تو اب عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ (محمد سلیمان)

[3] زاد المعاد مصنفہ علامہ ابن القیمؒ (المتوفی ۲۳۔ رجب ۷۵۱ھ) صفحہ ۱۷۔

جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ[1] سے ثابت ہے۔ کہ یہودی رسُولِ موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصُرت ہوگی۔ یہ اعتقاد اُن کا اُس وقت تک رہا۔ جبتک کہ حضوؐر کی بعثت نہ ہوئی۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرتؐ کو پہچان لیتے۔ تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضوؐر کو اپنی فتح و نصُرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمتگذاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابلِ اعتبار ہے؛

تجارت کا خیال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپکا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوُا۔ مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکّہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی۔ اُس نے آنحضرتؐ کی خوبیاں اور اوصاف سُن کر اور آپ کی سچائی، دیانتداری سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی کہ اُس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرتؐ اُس کا مال لیکر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوُا؛

اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کی اُن تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سُنایا۔ جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ اِن اوصاف کو سُن کر خدیجہؓ نے درخواست کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواستِ نکاح کو ردّ کر چکی تھی؛

---

[1] یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعہ پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب نبی ظاہر ہوُا۔ اور انہوں نے پہچان بھی لیا۔ تب اس سے منکر ہو بیٹھے؛

نکاح جب یہ نکاح ہوا۔ تو آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہؓ بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرتؐ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ اُن کی وفات کے بعد بھی اکثر اُن کا محبت سے ذکر کیا کرتے۔ اور اُن کی سہیلیوں سے بھی عزّت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے؛

اس شادی کے بعد آنحضرتؐ کا سارا وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود و خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا؛

قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی۔ راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنو ہاشم، بنو المطّلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے؛

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے؛

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے؛

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے؛

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے؛

(۴) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے[1]؛

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی۔ آنحضرتؐ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر آج بھی کوئی اُس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے۔ تو میں سب سے پہلے اسکی امداد کو تیار پایا جاؤنگا؛

---

[1] انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جسکے ممبر قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے، اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا

ملک کی طرف سے صادق و امین کا نام آنحضرتؐ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے اُن دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرتؐ کو نام لیکر نہیں بُلاتے تھے۔ بلکہ الصّادق یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے؛

آنحضرتؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ جب قریش نے کعبہ کی عمارت[1] کو (جس کی دیوایں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سرِ نو تیّار کیا؛

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے۔ مگر جب حجر اسود[2] کے قائم کرنے کا موقع آیا۔ تو سخت اختلاف ہؤا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اُسی کے ہاتھ سے

---

۱ کعبہ کی اوّل تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مع حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم۔ بنو عمالقہ قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرورِ زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے، منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچہزار سال سے نہیں ہؤا تھا۔ جیسا کہ ہیکل یروشلم کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیاپے اور متعدد بار ہوتے رہے۔ اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں؛

۲ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اولاد کا دستور تھا۔ کہ میدان میں جس جگہ کو عبادتگاہ مقرر کرتے۔ وہاں ایک لمبا بِن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں۔ جسے سُترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب ۱۲ درس ۷ و ۸ باب ۱۳۔ درس ۱۸ و باب ۲۶ درس ۲۵ و باب ۲۸ درس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ و کتاب خروج باب ۲۵ و باب ۲۴۔ درس ۴ سے بخوبی ملتا ہے؛

حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعبہ بنائے ابراہیمیؑ ہے۔ اب کونے میں لگا دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اس جگہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظم رضؓ نے لوگوں کے سُنانے کے لئے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا "تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے" (صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ۔ باب ما ذکر فی الحجر الاسود؛

سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے

آنحضرتؐ کا جملہ قبائل کی طرف سے حَکَم مقرر ہونا

جو قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی۔ کہ کسی کو حَکَم بنا کر اُس کے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا اور قرار دیا گیا۔ کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئیگا۔ وہی سب کا حَکَم سمجھا جائیگا۔

اتفاقاً آنحضرتؐ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ کو دیکھنا تھا کہ ھذا الامین رضینا[۱] کے نعرے لگ گئے (امین آگیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر سب رضامند ہیں)۔

---

[۱] ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوّت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے الامین ہی حضورؐ کو کہا ہے؛ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائیبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے۔ "یسوع مسیح کا مکاشفہ، جو خدا نے اُسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جنکا جلد ہونا ضرور ہے دکھا دے۔" اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونیوالی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیحؑ کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیحؑ کے دنیا پر سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ ۱۱ پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار (ب) امانندار اور سچا کہلاتا ہے (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا (د) اور لڑتا ہے۔ ۱۲ (ھ) اور اسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اُسکا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اسکے سوا کسی نے نہ جانا۔ ۱۳ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا (ط) اور اس کا نام کلام خدا ہے۔ ۱۴ (ی) اور وے فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید اور کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اسکے پیچھے ہولیں۔ ۱۵ (ک) اور اسکے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے۔ (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکمرانی کرے گا (م) اور وہ خود قادرِ مطلق خدا کے قہر و غضب .... کے کولھو میں روندتا ہے ۱۶ (ن) اور اسکے لباس اور اُسکی ران پر یہ نام لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔" مکاشفہ ۱۹ باب؛

اب میں نہایت اختصار سے اسکی شرح کر دینا چاہتا ہوں؛

(الف) نقرئی گھوڑے اور اسکے سوار کا ذکر مکاشفہ ۶-۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے۔ ۲ دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا۔ کمان لئے ہے اور تاج اُسے دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتحمند ز(باقی بر صفحہ ۵۲)

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی، کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۱) ہونے کو نکلا۔ مکاشفہ ۱۹-۱۱ میں نقرئی گھوڑے کے سوار کے نام کی اور مکاشفہ ۶-۲ میں اسکے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونیکی علامت بیان کیگئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرتؐ ہی پر صادق آتی ہیں؛

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا (دیکھو کتاب سفر السعادت)؛

(۲) آنحضرتؐ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے۔ ارموا۔ فان اباکم کان رامیًا (تیر چلایا کرو تمہارے باپ اسمٰعیلؑ تیرانداز تھے)؛

(۳) آنحضرتؐ کیلئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کیلئے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی اُمت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح رُوح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام وکمال کا اعلان دے کر یہاں سے رخصت ہوئے۔ تو حضورؐ کی فتح مبین میں اور فتحمند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا؛

(ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانتدار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے کہلاتا ہے۔ کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے پکارا کرینگے اور یہی معاملہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتا رہا؛

(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ یسعیاہ ۱۱ باب میں بھی ہے۔ ۴۔ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا۔ اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کریگا۔ یوحنا نے اسی کو دُہرا کر بتا دیا کہ اسکا تعلق زمانہ مابعد مسیحؑ سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم؛

(د) اور لڑتا ہے۔ راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتائی گئی۔ تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیونکہ اس سوار کے لئے مجاہد وغازی ہونا ضروری ہے؛

(ہ) اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں جو تمام نوشتوں میں ہے آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ کہ مردمکِ انور کے گرداگرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے؛

(و) اس کے سر پر بہت سے تاج۔ انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو، کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی مبشر ہے (عیسیٰؑ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی مُنجی ہے (موسیٰؑ) کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ) کوئی مجاہد ہے (داؤدؑ) لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لئے (باقی بر صفحہ ۵۳)

کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے۔ جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرتؐ نے پھر اُسے اُٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا؛

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۲) اللہ پاک فرماتا ہے:۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اے نبی ہم نے تمکو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور روشن کر دینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ جامع صفات نبی ہیں؛

(ز) اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا؛ آنحضرتؐ کا اسم پاک احمدؐ و محمدؐ وہ ہیں جو پہلے کسی کا نام نہیں ہؤا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسٰےؑ سے پہلے بیسیوں ہوئے؛

(ح) خون میں ڈوبا ہؤا لباس وہ پہنے تھا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گذرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہُولہان ہوگیا تھا! ور لباس خون میں تر جسم کا خون بہ بہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لئے جوتا اتارنا مشکل ہوگیا تھا۔ اور چونکہ اس سفر میں آنحضرتؐ تنہا تھے۔ اس لیے یسعیاہ ۶۳ ۱ اور ۲ و ۳ بھی آنحضرتؐ ہی پر صادق آتا ہے؛

(ط) کلام خدا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ علامت حضرت موسٰیؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب ۵ باب ۱۸) اور حضرت عیسٰیؑ نے اپنی آخری وعظ (یوحنا ۱۳/۱۶) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی۔ جس سے معلوم ہؤا کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی ہے جس کی بابت خدا خود فرماتا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام خدا ہے جو اس پر نازل کیا گیا ہے؛

(ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرتؐ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَہِیْرٌ یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی صلعم کے اتباع میں ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس ہی محبوب تھا۔ آپ کے نشان (عَلَم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور قیام صلح کے لئے بھی سفید پھریرا ہی اُڑایا کرتے تھے؛

(ک) اُس کے منہ سے تیز تلوار نکلتی ہے؛ یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر کیا گیا اُن کا ذکر بھی اسی مکاشفہ ۹ ابواب کے، اسے ۱۲ تک میں بیان کر دیا گیا ہے؛

(ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کریگا؛ زبور ۲۔ ۹ میں بھی اس کا ذکر رہے۔ مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنیوالا ہے۔ پس وہ یقیناً محمدؐ رسول اللہ ہیں، کیونکہ پھر کوئی بھی حضورؐ کے سوا وحی، نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہؤا؛

(م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں رَوندتا ہے؛ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا، (باقی بر صفحہ ۵۴)

آنحضرتؐ نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا۔ ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں، ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی۔ کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی ؎

قربِ زمانۂ بعثت

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی[1] اور آنحضرتؐ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے[2]۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جسقدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرت صلعم کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم اکثر پانی اور ستّو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا[3] کی ایک غار میں جس کا طول ۴ گز عرض پونے دو گز تھا، جا بیٹھتے، عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ اور قدرتِ الٰہیہ پر تدبّر و تفکر بھی[4]۔ جب تک پانی اور ستّو ختم نہ ہو جاتے، شہر میں نہ آیا کرتے تھے[5] ؎

غارِ حرا میں عبادت کرنا

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۳) قیصر و کسریٰ کو نافرمانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ملنا خدا کے قہر ہی سے تھا ؎ (ن) اسکے لباس و ران پر پادشاہوں کا پادشاہ، خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے ؎ (محمد سلیمان)

[1] صحیحین عن ابن عباس ؎ [2] سفر السعادت مشرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چاپ ۱۲۵۲ھ صفحہ ۳۱؎
[3] اب اسے جبل نور کہتے ہیں، مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے ۱۲
[4] سفر السعادت جمعاً للاقوال [5] صحیحین عن عائشہ رضؓ

اب آنحضرتؐ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا[1]۔

بعثت و نبوّت

جب آنحضرتؐ کی عمر کے چالیس[2] سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹ ربیع الاوّل[3] ۴۱ سنہ میلادی (مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ رُوح الامین خدا کا حکمِ نبوت لیکر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ غارِ حرا میں تھے۔

روح نے کہا۔ محمدؐ۔ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسُول ہیں! اور میں جبریل[4] ہوں۔

اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا۔ تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے[5]۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کی شہادت آنحضرتؐ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا۔ نہیں آپ کو ڈر کاہے کا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقرباء پر شفقت فرماتے۔ سچ بولتے۔ رانڈوں۔ یتیموں،

۱ صحیحین عن عائشہ رضہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳۔

۲ صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسیٰؑ کو بھی ۴۰ سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل۔

۳ زاد المعاد صفحہ ۱۸ میں ۸ ربیع لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ کو پڑتا ہے۔ اس لئے ۹ ہی صحیح ہے۔ ۴ سفر السعادت مشرّح صفحہ ۳۵۔

۵ اس فقرے سے حضورؐ کا مطلب مشکلاتِ نبوّت کا بیان تھا۔

بیکسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے، اصل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائیگا[1]۔

اب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو خود بھی اپنے اطمینانِ قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گیئں۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے علیسائیت عرب میں آچکی تھی۔ اس لئے بعثتِ محمدیؐ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دینِ جاہلیّت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب رسول ظاہر ہونیوالا ہے۔ جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں[2]۔

زید بن عمرو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے رسول موعُود کی تلاش میں دُور دُور سفر کئے تھے۔ اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکّہ میں پیدا ہوں گے، اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوّت پر

الغرض حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اُٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السّلام پر اُترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اُسوقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم آپ کو نکال دیگی۔

---

[1] صحیحین عن عائشہ رضہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴۔ [2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا قوم مجھے نکال دیگی ؟ ورقہ بولا، ہاں۔ اس دُنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اُس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی، کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضورؐ کی نمایاں خدمت کروں[1]۔

کچھ دنوں[2] کے بعد پھر فرشتہ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے ابتک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ رُوح الامین نے اِن آیات کو پڑھا تھا:۔

قرآن مجید کا نزول اس طرح شروع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝	شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے،
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ	پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا،
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَأْ	جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ	تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی
بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝	(جس نے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا[3]۔

---

[1] صحیحین عن عائشہؓ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴ ورقہ مرحوم اس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مرگیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہوگیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر یسعیاہ ۴۲ باب میں پڑھا ہوگا۔

[2] علماء کا اتّفاق ہے کہ ولادت باسعادت بماہ ربیع الاوّل ہوئی۔ نیز اتّفاق ہے کہ ابتداءِ وحی اکتالیسویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتدائے وحی بھی بماہ ربیع الاوّل ہوئی۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہؤا پس نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائے نزول قرآن بماہ رمضان ہے، کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے جو نبوت کا چھیالیسواں حصّہ (۲۳ سال عہدِ نبوت کا چھیالیسواں حصّہ = ۶ ماہ) تھے۔ امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸ رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوت کو یوم جمعہ تھا (مطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء) اس لئے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا۔

[3] اس خوبی کو دیکھئے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کیلئے اُترا۔ انسان کی ابتدائی حالت (باقی بر صفحہ ۵۸)

نماز کا آغاز اس کے بعد روح الامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی صلعم کے سامنے خود وضو کیا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی روح الامین نے پڑھائی ؏

تبلیغ کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچکر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہؓ (بیوی) علیؓ (بھائی عمر آٹھ سال) ابوبکرؓ (دوست) زیدؓ بن حارث (مولٰے) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے ؎

ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرتؐ کی چالیس سالہ ذرا ذراسی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے ؏

بلالؓ، عمروؓ بن عنبسہ و خالدؓ بن سعد بن عاص بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے ؏

ابوبکرؓ بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں اُنکی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں سے اُنکا بہت میل ملاپ تھا۔ اُنکی تبلیغ سے عثمانؓ غنی، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، طلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر ابو عبیدہؓ عامر بن عبداللہ بن الجراح، جن کا لقب بعد میں امین الاُمّتہ ہوا) عبدالاسدؓ بن بلال، عثمانؓ بن مظعون، عامرؓ بن فہیرہ ازدی، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، سائبؓ بن عثمان مظعون اور ارقمؓ مسلمان ہوئے ؏

سابقین الاولین کے مختصر نام

عورتوں میں خدیجہؓ اُمّ المومنین کے بعد نبی صلعم کے چچا عباسؓ کی بیوی اُمّ الفضلؓ، اسماءؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷) ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کیلئے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتاتا ہے کہ نبیؐ کو خود خالق نے تعلیم دی۔ مالم یعلم سے آنحضرتؐ کا اَن پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۲۹/۱۲ میں ہے: "اَن پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھئے۔ قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام الٰہی ہونیکے لئے دیکھو استثناء ۱۸ تا ۲۰ درس ۱۸ باب

لـه علماء میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضیٰؓ پہلے اسلام لائے یا ابوبکر صدیقؓ۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بحث ابوبکر صدیقؓ یا علی مرتضٰےؓ کی سیرت میں ہونی چاہیئے ؏

بنت عمیسؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ اور فاطمہ خواہر عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا؛

پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز

اُن دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے۔ اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھایا کرتے تھے؛

اب خدا کا حکم پہنچا:-

علانیہ تبلیغ کا حکم

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ[1] ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے درست کرنے والے (عالم کے) اُٹھو، (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ۔ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لئے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو۔

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ نبی صلعم کی رسالت اور نبوّت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

(۱) نافرمانوں کو اُن کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا مقصد

(۲) اللہ کی ربوبیّت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا؛

(۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا؛

(۴) پاکیزگی۔ صفائی اور پاکدامنی سکھانا؛

(۵) الٰہی تعلیم مفت دینا، نہ اُن پر احسان جتانا، نہ اُن سے اپنے کسی فائدے کی

---

[1] از دثر الطائر تدثیرًا درست ساخت طائر آشیانۂ خود را۔ منتہی الارب۔ باب د۔ ث۔ ر۔ علامہ ابوالمسعود اپنی تفسیر جلد ہشتم صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں:- مدثر۔ اے الذی دثرھذا الامور العظیم وعصب بہ؛

توقّع رکھنا؛

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں، سب کی برداشت کرنا؛

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کریگا۔ اُسے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا؛

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا؛

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اوّل۔ قریب کے رشتہ دار، اور خاص خاص احباب؛

دوم۔ قوم اور شہر کے سب لوگ؛

سوم۔ مکّہ کے اطراف وجوانب کے قبیلے؛

چہارم۔ عرب کے جملہ حصص اور قبائل؛

پنجم۔ دنیا کی جملہ متمدّنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب؛

حضورؐ نے اس تبلیغ کے لئے نہایت استحکام، کمال استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا؛

ناظرین اس کتاب میں تبلیغ کے ان پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے؛

بعثت کے وقت عالم کی حالت

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم کے لئے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دُنیا پر تسلّط تھا۔ انسانیّت، تہذیب اخلاق کے نام شاید اُن کتابوں میں نظر آسکتے تھے۔ جن کا دلوں پر کوئی اثر نہ رہا تھا؛

(الف) بنی اسرائیل تو مسیحؑ سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھیر چکے تھے۔ اب مسیحؑ کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا۔ اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے اُن میں بُت پرستی قائم ہو چکی تھی ؛

(ب) یورپ میں جہالت و وحشت کا دَور دَورہ تھا ؛

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں ؛

نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کورن ٹیز۔ نارفوک۔ سوفوک۔ ساسیکس (ضلاع انگلستان) میں ورڈن بُت کی پرستش ہوتی تھی ؛

فرانس۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فرے دی گوٹن دی۔ مل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں ؛

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے البؔ پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی [۸۲] سنہ ء کے بعد تک جاری رہی۔ جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا[۱] ؛

(ج) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنھوں نے زن، زر، زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیا میٹ کر دیا ؛

(د) ہندوستان میں پُرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[۲]۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔

---

[۱] سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ایڈیٹوریل نوٹ ؛

[۲] اُردو تہذیب قدیم ہندوستان۔ مسٹر آر سی۔ دت صفحہ ۳۷ ؛

وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں۔ جن کے تصور سے ایک مہذّب شخص کو نفرت آنی چاہیئے۔

(ھ) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بُت جدا جدا مقرّر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا۔ کوئی جنگ کا، کوئی امن کا۔ اور ہر ایک بُت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔

کانفیوشس کو چین کا مُصلح سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تک اس کا بھی ظہور نہ ہُوا تھا۔

(و) مصر میں عیسائیّت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السّلام کی شخصیّت اور ابنیّت کی تعریف و تحدید، توحّد و تفریق کے متعلّق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

یہ مختصر حالت اُن ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے۔ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

(ز) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجیئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ یہ ایسا ملک تھا۔ جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلّط ہُوا تھا۔ نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا۔ نہ کوئی ہادی اُن کی ہدایت کیلئے پہنچا تھا۔ اس حیوانی[1] آزادی پر بے علمی، جہالت اور

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے۔ اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔

اقوامِ متمدّنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے اُن کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا:
اس بد ترین حالت ہی نے اُن کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور ربُّ العٰلمین نے اصلاحِ عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ ربّانی کے موافق تبلیغِ عام کا کام شروع فرما دیا۔ قریبی

اپنے کنبہ میں تبلیغ

رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیّت سے تھا۔ وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی۔ اس روز ابُولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لئے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھا کے، دُودھ پی کے فارغ ہو گئے۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرتؐ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبُود لے کر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل کوئی شئے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالٰی نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دُوں۔ بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دیگا؟

یہ سُن کے سب کے سب چُپ رہ گئے۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا۔ یا رسُول اللہؐ میں حاضر ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابُوطالب سے کہا۔ تم اس کی بات مانا کرو۔ اور جو کہا کرے سُنا کرو۔ یہ فقرہ سُن کر مجمع خوب کھِل کھِلا کر ہنسا۔ اور ابُوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہدیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو[1]:

---

[1] ابو الفداء صـ۱۱۱

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ	ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے۔ تو نبی صلعم نے فرمایا۔ تم

مجھے بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؛

سب نے ایک آواز سے کہا۔ ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے مُنہ سے نہیں سُنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے؛

نبیؐ نے فرمایا۔ "دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں۔ اور تم اسکے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلّح گروہ دُور سے نظر آ رہا ہے۔ جو مکہ پر حملہ آور ہوگا۔ کیا تم اسکا یقین کر لوگے؟

لوگوں نے کہا۔ "بیشک! کیونکہ ہمارے پاس تجھ جیسے راستباز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے۔ کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔"

نبیؐ نے فرمایا۔ "یہ سب کچھ سمجھانے کے لئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کر لو۔ کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے۔ اور تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور مَیں عالمِ آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دُنیا پر تمہاری نظر ہے۔"

اس دلنشین وعظ سے مطلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا۔ کہ نبوّت کیلئے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالمِ آخرت کو دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے؛

۱؎ دیکھو مکاشفہ $\frac{11}{19}$ - ۱۲؛

تبلیغ میں آنحضرتؐ کی کوششیں اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک میلے میں، ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتاتے۔ بتوں، پتھروں، درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کے مار ڈالنے سے ہٹاتے، زنا سے منع کرتے، جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے

آپکے وعظ کی بڑی بڑی باتیں تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل کچیل سے زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے، عیب سے، آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا، فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرتؐ کا تبلیغ فرمانا عرب میں عکاظہ اور لجُینہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے۔ دُور دُور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی صلعم ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اسکی چند وجوہات تھیں:۔

(۱) وہ نبوّت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے۔ کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کے لئے آئے۔

(۲) وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لئے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ اُن کے نزدیک بالکل قابلِ تمسخر تھی ؛

(۳) وہ خاندان اور شرافتِ بزرگان پر نہایت مغرور تھے۔ اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوّت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلّت محسوس ہوتی تھی ؛

(۴) اُن میں اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا ؛

(۵) وہ بُت پرستی پر بالکل قانع تھے۔ اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی اُن کے تصور میں نہ آتا تھا ؛

(۶) وہ زنا۔ جُوا۔ رہزنی۔ قتل۔ عہد شکنی۔ آوارگی۔ ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے آزاد رہنے، بے شمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے۔ اور اسلام کا قانون اُن کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا ؛

اس لئے انہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا ؛

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل ۔ تدبیر یہ اختیار کی گئی۔ کہ اسلام لانیوالوں کو سخت اذیّت دی جائے۔ تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ واپس آجائیں۔ اور نئے لوگ اُسے اختیار نہ کریں ؛

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کئے۔ انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ اُن کا مفصّل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر اُن کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے ؛

اسلام لانے والوں پر قریش کے جوروستم

(۱) بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُمیّہ نے سُنا۔ کہ بلال رض مسلمان ہوگئے ہیں۔ گوناگوں عذاب اُن کے لئے ایجاد کئے گئے۔ (۱) اگردن میں رسّی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی، اور وہ مکّہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسّی کا نشان گردن میں نمایاں ہوجاتا، (۲) وادی مکّہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر اُنکی چھاتی پر رکھدیا جاتا، (۳) مُشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹیا جاتا، (۴) دُھوپ میں بٹھایا جاتا، (۵) بھُوکا رکھا جاتا، حضرت بلال رض ان سب حالتوں میں اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رض کو خریدا، اور خدا کے لئے آزاد کردیا[۱]

(۲) عمار[۲] اور اُن کے والد یاسر رض اُن کی والدہ سُمیّہ رض مسلمان ہوگئے تھے۔ ابوجہل نے انہیں گوناگون عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مار کھاتے عذاب سہتے دیکھا، فرمایا اِصْبِرُوْا یَا اٰلِ یَاسِرْ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ (یاسر والو صبر کرو تمہارا مقام جنّت ہے) کمبخت ابوجہل نے بی بی سُمیّہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا۔ اور اُسے جان سے مار ڈالا[۳]

(۳) ابوفکیہ جن کا نام افلح تھا، کے پاؤں میں رسّی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا[۴]

---

[۱] ۲۰ھ میں بمقام دمشق بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ [۲] جنگ صفین میں بعمر ۹۱-۹۲ سال شہید ہوئے۔

[۳] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۔

[۴] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔

(۴) خباب رضؓ بن ارث کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا[۱]؎

(۵) لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور اُمّ عبیس بیچاری لونڈیاں تھیں! ور اُن کے سنگدل آقا اُن کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے؎

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے[۲]؎

(۶) عثمان رضؓ بن عفان کے اسلام لانے کی خبر اُن کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دُھواں دیا کرتا؎

(۷) مصعب بن عمیر رضؓ[۳] کو اُن کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے؎

(۸) بعض صحابہؓ کو قریش گائے اُونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دُھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے؎

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے۔ کہ صرف اسلام کی صداقت ہی اُنکا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی اُمتوں نے تو کھوٹے روپے لیکر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا[۴]؎

آنحضرت صلعم کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت و جمعیتِ خاطر میں خلل پیدا ہو[۵]؎

---

[۱] مدینہ میں بعمر ۷۳ سال ۳۷ھ میں وفات پائی؎ [۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳؎ [۳] جنگ اُحد میں شہید ہوئے؎ [۴] زاد المعاد جلد ا صفحہ ۲۹۷/۲۴ ۱۲؎ [۵] تاریخ طبری؎

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر فرما دیا کرتے۔ کہ فرزندانِ عبدِ مناف حقِ ہمسائگی خوب ادا کرتے ہو؛

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اُس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسّی جیسا بنایا۔ اور جب نبی صلعم سجدہ میں گئے تو چادر کو حضورؐ کی گردن میں ڈال دیا۔ اور پیچ پر پیچ دینے شروع کیے۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلعم اُسی اطمینانِ قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی آئے۔ اُنہوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی :-

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۵	کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو۔ اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔

اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔"

چند شریر ابوبکر صدیق سے لپٹ گئے۔ اور اُن کو بہت زدوکوب کیا؛

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحنِ کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اُونٹ ذبح ہؤا ہے اوجھڑی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اُٹھا لائے۔ اور اس (نبی صلعم) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اُٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اُٹھا لایا۔ جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو پشت مبارک پر رکھدی۔ آنحضرتؐ تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے؛

---

۵ صحیح بخاری عن ابن عمر بن العاص باب، مالقی النبی من المشرکین؛

ابن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر اُن کا تو حوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیّدہ فاطمہ زہراؓ آگئیں۔ اُنہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا۔[1] اور اُن سنگدلوں کو سخت سُست بھی کہا؛

ایذارسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں قریش مکّہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور مسلمانوں پر جو جوروستم ہو رہے تھے، اُسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اس لئے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں؛

مستہزئین کی جماعت ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ جس کا میر مجلس ابُولہب تھا۔ اور مکّہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے؛

اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دُور دراز سے مکّہ میں آتے ہیں۔ اُنہیں محمدؐ کی نسبت کیا کہا جائے۔ تاکہ وہ لوگ اس کی باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی عظمت کے قائل نہ ہوں؛

ایک نے کہا ہم بتلایا کرینگے کہ وہ کاہن ہے؛

ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈّھا تھا) بولا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تُک بندیاں اور کجا محمدؐ کا کلام۔ ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیئے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں؛

ایک نے کہا ہم اُسے دیوانہ بتایا کرینگے؛

ولید بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟

ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے، وہ شاعر ہے؛

---

[1] ۔ صحیح بخاری عن ابن مسعودؓ۔ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم؛

ولید نے کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصنافِ سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں؛

ایک بولا۔ ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے؛

ولید نے کہا۔ جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں؛

تعلیم نبویؐ پر کفار کی شہادت

دشمنوں کا عجز آنحضرتؐ کی توصیف سے

اب سب نے عاجز ہو کر کہا۔ چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کہا جائے۔ ولید نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے، اُس کی گفتگو پُررس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے۔ جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے؛

آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا:-

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرتؐ کے خلاف

"محمدؐ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اُڑائی جائے۔ تمسخر اور ایذا سے اُسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمدؐ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے؛"

ہجرتِ حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو

لہ سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۹۰ و شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹؛

چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔[1]

حضرت عثمانؓ کی فضیلت | اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفّان تھے۔ سیّدہ رقیہؓ (بنت النبی صلعم) اُن کے ساتھ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لُوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔[2]

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا | ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے۔ اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچیرے بھائی جعفرؓ طیار بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکّہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لیکر گئے۔ اور جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہمارے سپُرد کر کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بُلائے گئے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیّار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:۔

دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام پر | "اے بادشاہ، ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بُتوں کو پُوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا، جس کے

[1] زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۲۴۔ [2] رواہ حاکم ۱۲۔

دربار نجاشی میں تبلیغ اسلام

حسب و نسب، سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو پتھروں کی پُوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پُورا کیا کریں۔ گناہوں سے دُور رہیں۔ بُرائیوں سے بچیں۔ اُس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا، ہم کو ستایا۔ تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اور لکڑی اور پتھر کی مُورتوں کی پُوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں[1]۔

پادشاہ نے یہ تقریر سنکر کہا مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیارؓ نے اُسے سُورۂ مریم سُنائی۔ پادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ وہ رونے لگ گیا۔ اور اُس نے کہا کہ "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا" پھر پادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکّہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا۔ تو انہوں نے کہا آؤ محمدؐ کو پہلے تو لالچ دیں، پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائیگا۔ یہ مشورہ کر کے مکّہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس نے یوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالامال ہو جائے۔ اگر تم عزت

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول ص۱۱۶۔

کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہِ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے، تو بتا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حٰمٓ ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ الخ	"یہ فرمان خدا کی حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں۔ سمجھدار لوگوں کے لئے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں۔ جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں اُن کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں۔ اُن کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ

اسے سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اس کے سننے والا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو۔ ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہدیجئے۔ کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اُسی کی طرف متوجہ ہونا اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ اُن کے

لئے آخرت میں بڑا درجہ ہے۔"

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش جو نتیجۂ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے۔ سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا۔ کیا دیکھا، کیا کہا، کیا سُنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش! میں ایسا کلام سُنکر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے۔ نہ جادو ہے نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو، لوگوں نے یہ رائے سُن کر کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔[۱]

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی۔ تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے! ور نبی صلعم کے چچا ابُوطالب کے پاس آکر یُوں تقریر کی:

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بُتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پُوجتے آئے۔ اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چُپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔"

سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اُس نے نبی صلعم کو بلایا اور سمجھایا کہ "بُت پرستی کا ردّ نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکوں گا۔"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا۔ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا

---

[۱] ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۰۰۔

رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹونگا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرونگا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔"[1]

اس ناکامی کے بعد قریشِ مکّہ نے مشورت کی کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے۔ اس مشورت کے بعد انہوں نے نبی صلعم کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ سردارانِ قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضورؐ کو اُن کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرتؐ وہاں جا بیٹھے تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:۔

"اے محمدؐ! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لئے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو۔ جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتاؤ۔ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف و عزّت کے خواستگار ہو۔ تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں۔ اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جِنّ ہے جو غالب آگیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لئے مال صرف کر دیں۔ تاکہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسُول اللہ نے فرمایا "تم نے جو کچھ کہا۔ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۹ جلد اوّل۔

جو تعلیم میں لیکر آیا ہوں۔ وہ نہ طلب اموال کے لئے ہے نہ جلبِ شرف یا حصولِ سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسوؐل بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے۔ میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لوگے تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر ردّ کر دوگے تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔

قریش نے کہا۔ "اچھا محمدؐ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے۔ اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں[1] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے۔ تا کہ ہمارے شہر کا میدان کھُل جائے۔ نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصیؓ[2] بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا۔ اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اگر اُس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا۔ اور تو نے ہمارے

---

[1] منکرانِ مکّہ تو صرف مکّہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کیلئے جبرالٹر سے لیکر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا۔

[2] آنحضرتؐ کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے جس نے بنو جرہم کو مکّہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکّہ میں آباد کیا۔ اور رفادہ، دیت، سقایہ، لوا، سفارت، حجابہ، ازلام کی خدمات کو تقسیم کر دیا۔ دیکھو ج ۲ رحمۃ للعالمین۔

دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے! اور مان لیں گے۔ کہ ہاں۔ خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے۔ اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔"

رسول اللہ نے فرمایا۔" میں ان کاموں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سُنا دیئے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لوگے تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کیلئے سرمایہ ہے۔ اور اگر ردّ کروگے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اُسے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا، فرمائے گا۔"

قریش نے کہا۔" اچھا۔ اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے ہی لئے خدا سے سوال کرو۔ (۱) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے۔ اور ہم کو تمہاری مخالفت سے منع بھی کر دے۔

(۲)" ہاں تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں۔ خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے۔ جس کی تمہیں ضرورت بھی ہے۔ ابتک تم خود ہی بازار میں جاتے اور اپنی معاش تلاش کیا کرتے ہو! ایسا ہو جانے کے بعد ہی ہم تمہاری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تمہیں خدا کا رسول سمجھ سکیں گے۔[1]"

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔" میں ایسا نہ کرونگا اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کرونگا! ور

---

[1] دنیوی ثروت و امارت، محل و بستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکّہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پورے کئے اور معلوم ہو گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لئے بھی سرمایہ تھی۔ جیسا کہ آخرت کے لئے وہ بالضرور ذخیرہ ہے۔

باتوں کے لئے میں مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو۔ تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کرونگا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہونگا۔"

قریش نے کہا:" اچھا۔ تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے پس جبتک تم ایسا نہ کرو گے۔ ہم ایمان نہیں لانے کے۔"

رسول اللہ نے فرمایا۔ یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔"

قریش نے کہا:" محمدؐ! یہ تو بتاؤ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتایا۔ کہ ہم تجھے بلائیں گے! ایسے ایسے سوال کریں گے۔ یہ یہ چیزیں طلب کریں گے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور خدا کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے؟

"چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے۔ وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے اُس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ محمدؐ! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عُذرات سُنا دیئے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے۔ حتیٰ کہ ہم مر جائیں یا تو مر جائے۔"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی۔ کہ ایک اُن میں سے بولا "۔ ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔" دوسرا بولا " محمدؐ! ہم تیری بات کا یقین نہیں کرینگے۔

لہ جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ ان پر اُترا۔ اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

لہ خدا کے اسماء حسنے اسلام نے بتائے ہیں۔ اُن میں رحمٰن ایسا نام ہے۔ جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لئے وہ خدا کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا۔

جب تک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم آخری بات سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نبیؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اُس نے کہا "محمدؐ! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا۔ وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا۔ کہ تم خود اپنے ہی لئے ایسی علامات کا اظہار کرو۔ جس سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت ہوسکتا ہو۔ اُسے بھی تم نے قبول نہ کیا۔ پھر اُنہوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تم دلایا کرتے ہے۔ تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس۔ اب میں تم پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ اگرچہ تم میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جاؤ اور میرے سامنے اس زینے سے اُترو اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں۔ اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ تو تب بھی تم پر ایمان نہیں لاؤنگا"[لہ]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس ردّ و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا۔ اور تعلیم نبویؐ پر کاربند ہوئے۔ اُنہیں اس سے بھی زیادہ معارف

لہ سیرت ابن ہشام جلد اصفحہ ۱۰۱۔ ناظرین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے لیکن چند سال بھی نہ گزرنے پائے تھے۔ کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبۂ توفیق ربّانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کا گرویدۂ اسلام ہو جانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جانے، نوشتہ لانے، فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

و فوائد حاصل ہوگئے۔ جس کا سوال کفّار نے کیا تھا؏

ہم کو اس موقع پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے۔ جس میں مسیحؑ کی آزمائش کیلئے شیطان نے کئی سوال کئے۔ اور مسیحؑ نے اُن سب کا جواب انکار میں دیا [ل]۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسول اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرقِ عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفتِ ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لئے اُن سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

امیر حمزہ رضؓ کا اسلام نبوّت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبیؐ کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو پہلے تو گالیاں دیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم گالیاں سُن کے چپ رہے تو اُس نے ایک پتھر حضورؐ کے سر پر پھینک مارا۔ جس سے خون چلنے لگا۔ نبی صلعم کے چچا حمزہ رضؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اُس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہوگیا۔ حمزہ رضؓ پھر نبی صلعم کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "بھتیجے! تم یہ سُن کر خوش ہوگے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو۔" حمزہ رضؓ اسی وقت مسلمان ہوگئے؏

عمر رضؓ فاروق کا اسلام لانا امیر حمزہ رضؓ سے تین دن پیچھے عمرؓ بن خطّاب مسلمان ہوئے یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلّق تھا۔

عمر رضؓ فاروق کا اسلام

[ل] انجیل متی ۴۔ باب ۱ تا ۱۱ درس؏

ایک دن عمرؓ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبیؐ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔ بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر بہن کے گھر گئے! ور ان دونوں کو خوب مارا۔ اُن کی بہن فاطمہؓ[1] نے کہا۔ "عمر! تم پہلے وہ کتاب سُن لو۔ جسے سُن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالنا"۔ عمرؓ نے کہا۔ "اچھا"۔ اُس وقت اُن کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک صحابی بھی تھا۔ جو عمرؓ کے آجانے سے چھُپ گیا تھا۔ اُس نے قرآن مجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمرؓ قرآن سُن رہا تھا۔ اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمرؓ اسی وقت سے نبیؐ اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بنکر نکلا تھا۔ وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر اُن کا لقب "فاروق" ہوا۔

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھُپ چھُپ کر پڑھا کرتے تھے! اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے۔ اور مسلمانوں کو بیحد تکلیف دینے لگے اور نبی صلعم کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے۔

نبیؐ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفّار نے دیکھا کہ ایسی اذیّتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی تعلیم پر قائم ہے! ور بنظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کئے جاتا ہے۔ تو بماہ محرم ۷ھ نبوّت انہوں نے کہا کہ "بنو ہاشم جو نبیؐ کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبیؐ کا ساتھ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھاٹی میں محصور رہنا

[1] فاطمہ بنت الخطاب خواہر عمر فاروقؓ اور زوجہ سعیدؓ بن زید ہیں۔ سعید عشرہ مبشّرہ میں سے ہیں! ور زوجین سابقین الاوّلین میں سے ہیں۔ سعیدؓ کے والد زید وہ ہیں۔ جنہوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصارے سے یہ بات پاکر کہ نبی آخر الزّمان مکّہ میں ہونگے۔ مکّہ میں آگئے تھے۔

نہیں چھوڑتا۔ آئے۔ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو[۱]"

اس بات کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ اُن کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی[۲]؛

تین برس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے کمبخت ابولہب صبح سے شام تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا۔ اور کہا کرتا، لوگو یہ دیوانہ ہے اسکی بات نہ سُنو۔ جو کوئی اسکی بات سُنے گا اور مانے گا وہ تباہ ہو جائیگا؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اُٹھا لئے اور دیمک نے اُن کے معاہدہ کے کاغذ کو کھا لیا۔ جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا؛

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار

[۱] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹ جلد ۱؛ [۲] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹ جلد ۱؛

بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور تمسخر سے کہا" عبدمناف والو! دیکھو۔ تمہارا نبیؐ آگیا"

عقبہ بن ربیعہ بولا" ہمیں کیا انکار ہے۔ ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے" نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سُن کے لوٹے۔ اور اُنکے پاس آئے۔

پہلے عقبہ سے فرمایا" عقبہ! تو نے خدا و رسولؐ کی حمایت کبھی بھی نہ کی۔ تُو اپنی ہی بات کی پچ پر اڑا رہا"

پھر ابُوجہل سے فرمایا" تیرے لئے وہ وقت بہت قریب آرہا ہے دُور نہیں رہا ہے کہ تو تھوڑا ہنسے گا اور بہت روئیگا"

پھر قریش سے فرمایا" تمہارے لئے وہ ساعت نزدیک آرہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو۔ آخرش اسی میں داخل ہو جاؤ گے"[1]

ناظرین اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی۔

ابُوطالب کا انتقال سنہ ۱۰ نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابُوطالب کا جو حضرت علیؓ مرتضیٰ کے والد تھے، انتقال ہو گیا۔ ابُوطالب نے لڑکپن سے نبیؐ کی تربیت کی تھی۔ اور جب سے آنحضرتؐ نے نبوّت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہے تھے اِس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال اُن سے تین دن پیچھے نبیؐ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہِ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریلؑ نے اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گذر جانے کا رنج نبی صلے اللہ

[1] طبری صفحہ ۱۲۳۱

علیہ وسلم کو بہت ہوا۔

اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ترستانا شروع کر دیا۔ ایکدفعہ ایک شریر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سر پر کیچڑ پھینک دی۔ آنحضرتؐ اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔ نبیؐ کی بیٹی اُٹھی۔ وہ سر دُھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ نبیؐ نے فرمایا۔ "پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو تمہارے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا"[1]

نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا

اگرچہ ابُوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہؓ جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی، جُدا ہو گئی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبیؐ اللہ مکّہ سے نکلے اور بیرونجات کو وعظ کے لئے تشریف لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ اس سفر میں زیدؓ بن حارثہ تھے۔ مکّہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے۔ سب کو وعظ سُناتے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنوثقیف آباد تھے سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے اُن کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبدیالیل، مسعود، حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پہلے اُن ہی سے ملے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ اُن میں سے ایک بولا۔ "میں کعبہ کے سامنے داڑھی مُنڈوا دوں۔ اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔" دوسرا بولا "کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے چڑھنے کی سواری بھی میسّر نہیں ..... اُسے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔"

تیسرا بولا۔ کہ "میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۲۲۶۔

جیساکہ تو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رد کروں۔ اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔"

نبی اللہ نے فرمایا "اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔"

نبی اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تر بتر ہو جاتے۔ خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا۔ اور وضو کے لئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر گالیاں دیں۔ تالیاں بجائیں چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزندانِ ربیعہ کی تھی۔ انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کئے۔

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور پھر کہا "یہ ایسا کلام ہے۔ کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم کہاں کے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟"

عداس نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں۔"

نبی نے فرمایا "کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو؟"

عداس نے کہا۔ "آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا۔ اور میں بھی نبی ہوں۔"

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا۔ اور اُس نے نبیؐ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لئے۔

عقبہ بن شیبہ نے دُور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا۔ تو اُنہوں نے کہا "کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اُس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا"۔

عداس نے کہا "حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اُس نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔"

اُنہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ "خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔ تیرا دین تو اُس کے دین سے بہتر ہے[1]۔"

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسولؐ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضورؐ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے اُن کو اپنی پیٹھ پر اُٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اس وقت جو دعا حضورؐ نے مانگی۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ "الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی

---

[1] طبری۔

جیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین۔ انت رب المستضعفین وانت ربی الیٰ من تکلنی الیٰ بعید یتجھمنی اوالیٰ عدو ملکتہ امری ان لم یکن علی غضب فلا ابالی و لکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمٰت وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ۔ من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبیٰ حتی ترضیٰ ولاحول ولاقوۃ الا بک ۔	بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اسکی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں۔ جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو، مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور

نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا:"میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کیا ہؤا۔ اُمید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانیوالی ہونگی"[۲]۔

مختلف مقامات پر نبی صلعم کا تبلیغ کیلئے جانا مکّہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لیجاتے یا

---

[۱] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے۔ جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ محمد روایت کیا ہے جس کے معنی دوست کے ہو سکتے ہیں۔ [۲] صحیح مسلم عن عائشہ رضہ اُمّ المومنین۔

مکّہ سے باہر چلے جاتے۔ اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا۔ اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایّام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ اور قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ انہیں فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمّٰے ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے سارے عرب میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بیحرہ بن فراس تھا۔ اُس نے دعوتِ اسلام سُن کر نبی صلے اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا۔ بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آجائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "یہ تو خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہیگا میرے بعد اُسے مقرر کریگا"۔ بیحرہ بولا۔ "خوب! اسوقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تیرا کام بنجائے تو مزے کوئی اَور اُڑائے۔ جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضورؐ کے رفیقِ طریق ابو بکرؓ صدیق تھے؛

سوید بن صامت کا ایمان لانا انہی ایام میں نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو سوید بن صامت ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے دعوتِ اسلام فرمائی، وہ بولا۔ "شاید آپکے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے"۔ نبی صلعم نے پوچھا "تمہارے پاس کیا ہے"؟ وہ بولا "حکمتِ لقمان"۔ نبیؐ نے فرمایا "بیان کرو"۔ اُس نے کچھ عُمدہ اشعار اپنے سنائے۔ نبیؐ نے فرمایا "یہ اچھا کلام ہے۔ لیکن میرے پاس قرآن ہے جو اس سے افضل تر ہے۔ اور ہدایت و نُور ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے قرآن سُنایا۔ اور وہ بے تامّل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج

نے اُسے قتل کر ڈالا[۱]۔

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابو الحیشر انس بن رافع مکہ آیا۔ اسکے ساتھ بنی عبد الاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم اُن کے پاس گئے اور جاکر فرمایا:۔

"میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبود ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے۔" وہ بولے "ایسی کیا چیز ہے"؟ فرمایا" میں اللہ کا رسول ہوں۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہوں۔ بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں۔ اور شرک نہ کریں۔ مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے۔" پھر اُن کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے۔ اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سُنتے ہی بولا" اے قوم میری! بخدا یہ تمہارے لئے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لئے تم یہاں آئے ہو۔"

انس بن رافع نے کنکریوں کی مُٹھی بھر کر اُٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چُپ رہ۔ ہم اس کام کے لئے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگِ بعاث سے جو اَوس و خزرج میں ہوئی، پہلے کا ہے ایاس واپس جاکر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اسکی زبان پر تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے اُسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا[۲]۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا۔ اور عرب کا مشہور

---

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۲ء [۲] طبری صفحہ ۱۲۳۴ء

افسوں گر تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ محمدؐ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اُس نے قریش سے کہا کہ مَیں محمدؐ کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ اور کہا "محمدؐ! آؤ تمہیں منتر سناؤں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سُن لو۔ پھر آنحضرتؐ نے اُسے سنایا:۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لآ الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ امابعد	"سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے خدا راہ دکھاتا ہے۔ اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھائے۔ اُس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے۔ کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے۔

اُسکا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اسکے بعد مدعا یہ ہے۔"

ضماد نے اسی قدر سُنا تھا بول اُٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سُنا دیجئے۔ دو تین دفعہ اُس نے انہی کلمات کو سُنا۔ اور پھر بے اختیار بول اُٹھا میں نے بہتیرے کاہن دیکھے اور ساحر دیکھے، شاعر سُنے لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سُنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں[1]۔

معراج

۲۷۔ رجب ۱۰ سنہ نبوت کو معراج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر کرائی۔

---

[1] صحیح مسلم۔

اوّل مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بنکر جماعت انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرائی اور انبیاء سے اُن کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہےٰ اور بیت معمور تک پہنچے۔ اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہُوا۔ اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے[1]۔

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں[2]:۔

واسری بہ الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرۃ المنتہیٰ والی ماشاء اللہ وکل ذٰلک بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ ولکن ذٰلک فی موطن ہو برزخ بین المثال والشہادۃ جامع احکامہا فظہر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ تک پھر سدرۃ المنتہےٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا۔ سیر کرائی گئی یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا۔ لیکن یہ ایک مقام ہے۔ جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر رُوح کے احکام ظاہر ہوئے۔ اور رُوح

---

[1] علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ و معاویہؓ و امام حسنؒ بصری سے مروی ہے کہ اسریٰ رُوح مبارک کو ہُوا تھا۔ اور جسم مبارک اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہُوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں۔ کہ اسراء رُوحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراء رُوحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن و رُوح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد صنہ۳۔ واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آجکل ہیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدمی اُڑ رہے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے۔ کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالتِ بیداری تھی۔ (محمد سلیمان)

[2] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۷۔

الروحية اجسادًا ولذلك بان لكل واقعة
من تلك الوقائع تعبير
اما شق الصدر وملأه ايمانا
فحقيقته غلبة انوار الملكية
والطفاء لهب الطبيعة وخضوعها
لما يفيض عليها من خطيرة القدس
واما ركوبه على البراق فحقيقته استواء
نفسه النطقية على نسمته التي هي
الكمال الحيواني فاستوى راكبًا على البراق
كما غلبت احكام نفسه النطقية على
البهيمية وتسلط عليها
واما سرائه الى المسجد الاقصى
فلانه محل ظهور شعائر الله و
متعلق همم الملاء الاعلى ومطمح
انظار الانبياء عليهم السلام
فكانه كوّة الى الملكوت
واما ملاقاته مع الانبياء
صلوات الله عليهم ومفاخرته
معهم فحقيقتها اجتماعهم من

اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے
ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے؛
(۱) "صدر کا چاک کرنا۔ اُسے ایمان سے بھر دیا جانا"
اس کی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا؛ اور
شعلہ طبیعت کا بجھ جانا۔ اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے
طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اس کے لئے مطیع بنجانا؛
(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے۔ کہ نفس
ناطقہ نسیمہ پر جو کمال حیوانی ہے۔ غالب آجائے۔
پس آنحضرتؐ براق پر ایسی ہی خوبی سے سوار ہوئے
جیسا کہ حضورؐ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ
پر غالب اور متسلط تھے؛
(۳) مسجد اقصےٰ تک سیر اس لئے ہے۔ کہ وہ
شعائرِ اللٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاءِ اعلےٰ کی
ہمتیں اس سے متعلق ہیں۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام
کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی
جانب ایک روزن ہے؛
(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات
اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ خطیرۃ القدس
سے ان کو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے۔ اور

حیث ارتباطهم بحظیرة القدس
وظهور ما اختص به من بینهم
من وجوه الکمال

واما رقیة الی السموات سماءً
بعد سماءٍ فحقیقته الانسلاخ
الی مستوی الرحمٰن منزلة بعد
منزلة - ومعرفته حال الملٰئکة
الموکلة بها ومن الحق بهم
من افاضل البشر والتدبیر الذی
اوحاه الله فیها والاختصام
الذی یحصل فی ملاءها ؛

واما بکاء موسٰی فلیس بحسد
ولکن مثال لفقده عموم الدعوة
وبقاء کمال لم یحصله مما هو
فی وجهه -

واما السدرة المنتهٰی فشجرة الکون
وترتب بعضها علی بعض وانجماعها
فی تدبیر واحد کانجماع الشجر
فی الغاذیة والنامیة ونحوها

پھر ان اجماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم سے ظہور ہؤا ہے۔

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی رحمٰن کی طرف جانا ہے۔ نیز احوالِ ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نیز ملائکہ اور نسلِ انسانی کے اُن بزرگوں کے احوال کی شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ نیز اُس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربّانی سے بتائی گئی۔ نیز اُن اُمور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں ؛

(۶) واضح ہو کہ گریہ موسٰے سے حسد کا اظہار مراد نہیں۔ بلکہ اظہار اس امر کا ہے۔ کہ اُن کی رسالت تمام دنیا کیلئے عام نہ تھی۔ اور اسطرح ایک کمال باقی تھا۔ جو حضرت موسٰی کو حاصل نہ تھا ؛

(۷) سدرۃ المنتہٰی درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب۔ اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں۔ جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان

ولم تتمثل حیواناً لان التدبیر الجمل الاجمالی الشبیهة للسیاسة الکلی افراده وانما اشبه الاشیاء به الشجرة دون الحیوان فان الحیوان فیه قوی تفصیلیة و الارادة فیه اصرح من سنن الطبیعة۔

سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تدبیر کلّیہ اجمالیہ جو سیاست کلّیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے۔ اور اسی لئے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک ہی تنہ پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتّے ہوتے ہیں۔ اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں۔ اور قوۃ ارادہ بھی ہے اور یہ سُنن طبعیہّ سے زیادہ صریح ہیں۔"

واما الانہار فی اصلہا رحمة فائضة فی الملکوت خذ والشہادة وحیوة وانما فلذلك تعین ھنالك بعض الامور النافعة فی الشہادة کالنیل والفرات

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے۔ جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں اسی لئے ظاہرا چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعیّن کیا گیا ہے۔

واما الانوار التی غشیتہا فتدلیات الٰہیّة وتدبیرات رحمانیة تلعلعت فی الشہادة حیث ما استعدت لہا

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اُسے ڈھانپ لیا تھا۔ یہ وہ تدلّیات رحمانی اور تدبیراتِ الٰہیّہ ہیں۔ جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں۔ جہاںتک اس عالم میں اُن کی استعداد پائی جاتی ہے۔

واما البیت المعمور فحقیقتہ

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلّی ہے۔

التجلی الالٰہی الذی یتوجہ الیہ سجدات البشر و تضرعاتہا یتمثل بیتاً علیٰ حذو ما عندھم من الکعبۃ و بیت المقدس

جس کی طرف بندگانِ خدا کی دُعاؤں اور سجدوں کا رُخ ہوتا ہے۔ اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے؂

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمر فاختار اللبن فقال جبریل ھدیت للفطرۃ ولو اخذت الخمر لغوت امتك فکان ھو صلی اللہ علیہ وسلم جامع امتہ ومنشاء ظھورھم وکان اللبن اختیارھم الفطرۃ والخمر اختیارھم لذات الدنیا؂

(۱۱) شبِ معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے سامنے ایک برتن دُودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا۔ اور آنحضرتؐ نے دُودھ کو پسند فرمایا۔ اور جبریل نے بتلا دیا۔ کہ آپ نے فطرتِ اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے۔ تو آپ کی اُمّت بھٹک جاتی دیکھو نبی صلعم اپنی اُمّت کو فطرت پر جمع کرنیوالے تھے۔ اور دوُدھ سے مراد یہی ہے۔ کہ اُمّت فطرت کو پسند کرے۔ اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذّاتِ دنیا کو پسند کرے۔[1]

[1] اکثر مصنّفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الملل والامم" میں ابتدائے نبوّت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ انکی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شبِ معراج میں ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرے مسلمان اسی وقت سے برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکر متاخر رہ سکتا ہے؂ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدّث دہلوی متوفیّ ۱۰۵۱ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت صہ ۱۳۶)
(باقی حاشیہ صہ ۹۷ پر)

وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب - ثم اوضح اللہ مرادہ تدریجاً - لیعلم ان الحرج مدفوع وان النعمۃ کاملۃ وتمثل ھذا المعنیٰ مسنداً الی موسیٰ علیہ السلام فانہ اکثر الانبیاء معالجۃ للامۃ ومعرفۃ بسیاستھا؛

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہؤا - یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں گویا ربّ کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے - اور ہرج اور مرج اُٹھا دیا گیا ہے - یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے - کیونکہ جناب ممدوح اُمت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست اُمت کی شناخت میں اکثر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں؛

طفیل بن عمر دَوسی کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو مکّہ میں آیا - یہ قبیلہ دَوس کا سردار تھا - اور نواحی یمن میں اُن کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی - طفیل بذاتِ خود شاعر و دانشمند شخص تھا - اہل مکّہ نے آبادی سے باہر جا کر اُسکا استقبال کیا - اور اعلیٰ پیمانہ پر اسکی خدمت اور تواضع کی - طفیل کا اپنا بیان ہے " مجھے اہلِ مکّہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا - اسے جادو آتا ہے - جادو سے باپ، بیٹے، زن و شوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے - ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں - اور شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں - کوئی اشکال نہیں رہ جاتا "

کام ابتر کر دیئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ ہماری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے اس لیئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے۔ کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اسکی بات سُننا، اور نہ خود بات چیت کرنا"

"یہ باتیں اُنہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو رُوئی (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت یہ تھی کہ اُن کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے، اس لیئے میں نے سُنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اُسوقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں۔ اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کونسی روک ہے کہ میں اُس کی بات نہ سُنوں۔ اچھی بات ہوگی، تو مانوں گا، ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھیر گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے۔ تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ مکّہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے، پنبہ در گوش رہنے۔ اور آج حضورؐ کی زبان سے کچھ سُن پانے کا کہہ سُنایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سُنایئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سُنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو"

الغرض طفیل اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق اور ناگوار گذرا[۱]۔

[۱] ... [illegible]

ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابُوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی۔ اُنہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم جاؤ، مکّہ میں اُس شخص سے مل کر آؤ۔

انیس برادر ابُوذرؓ ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتایا کہ میں نے محمدؐ کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

ابُوذر بولے۔ اتنی بات سے تو کچھ تسلّی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکّہ پہنچے حضرت ابُوذرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی۔ اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے۔ علیؓ مرتضیٰ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابُوذرؓ بولے ہاں۔ علیؓ مرتضیٰ نے کہا۔ اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علیؓ مرتضیٰ نے کچھ پوچھا، نہ ابُوذرؓ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی ابُوذرؓ پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علیؓ مرتضیٰ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابُوذرؓ بولے۔ ہاں۔ علیؓ مرتضیٰ پھر ساتھ لے گئے۔ اب اُنہوں نے پوچھا۔ تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابُوذرؓ نے کہا۔ راز رکھو، تو میں بتا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

ابُوذرؓ نے کہا۔ میں نے سُنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ

بنا تا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لیکر نہ گیا۔ اس لئے خود آیا ہوں ؛

علی رضؓ مرتضیٰ نے کہا۔ تم خوب آئے اور خوب ہؤا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہو گا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں ؛

الغرض ابوذر رضؓ علی رضؓ مرتضیٰ کے ساتھ خدمتِ نبوی میں پہنچے اور عرض کیا۔ مجھے بتا یا جائے کہ اسلام کیا ہے ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ اور ابوذر رضؓ اُسی وقت مسلمان ہو گئے ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذر رضؓ۔ تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو۔ اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے۔ تب آجانا۔ ابوذر رضؓ بولے۔ بخدا۔ میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤنگا۔ اب ابوذر رضؓ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انہوں نے سب کو سُنا کر بآوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا۔ اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کے لئے مجھے مارنا شروع کیا۔ عباس رضؓ آگئے۔ اُنہوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا۔ کمبختو۔ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن اُنہوں نے پھر سب کو سُنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا۔ اور عباس نے اُن کو چھڑا دیا۔ وہ اپنے وطن کو چلے آئے[۵] ؛

---

[۵] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المناقب مدارج النبوۃ میں ہے۔ کہ ابوذر رضی اللہ عنہ (باقی صفحہ ۱۰۱ پر)

اسبابِ ہجرت

سنہ ۱۱ نبوت کے موسمِ حج کا ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ[1] پر لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ اس آواز پر خدا کا نبی ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے[2] اور یثرب سے آئے تھے۔ انکے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ اُن کی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بُتوں سے اُن کو نفرت دلائی۔ نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور بُرائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر اُن کے دلوں کو روشن فرمایا یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن انہوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سُنا تھا۔ کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے[3]۔ اس تعلیم سے وہ اُسی وقت ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دینِ حق کے سچے منادی بن گئے؛

"وہ نبی" وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سناتے تھے۔ کہ وہ[4] نبی جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آگیا۔ ہمارے کانوں نے اُس کا کلام سُنا۔ ہماری آنکھوں نے اُس کا دیدار کیا۔ اور اُس نے ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دُنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے؛

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰) قریباً ایک ماہ تک آبِ زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی تو ند نکل آئی؛ [1] یہ مقام الحرا اور منیٰ کے درمیان واقع ہے؛

[2] ابو[1] امامہ اسعد بن زرارہ، عوف[2] بن الحارث، رافع[3] بن مالک، قطبہ[4] بن عامر بن حدیدہ، عقبہ[5] بن عامر بن نابی، سعد[6] بن ربیع (الاستیعاب) [3] زاد المعاد صفحہ ۳۰۲ جلد ۱؛

[4] ناظرین لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کے لئے انجیل یوحنا باب اوّل کو ۱۹ سے ۲۸ درس (باقی بر صفحہ ۱۰۲)

بیعت عقبہ اولیٰ

ان لوگوں کے بشارت لیجانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال ۱۲ سنہ نبوت میں یثرب کے بارہ[1] باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولتِ ایمان حاصل کی۔

ان لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:۔

بیعت کی شرطیں (۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے۔ اور کسی کو اُسکا شریک نہیں بنائیں گے۔

(۲) ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔

(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

(۴) ہم کسی پر جھُوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔

(۵) ہم نبیؐ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرتؐ نے اُن کی تعلیم کے لئے مصعبؓ بن عمیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱) تک پڑھیں۔ یوحنا (یحییٰ) نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں ۲۱۔ اُنہوں نے پوچھا کیا تو الیاسؑ ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو "وہ نبی" ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا کہ علمائے یہود اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد و ظہور کے منتظر تھے۔ (۱) الیاسؑ (۲) مسیحؑ (۳) "وہ نبیؑ" انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتایا۔ اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں "وہ نبی" اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرتؐ" کے خطاب سے یاد کئے گئے ہیں۔ اگر آں حضرتؐ "وہ نبی" نہیں تو پادری بتائیں کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہوا؟

[1] ابو اُمامہ، عوفؓ بن الحارث، رافعؓ بن مالک، قطبہؓ بن عامر، عقبہؓ بن عامر، معاذؓ بن حرث، ذکوانؓ بن عبد قیس، خالدؓ بن مخلد، عبادہؓ بن صامت، عباسؓ بن عبادہ، ابو الہیثمؓ، عویمؓ بن ساعدہ۔

مصعب بن عمیرؓ

کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیرؓ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب اُن کو اسلام کی طفیل رُوحانی عیش حاصل ہوا تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو اُنھوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دینِ حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں اُنکے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے ؎

بیعتِ عقبۂ ثانیہ

مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زرارہؓ کے گھر جا کر اُترے تھے۔ اور اُن کو مدینے والے اَلْمُقْرِیْ[۱] (پڑھانے والا۔ اُستاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعبؓ و اسعدؓ اور چند مسلمان بئرِ مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لئے کہ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے ؎

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے۔ اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اُنہیں بھی خبر ہوئی۔ سعد بن معاذ نے اُسید بن حضیر سے کہا ؎

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ انہیں جھڑک دو اور کہدو کہ ہمارے محلّوں میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لئے خاموش ہوں کہ اسعدؓ میری خالہ کا بیٹا ہے"

اُسید بن حضیر اپنا ہتھیار لیکر روانہ ہوا۔ اسعدؓ نے مصعبؓ کو کہا۔ دیکھو یہ قبیلے کا

---

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۵ ؎

سردار آ رہا ہے۔ خدا کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعبؓ نے کہا کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اُس سے ضرور کلام کرونگا۔ اتنے میں اُسید آ پہنچا۔ اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا۔ اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو بہلانے آئے ہو۔

مصعبؓ کے وعظ پر اُسید کا ایمان لانا

مصعبؓ نے کہا۔ کاش۔ آپ بیٹھ کر کچھ سُن لیں۔ اگر پسند آئے۔ قبول فرمائیں۔ ناپسند ہو تو اُسے چھوڑ جائیں۔ اُسید نے کہا۔ خیر۔ کیا مضائقہ ہے۔ مصعبؓ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے۔ اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سُنایا۔ اُسید نے سب کچھ چپ چاپ سُنا۔ بالآخر کہا۔ ہاں یہ تو بتاؤ۔ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو تم کیا کرتے ہو۔

اُنہوں نے کہا۔ نہلا کر۔ پاک کپڑے پہنا کر، کلمۂ شہادت پڑھا دیتے۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اُسید اُٹھا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور نفل ادا کئے۔ پھر کہا۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہیگا۔ اور میں ابھی جا کر تمہارے پاس اُسے بھیجدیتا ہوں۔ اُسید یہ کہکر چلا گیا۔ ادھر سعد بن معاذ اُس کے انتظار میں تھا۔ دُور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا، دیکھو۔ اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اُسید آ بیٹھا۔ تو سعد نے پوچھا، کہ کیا ہوئی؟ اُسید بولا۔ میں نے اُنہیں سمجھا دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے منشا کے خلاف کچھ نہ کرینگے۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے تھے۔ اور وہ اسعدؓ بن زرارہ کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سُنکر سعد بن

مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا

معاذ غصہ میں بھر گیا۔ اور اپنا حربہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اُسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اسکے بھائی کو نہ مار ڈالیں۔ اُس نے چلتے وقت یہ بھی

کہا۔ کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے۔ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعبؓ و اسعدؓ دونوں باطمینان بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد سمجھا کہ اُسید نے مجھے اُنکی باتیں سننے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی انہیں گالیاں دینے لگا۔ اور اسعد کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی۔ تو تمہاری کیا مجال تھی۔ کہ ہمارے محلے میں چلے آتے اسعد نے مصعب سے کہا۔ دیکھو۔ یہ بڑے سردار ہیں۔ اور اگر ان کو سمجھا دو۔ تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا۔ آئیے، بیٹھ جائیے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے۔ تو قبول فرمائیے۔ ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ اور قرآن مجید بھی سُنایا۔ آخر سعد نے بھی وُہی سوال کیا۔ جو اُسید نے کیا تھا الغرض سعد اُٹھا، نہایا، کپڑے دھوئے۔ کلمہ پڑھا۔ نفل ادا کئے۔ اور ہتھیار لیکر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:۔

اے بنی عبدالاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا۔ تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے، تمہاری تلاش بہت اعلیٰ ہوتی ہے۔

سعد بولا۔ سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اُس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے۔

| تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہؤا | اس کے کہنے کا اثر یہ ہؤا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا۔ اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔

مصعبؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل

گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال ۱۳ سنہ نبوت میں ۷۳ مرد۔ ۲ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یثرب کے اہلِ ایمان نے اس لئے بھی بھیجا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور نبی ؐ سے منظوری حاصل کریں؛

یہ راستبازوں کا گروہ اُسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا۔ اور خدا کا برگزیدہ رسولؐ بھی اپنے چچا عبّاس کو ساتھ لئے ہوئے وہاں جا پہنچا؛

حضرت عبّاسؓ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اسوقت ایک بات کام کی کہی۔ اُنہوں نے کہا لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم اُن سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو۔ تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا سُرخ و سیاہ لڑائیوں[۲] کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو؛

ان راستبازوں نے عبّاسؓ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضورؐ کچھ ارشاد فرمائیں؛

عقبہ ثانیہ پر آنحضرتؐ کا وعظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خدا کا کلام جو خدا کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھ کر سُنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے؛

اب سب لوگوں نے عرض کی۔ کہ خدا کا نبیؐ ہمارے شہر میں چل بسے۔ تاکہ ہمیں

---

[۱] طبری صفحہ ۱۲۲۴؛

[۲] سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے؛

پورا پورا فیض حاصل ہو سکے ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے ؟

(۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں۔ کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے ؟

ایمان والوں نے پوچھا۔ ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے[۱] گا ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے)؛

ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ۔ یہ تو ہماری تسلّی فرما دیجئے۔ کہ حضورؐ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہو گا؛

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقانِ صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعتِ اسلام کرنے لگے[۲]۔ براء بن معرورؓ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی ؛

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا۔ اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا۔ لوگو! آؤ۔ دیکھو کہ محمدؐ اور اسکے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عبّاس بن عبادہؓ نے کہا۔ اگر حضورؐ کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکّہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر

---

[۱] دیکھو پطرس کا سوال مسیحؑ سے۔ متی ۱۹-۲۷ ؛

[۲] وہ نوشتہ پورا ہوا۔ کہ "نور تاریکی میں چمکتا ہے"۔ انجیل یوحناہ باب ۱ ؛

دکھا دیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں[۱]؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ[۱۲] نقیب

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ۱۲ اشخصوں کا انتخاب کیا۔ اور اُن کا نام نقیب رکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسٰیؑ بن مریمؑ نے اپنے لئے ۱۲ اشخصوں کو چُن لیا تھا۔ اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ تم اہل یثرب میں جاکر دین کی اشاعت کرو۔ مکّہ والوں میں مَیں خود یہ کام کروں گا؎

ان کے نام یہ ہیں :۔

قبیلہ خزرج کے ۹۔ اسعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن ربیع۔ منذر بن عمرو۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براٗ بن معرور۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ؎

قبیلہ اَوس کے تین۔ اُسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ۔ ابُوالہیثم بن تیہان[۲]؎

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یثرب کی تلاش

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

میں نکلے۔ لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ کو وہاں پایا۔ منذرؓ تو بھاگ گیا اور اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ مگر سعد بن عبادہؓ کو انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کی سواری کے اُونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکّہ میں لاکر اُسے مارتے۔ اور اُس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہؓ وہی ہیں۔ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ۱۲۔ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھیرایا تھا۔ اُنکا اپنا بیان

[۱] زاد المعاد جلد ۱۔ صفحہ ۳۰۴؎ [۲] الاستیعاب ۱۲؎

ہے کہ جب قریش انہیں زدوکوب کر رہے تھے۔ تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہو سکتی ہے۔ تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آگیا تو اُس نے نہایت زور سے منہ پر طمانچہ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آگیا۔ کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے اُمیدِ خیر کی جا سکے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اُس نے میرے حال پر ترس کھایا۔ اور کہا۔ کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حقِ ہمسائگی حاصل نہیں۔ اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں۔ وہ تجارت کے لئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں۔ اور میں نے بارہا اُن کی حفاظت کی ہے۔ اُس نے کہا کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دُہائی تجھے دینی اور اپنے تعلّقات کا اعلان کرنا چاہیئے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا۔ اور انہیں بتایا۔ کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے! اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔ اس نے بتایا۔ سعد بن عبادہؓ۔ وہ بولے ہاں۔ اُس کا ہم پر احسان بھی ہے۔ اُنہوں نے آکر سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیا۔[1]

---

[1] سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اسلام کیساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش، ضرر جسمانی و نقصان مالی کی آزمائش وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں پر پُورا اُترتا ہے۔ تب وہ خدا کے اس ابدی وعدے کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ جو قرآن اور انجیل اور توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے۔ کہ اس کی دُنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام (باقی صفحہ ۱۱۱ پر)

مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنے کی اجازت مل گئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو ابھی مکہ سے باہر نہیں گئے تھے۔ لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے۔ کہ پیارا وطن اُن کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش و اقارب، باپ بھائی۔ زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پُوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت میں دشواریاں

ہجرت کرنے والوں، اور گھر چھوڑ کر جانے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا۔

(۱) صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے۔ تو کفار نے اُنہیں آگھیرا۔ کہا۔ صہیبؓ! جب تُو مکہ میں آیا تھا۔ تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھیر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے۔ کہ سب مال و زر لیکر چلا جائے یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیبؓ نے کہا۔ اچھا۔ اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں۔ تب مجھے تم جانے دوگے؟

قریش بولے، ہاں۔

حضرت صہیبؓ نے سارا مال اُنہیں دیدیا۔ اور یثرب کو روانہ ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنکر فرمایا کہ اس سودے میں صہیبؓ نے نفع کمایا۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) کے شیریں ثمر ثابت ہوئے، یہ کہہ سکتا ہے کہ بزورِ شمشیر مسلمان کیئے گئے تھے؟ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزورِ شمشیر مسلمان کیا کرتے تھے؟

[۱] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۸۔ حضرت صہیبؓ نے شوال ۳۸ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ میں وفات پائی۔

(۲) حضرت امِّ سلمہؓ کہتی ہیں۔ میرے شوہر ابُو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے۔ تو بنو مغیرہ نے آکر ابُو سلمہؓ کو گھیر لیا۔ کہا تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبد الاسد بھی آگئے۔ اُنہوں نے ابُو سلمہؓ سے کہا کہ تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے تو نہیں لیجا سکتا۔ غرض اُنہوں نے ابُو سلمہؓ سے اُونٹ کی مُہار لیکر اُونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبد الاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کر لے گئے۔ اور بنو مغیرہ امِّ سلمہؓ کو لے آئے۔ ابُو سلمہؓ جو دین کیلئے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا، زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا۔ امِّ سلمہؓ روز شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی، پہنچ جاتی گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلّاتے گزر گیا۔ آخر اُن کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا۔ اور ہر دو قبائل سے کہ سُنکر امِّ سلمہؓ کو اجازت دلا دی۔ کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچّہ بھی اُن کو واپس دے دیا گیا۔ اُمِّ سلمہؓ ایک اُونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تنِ تنہا چل دیں[۱]۔

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا۔

(۳) حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے۔ کہ عیاشؓ اور ہشامؓ صحابی بھی اُن کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاشؓ بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے۔ مگر ہشام بن عاصیؓ کی بابت کفّار کو خبر لگ گئی۔ اُنکو قریش نے قید کر دیا۔ عیاشؓ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابُو جہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاشؓ اُن کے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینوں کی ایک ماں تھی۔

---

[۱] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۸۔

ابُوجہل و حرث نے کہا۔ کہ تمہارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اس نے قسم کھالی ہے۔ کہ عیاشؓ کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کرونگی، نہ سایہ میں بیٹھونگی اس لئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آجانا۔

عمر فاروقؓ نے کہا۔ عیاشؓ مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری اماں کے سر میں کوئی جُوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کرلے گی۔ اور مکّہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی۔ تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیئے۔

عیاشؓ بولے۔ نہیں میں والدہ کی قسم پُوری کرکے واپس آجاؤں گا۔

عمر فاروقؓ۔ اچھا۔ اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لئے میرا ناقہ لیجاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شُبہ گذرے تو تم اس ناقہ پر بآسانی اُن کی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔

عیاشؓ نے ناقہ لے لیا۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابُوجہل نے کہا۔ بھائی۔ ہمارا اُونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے۔ کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرالو۔ عیاشؓ بولا۔ بہتر۔ جب عیاشؓ نے ناقہ بٹھایا۔ تو دونوں بھائیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ مُشکیں کس لیں۔ اور مکّہ میں اسی طرح لیکر داخل ہوئے، یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو۔ بیوقوفوں احمقوں کو یُوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاشؓ کو بھی ہشامؓ بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضورؐ کی تمنّا پُوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ مکّہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شبا شب نکال کرلے گئے۔[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صـ۱۶۷ جلد اوّل۔

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جد و جہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا؛

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے۔ اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابو بکرؓ و علیؓ ہی باقی رہے۔ تو قریش مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ کے قتل کر دینے کا اچھا موقع ہے؛

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس؛

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لئے دار الندوہ میں خفیہ اجلاس ہؤا۔ دار الندوہ کو قصیؑ بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوانِ پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہؤا تھا۔ اور قریش کے مشہور مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور مشہور سردار موجود تھے؛

(۱) بنو عبد شمس میں سے شیبہ و عقبہ، فرزندانِ ربیعہ اور ابُوسفیان بن حرب،

(۲) بنو نوفل میں سے۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر؛

(۳) بنو عبد الدار میں سے۔ نضر بن حارث بن کلدہ؛

(۴) بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے۔ ابوالبختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام؛

(۵) بنو مخزوم میں سے۔ ابُوجہل بن ہشام؛

(۶) بنو سہم میں سے۔ بنیہ و منبہ فرزندانِ حجاج؛

(۷) بنو جمع میں سے۔ اُمیہ بن خلف[۱]

ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو۔ اور مکان کا دروازہ تیغہ کر دو۔ تاکہ یہ بھی زہیر و نابغہ شاعروں کی موت کا مزہ چکھتا ہوا مر جائے۔

بُوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہیگی۔ مسلمان اسے بھی چھڑا لے جائیں گے۔ اور طاقت پاکر تمہیں بھی فنا کر دیں گے۔

دوسرا بولا۔ ایک سرکش اُونٹ پر بیٹھا کر ہم اُسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے۔ کہیں رہے۔ جیئے خواہ مرے۔

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمدؐ کی دلآویز باتوں کو بھُول گئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ وہ جس سے بات کرتا ہے۔ اسی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابُو پا لیتا ہے۔ جہاں جائیگا۔ وہیں کے باشندے اسکے ساتھ لگ جائینگے۔ اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبیؐ کے قتل کی تدبیر قاتلوں کے انتخاب کا طریق

آخر ابو جہل نے ایسی تدبیر بتائی۔ جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی:۔

(۱) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے۔

(۲) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں۔

---

[۱] قرآن مجید میں ہے۔ یکیدون کیدًا واکید کیدًا۔ فمہل الکٰفرین امہلہم رویدًا۔ وہ تدبیریں کرتے ہیں اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجئے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھئے۔ کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے تھے۔ اور تین ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام جو قتل سے بچے۔ وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

(۳) جب محمدؐ صبح کی نماز کے لئے باہر نکلے۔ اُس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اُس پر وار کریں؛

اس تدبیر کا فائدہ یہ بتایا گیا۔ کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہونگے۔ اُسکا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکیگا۔ اور نہ محمدؐ کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اُٹھا سکیں گے؛

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربّانی حمایت کو دیکھئے۔ کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اُسوقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا۔ "تم میرے بستر پر میری چادر لیکر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کرسکیگا۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بیفکری سے مزے کی نیند سو رہے! ور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا۔ اور اُن دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰس پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا۔

یہ واقعہ ۲۷۔ صفر ۱۳ سنہ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲۔ ستمبر ۶۲۱ء) کا ہے؛

خدا کا نبیؐ پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اُنھوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے اپنا کمربند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا۔ اُسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ نکیلے پتھر

لہ خدا کے برگزیدہ نبی داؤدؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کے بچ رہا میکل نے ایک پتلا پلنگ پر لٹا رکھا۔ اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ۔ اور اوپر سے چادر اُڑھا دی۔ اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤدؑ کے پکڑنے کو بھیجے۔ تو یہ بولی کہ وہ بیمار ہے الخ کتاب السموئیل ۱۲۔۱۳۔۱۴ ادرس ۱۹ باب؛

نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے۔ اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی،
ابوبکرؓ نے نبی صلعم کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے۔ ابوبکرؓ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے
پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کیئے۔ اور پھر عرض کیا کہ حضور بھی تشریف لے آئیں،
صبح ہوئی۔ حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب
جا کر انہیں پہچانا۔ پوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے؟ علیؓ نے جواب دیا، مجھے کیا خبر، کیا میرا
پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت
سے علیؓ پر پل پڑے۔ اُن کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے۔ اور تھوڑی دیر تک
حبس بیجا میں رکھا۔ آخر چھوڑ دیا[1]،
اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابوبکرؓ باہر نکلی۔
ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔ وہ بولی۔ بخدا مجھے معلوم نہیں،
بدزبان و درشت خو، ابوجہل نے ایسا تپانچہ کھینچکر مارا۔ کہ اسماء کے کان کی
بالی نیچے گر گئی[2]

ایک لڑکی کی ایمانی قوّت ہجرت سے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء
بنت ابوبکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اُٹھا لے
گئے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ[3]
نے کہا۔ بیٹی۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ابوبکرؓ نے تم کو دُہری تکلیف میں ڈال دیا ہے۔

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۵۔ [2] طبری صفحہ ۲۴۷۔
[3] ابوقحافہ اسوقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے۔ کہ اُن کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں،

وہ خود بھی چلا گیا۔ اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا۔

اسماءؓ بولی۔ نہیں دادا جان۔ وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔ اسماءؓ نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا۔ اور جس گڑھے میں روپیہ ہؤا کرتا تھا وہاں رکھ دیا۔ اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابو قحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو۔ کہ مال موجود ہے۔ بُوڑھے نے اُسے ٹٹولا۔ اور پھر کہا۔ خیر۔ جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے۔ تو اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا ہے۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بُوڑھے دادا صاحب کے اطمینان قلب کے لئے کی تھی۔ ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے) ساتھ لے گئے تھے[1]۔

یہ چاند اور سورج دونوں تین[2] روز تک اسی غار میں رہے۔ رات کی تاریکی میں اسماءؓ بنتِ ابوبکرؓ گھر سے روٹی دے جاتی۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ اہل مکہ کی باتیں سُنا جاتا[3]۔ عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا۔ اور جس کے پاس ابوبکرؓ

غار کا قیام کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدرِ ضرورت لے لیتے[4]۔ اور وہ پھر ریوڑ سے آنیوالوں کے نقشِ قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا۔

خدا نے ابوبکرؓ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ ان اللہ معنا فرما کر جس معیّتِ الٰہی میں نبیؐ واصل تھے۔ اسی میں ابوبکرؓ کو بھی شامل کر دیا۔

---

[1] ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۷۳۔ [2] یونتن نبی نے داؤد کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تُو وہاں جائیو۔ اسموئیل باب ۲۰۔ درس ۱۹۔ [3] ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۷۰۔
[4] بخاری عن عائشہ رضؓ۔ کتاب المغازی صفحہ ۱۶ و باب ہجرت۔

غار سے روانگی چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اُونٹنیاں آگئیں۔ جن کو اسی سفر کے لئے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے۔ اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاوّل روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔

ہجرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کی سنت کو پُورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السّلام کی ہجرت کے واقعات بائیبل میں موجود ہیں۔ نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الٰہی کی معیّت کا ظہور ہوُا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیلِ راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا۔ جب حضورؐ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحلِ بحر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے۔ تب سراقہ بن جعشم نے حضورؐ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی جو سراقہ کا برادر زادہ ہے، بیان کرتا ہے۔

سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا۔ کہ اُس کی نظر حضورؐ پر پڑ گئی۔ اُس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہوگیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بَل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اُٹھا، گھوڑی کو اُٹھایا۔ سوار ہوُا۔ پھر چلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لَو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے۔ کہ حضورؐ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع کی گئی۔ فرمایا۔ "الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا"۔ اِدھر جب الفاظِ مبارکہ زبان سے نکلے، اُدھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا،

اور سمجھ گیا کہ حفاظتِ الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اُس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی۔ امان دیگئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کی کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہونگا۔ پھر اُس کی درخواست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے اُسے خطِ امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا[۱]۔

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گذر خیمہ اُم معبد پر ہوُا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور اُن کی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ بسر راہ پانی پلایا کرتی تھی۔ اور مسافر وہاں ٹھیر کر سستایا کرتے تھے۔

یہاں پہنچکر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی، نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی۔ تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

خیمہ اُم معبد پر آنحضرتؐ کا آرام لینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ اُم معبد نے کہا "کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اجازت ہے کہ ہم اسے دوھ لیں"؟

اُم معبد نے کہا "اگر حضُور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوھ لیجئے"۔

---

[۱] صحیح بخاری۔ سراقہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کنانی ہے۔ علاقہ رابغ پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ واقعہ اُحد کے بعد مسلمان ہوُا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوُا۔ اور کسرےٰ کا تاج اور مرصع زیورات فاروقؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ تو امیر المومنینؓ نے سراقہ کو بلایا۔ اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسریٰ پہنا دیئے۔ اور زبان سے فرمایا "اللہ اکبر۔ اللہ کی بڑی شان ہے۔ کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا۔ وہ ایسا بھر گیا۔ کہ دُودھ اُچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دُودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری دفعہ پھر برتن بھر آگیا۔ اور وہ ام معبد کیلئے چھوڑ دیا گیا۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دُودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا۔ اور یہ دُودھ اُس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحبِ قریش معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا ذرا تم اُس کی توصیف تو کرو۔

ام معبد بولی:۔

حُلیہ مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(ام معبد نے آنحضرت صلعم کا حلیہ یوں بیان کیا)

ظاھر الوضاءۃ۔ ابلج الوجہ حسن الخلق۔ لم تعبہ ثجلۃ ولم تزر بہ صلعۃ وسیم۔ قسیم فی عینیہ دعج۔ وفی اشعارہ وطف وفی صوتہ صحل وفی عنقہ سطع احور۔ اکحل۔ ازج اقرن۔ شدید سواد الشعار۔ اذا صمت علاہ الوقار۔

پاکیزہ رُو۔ کشادہ چہرہ۔ پسندیدہ خو۔ نہ توندنکلی ہوئی۔ نہ چندیا کے بال گرے ہوئے۔ زیبا صاحبِ جمال۔ آنکھیں سیاہ و فراخ۔ بال لمبے اور گھنے۔

آواز میں بھاری پن۔ بلند گردن۔ روشن مردمک سرگین چشم۔ باریک و پیوستہ ابرو۔ سیاہ گھنگریالے بال۔ خاموش وقار کے ساتھ۔

وان تکلم علاہ البھا اجمل الناس وابھاھم من بعید واحسنہ واحلاہ من قریب حلو المنطق فصل لا تزر ولا ھذر کان منطقہ خرزات نظم یتحدرن ربعۃ لا یقحمہ عین من قصر ولا یشناء من طول غصن بین غصنین فھو انضر الثلثۃ منظرا واحسنھم قدرا لہ رفقاء یحفون بہ اذا قال استمعوا لقولہ واذا امر تبادروا الی امرہ محفود محشود لا عابس ولا متغد

گویا دل بستگی لئے ہوئے۔ دُور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا۔ تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی۔ میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اُس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ۔ زیبندہ منظر۔ والا قدر۔ رفیق ایسے کہ ہر وقت اُس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے۔ تو چُپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم مطاع۔ نہ کوتاہ سخن۔ نہ فضول گو۔"

یہ صفت سُن کر وہ بولا۔ کہ یہ تو ضرور صاحبِ قریش ہے۔ اور مَیں اُسے ضرور جا کر ملوں گا[1]"

نبوّت کے تیرہ (۱۳) سال مکّہ میں

سابقین و اوّلین کی شان جس طرح گزرے۔ اُن کا مختصر حال یہ تھا۔ جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۰۷ جلد اوّل۔ مکّہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرتؐ کو لوگ صاحبِ قریش کہتے تھے

بڑھی تھی۔ لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی۔ کہ ان ایمان لانیوالوں میں :-

(۱) علیؓ۔ ابو بکرؓ۔ عثمانؓ۔ عمرؓ کی شان کے بزرگوار تھے جنکی علمی فضیلت عملی کشش و طاقت۔ روشنضمیری اور برترین قابلیت کیسے اوصاف نے چاردانگ عالم کی رہنمائی کی؛

(۲) یا مصعب بن عمیر۔ جعفر طیار اور ابو علبیدہ بن الجراح کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے۔ جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا؛

(۳) یا عبداللہ بن مسعود و عبدالرحمٰن بن عوف کے منصب کے تھے۔ جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں؛

(۴) یا زبیر و طلحہ و عمار یاسر کے درجے کے۔ جن کی جان نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے؛

(۵) یا بلال۔ سمیہ۔ یاسر اور کعب۔ خباب کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا؛

(۶) یا سکران۔ شموس۔ ام حبیبہ و خنیس کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے لئے خویش و اقارب، وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی؛

(۷) یا لبید اور سوید بن صامت الملقب کامل و انیس برادر ابو ذر جیسے۔ فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پا لیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان۔ معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے؛

انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا۔ جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں؛

(۱) طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا۔ اور اس طفیل کے طفیل اُس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا؛

(۲) ابوذر غفاری۔ اُن کا بھائی اُنیس، اُن کی ماں۔ اور نصف قبیلہ غفار؛

(۳) عیسائیانِ نجران میں سے ۲۰ کس؛

(۴) ضماد الازدی یمن کا مشہور کاہن؛

(۵) قبیلہ بنی الاشھل؛

(۶) تمیم و نعیم اور کچھ باشندگانِ ملک شام؛

(۷) حبش کے بہت لوگ۔ وغیرہ۔

اثنائے راہ میں بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کو جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں بریدۂ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت کی گرفتاری پر ایک سو اُونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا۔ اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ اور حضورؐ سے ہمکلام ہونے کا موقع بھی ملا۔ تو بریدہ سترؔ آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا! اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی جسکا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھر پُور کرنیوالا تشریف لا رہا ہے؛

راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوام ملے۔ یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی اُن کے ساتھ تھا۔ اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچہ جات پیش کئے۔[1]

---

[1] بخاری عن عمارۃ ھجرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

قبا میں پہنچنا | ۸ - ربیع الاوّل ۱۳ نبوت روز دوشنبہ (۲۳ - ستمبر ۶۲۲ء) مطابق ۱۰ تشری ۴۳۸۳ یہود تھی کہ خدا کا نبی قبا میں پہنچ گیا - اہل یثرب نے جب سے سُنا تھا کہ آنحضرت صلعم نے مکہ چھوڑ دیا ہے - روز صبح سے سرِ راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے، اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہوجاتی، بیٹھے رہتے - یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے - کہ حضورؐ پہنچ گئے - اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہوگئے - اور خیر مقدم اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے، آفتابِ رسالت صلعم کے گرداگرد تو رخیز شعاعوں کی طرح جمع ہوگئے - اکثر مسلمان ایسے تھے - جنہوں نے ہنوز دیدارِ پُرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا - اُنہیں نبی اللہ اور حضورؐ کے رفیق ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہوجاتا تھا - حضرت صدیقؓ اُس ضرورت کو تاڑ گئے، اور سرِ مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہوگئے۔

خدا کا رسولؐ پنجشنبہ تک یہاں ٹھیرا - اور اس سہ روزہ قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں[۳] یہ کیا - کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیلئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیرِ خدا علیؓ مرتضیٰ بھی مکہ سے پاپیادہ سفر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے - حضرت علیؓ چند روز تک مکہ میں حسب ارشادِ نبوی صلعم اس لئے ٹھیر گئے تھے - کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت صلعم کے گھر میں موجود تھیں - وہ مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

---

[۱] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۴ھ

[۲] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۳] تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۱۵۲ جلد ۸ - مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

۱۲- ربیع الاوّل [۵] سلہ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا- یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا- یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا ؎

خُطبہ

خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اول جمعۃ جمعہا بالمدینۃ فی بنی سالم بن عوف

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہ و اومن بہ ولا اکفرہٗ و اعادی من یکفرہٗ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

ارسلہٗ بالھدیٰ والنور والموعظۃ علیٰ فترۃ من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر.... بنی سالم بن عوف میں حضورؐ نے پڑھا تھا-

حمد و ستائش خدا کے لئے ہے- میں اس کی حمد کرتا ہوں- مدد، بخشش اور ہدایت اُسی سے چاہتا ہوں- میرا ایمان اُسی پر ہے- میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا- اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں- میری شہادت یہ ہے- کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں- وہ یکتا ہے- اُس کا کوئی شریک نہیں- محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے-

اُسی نے محمدؐ کو ہدایت، نور اور نصیحت کیساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے- جبکہ مُدّتوں سے کوئی رسول دُنیا

[۵] مطابق ۲۷ دسمبر ۶۲۲ء زاد المعاد صفحہ ۲۵ میں ۱۲- ربیع کو دو شنبہ لکھا ہے- یہ غلط ہے ؎

الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ
من الناس وانقطاع من الزمان
ودنو من الساعۃ وقرب
من الاجل من یطع اللہ و
رسولہ فقد رشد ومن یعصہما
فقد غوی وفرط وضل ضلالا
بعیدا - اوصیکم بتقوی اللہ
فانہ خیر ما اوصی بہ المسلم
المسلم ان یحضہ علی الاخرۃ
وان یامرہ بتقوی اللہ -
فاحذروا ما حذرکم اللہ من
نفسہ ولا افضل من ذلک
نصیحۃ ولا افضل من ذلک
ذکرا - وان تقوی اللہ لمن عمل
علی وجل ومخافۃ من ربہ عون
صدق علی ما تبغون من الامر
الاخرۃ ومن یصلح الذی بینہ
وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ

پر نہ آیا۔ علم گھٹ گیا۔ اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اُسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہی راہ یاب ہے اور جس نے اُن کا حکم نہ مانا۔ وہ بھٹک گیا۔ ورجہ سے گر گیا۔ اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اُسے آخرت کے لئے آمادہ کرے۔ اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے اُن سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے۔ اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے۔ تقویٰ[1] بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کرے گا، اور ایسا کرنے میں اُس کی نیت خالص ہوگی۔ تو ایسا کرنا اُس کے لئے دُنیا میں ذکر اور موت کے بعد

[1] تقویٰ۔ اس نفسانی ملکہ کا نام ہے جو انسان کو منہیات و منکرات سے روک دیتا ہے۔ از محیط المحیط۔

لا ینوی بذلک الا وجه الله یکن له
ذکرا فی عاجل امره وذخرا فی ما بعد
الموت حین یفتقر المرء الی ما قدم۔
وما کان سوی ذلک یود لو
ان بینه وبینها امدا بعیدا و
یحذرکم الله نفسه والله رءوف
بالعباد
والذی صدق قوله وانجز
وعده لا خلف لذلک فانه
یقول عز وجل۔ ما یبدل القول
لدی وما انا بظلام للعبید۔
فاتقوا الله فی عاجل امرکم و
اٰجله فی السر والعلانیة فانه من
یتق الله یکفر عنه سیئاته ویعظم
له اجرا ومن یتق الله فقد فاز
فوزا عظیما وان تقوی الله یوقی
مقته ویوقی عقوبته ویوقی سخطه
وان تقوی الله تبیض الوجوه و
یرضی الرب ویرفع الدرجة

(جب انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا۔ (تو اُس کا ذکر اس آیت میں ہے)" انسان پسند کرے گا کہ اُس کے اعمال اُس سے دُور ہی رکھے جائیں۔ خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے"۔ اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا۔ اور اُس کے وعدوں کو پورا کیا۔ تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے"۔ ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی۔ اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے"۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو، کیونکہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں! (اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں۔ جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دُور کر دیتا ہے، یہ تقویٰ ہی ہے۔ جو چہرہ کو درخشاں۔ پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

خذوا حظکم ولا تفرطوا فی جنب الله - قد علمکم الله کتابہ ونھج لکم سبیلہ لیعلم الذین صدقوا ویعلم الکاذبین فاحسنوا کما احسن الله الیکم وعادوا اعداء الله وجاھدوا فی الله حق جہادہٖ ھو اجتباکم وسمّاکم المسلمین- لیھلك من ھلك عن بینۃٍ ویحییٰ من حیّ عن بیّنۃ و لا قوۃ الا بالله فاکثروا ذکر الله واعملوا لما بعد الیوم فانہ من یصلح ما بینہ وبین الله یکفہ الله ما بینہ وبین الناس ذلك بان الله یقضی علی الناس ولا یقضون علیہ ویملك من الناس ولا یملکون منہ - الله اکبر ولا قوۃ الا بالله العظیم[1]

مسلمانو! حظ اُٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔ خدا نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے۔ کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کردیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں اُنہیں دشمن سمجھو! ور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو۔ اور زندگی پانیوالا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لئے عمل کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کو درست کردیتا ہے۔ ہاں۔ خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے۔ اور اُس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے۔ اور بندوں کو اُس پر کچھ اختیار نہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔"

[1] تاریخ الامال والاُمم طبری رح۔

مدینہ کا داخلہ | نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہو گیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے، داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے، مرد، عورت، بچے، بوڑھے نورِ خدا کا جلوہ دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے تھے تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے۔ کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا؛

"اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے۔ کوہ فاران[1] سے آیا۔ اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی"۔

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اُس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں:۔

اشرق البدر علینا	اُن پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[3] الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا

[1] مجموعہ بائیبل میں جسقدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں۔ اُن میں مکہ کا نام فاران ہے۔ کیونکہ اس جگہ فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش ۲۱ باب درس ۲۱ میں ہے۔ "اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا"۔ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ "فاران مکہ کا نام ہے"۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد ۱۰ باب ۱۲ درس اور کتاب استثنائے ۳۳ باب ۲ درس میں بھی آیا ہے۔ اور ان سب حوالجات سے بصراحت ثابت ہے کہ فاران مکہ کا نام ہے۔

[2] کتاب یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ درس میں ہے کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے۔ مدینہ کا نام انبیائے سابق کی کتابوں میں سلع ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان سے ثابت ہے۔ کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی۔ وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے۔ جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے؛

[3] ثنیات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی بر صفحہ ۱۳۰)

وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعیٰ للہ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ وہی ہیں جنہوں نے سنہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ نبوت میں مکہ معظمہ پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں۔ جو مصعب بن عمیر یا ابن مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہوگئے تھے۔ بزرگ انصار[1] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی۔ اسلام کے ایسے فدائی، مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے۔ کہ جب کوئی مہاجر[2] ننگی تلواروں، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچاکر، بھوکا پیاسا مدینہ

(بقیہ صفحہ ۱۲۹) ثنیۃ البول، ثنیۃ الجابر، ثنیۃ مردان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیۃ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہانتک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ ۴۲-۱۱ میں ہے۔ "سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے"

[1] انصار کے معنی مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنیوالے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

[2] یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

"۱۳۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو"

"۱۴۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرتے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو"

"۱۵۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے، ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے، اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں" (باقی بر صفحہ ۱۳۱)

میں جا پہنچتا تھا۔ تو ہر انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لیجاتا مکان، اسباب، روپیہ، زمین، مویشی۔ غرض جو کچھ اس کی مِلک میں ہوتا۔ اُسکا آدھا حصہ اُسی دن تقسیم کر کے دے دیتا۔ اور پھر رات دن اُسکی خدمت کیلئے مستعد رہتا اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ خدا نے دین کے ایک بھائی کو اُسکا حصہ دار بنایا؛

مکّہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی۔ اور سب کا مذہب بھی

(بقیہ از صفحہ ۱۳۰) "۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو فرمایا۔ ہنوز ایک برس۔ ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی؛

"۱۷۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں ددانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ انکا استقبال کریں اور روٹی، پانی سے ان کی تواضع کریں۔ واضع ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیمؑ کے پوتے لبنسان کے بیٹے، سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مؤرخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے کہ ان کے انصار نسل ددان سے ہونگے جیسا کہ ہُوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتایا ہے۔ یعنی قریش کا انجام اس جگہ قریش کو قیدار والے بتایا ہے۔ قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے (باقی بر صفحہ ۱۳۲)

(زیادہ تر) بُت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بُت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنو نضیر، بنو قینقاع، بنو قریظہ تھے۔ جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے۔ تجارت اور سُود خواری کی وجہ سے بہت مالدار تھے؛

جب سے خدا کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت[۵]

(بقیہ صفحہ ۱۳۱) قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے۔ اور اُن کی شوکت کم ہو جائیگی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہؤا جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے۔ اور اُن کے رعب داب حشمت عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا جملہ آیات میں صاف صاف نام بتاکر پیشگوئی کی گئی ہے؛

[۵] کتاب استثناء ۱۸ باب کا ۱۵ ورس یہ ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" اسی باب کے ۱۸ و ۱۹ ورس زیادہ صاف ہیں وہ یہ ہیں:۔

"۱۸۔ میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا۔ وہ سب اُن سے کہے گا" "۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لونگا" ان آیات کے تمسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے:۔

(الف) کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶-۱۲ و باب ۲۵-۱۸)

(ب) بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہؤا (دیکھو کتاب استثناء باب ۳۴-۱۰)

اس لئے یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلعم کے لئے صاف ہے۔ آنحضرتؐ کا پتہ یہ دیا گیا ہے کہ "اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" یہ پتہ آنحضرتؐ کا ہی خاص ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جس میں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں۔ یا جس کی وحی لفظاً و معناً پہنچی ہو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰؑ کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں۔ اور موسیٰ کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے اُترے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰؑ ہی رہ جاتے ہیں۔ جن کو کلام کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبیؐ اور حضرت موسیٰؑ میں باہمی مماثلت و (باقی برصفحہ ۱۳۳)

یہودِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

سنائی تھی۔ کہ خدا موسیٰ کے بھائیوں میں سے موسےٰ جیسا نبی پیدا کریگا۔ اُسوقت سے یہود اُمید کئے ہوئے اور اسی اُمید پر مدینہ میں ٹھیرے ہوئے تھے کہ بنی اسماعیل میں پیدا ہونیوالا نبی۔ یہود کے ادبارِ قومی کو دور کرنیوالا۔ اُن کی گذشتہ شان وشوکت، حکومت وسلطنت کو دوبارہ زندہ کرنیوالا ہوگا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت وغلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اُسوقت سے نبی موعود کے ظہور پر اُن کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں؛

اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سُنکر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھہراتا اسکی تعلیم کو سچا بتاتا اور مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری ولاینفک جزو قرار دیتا۔ اور اُسکی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھیراتا ہے تو اُسوقت سب یہودی ہمارے نبیؐ کے دشمن

(بقیہ از صفحہ ۱۳۲) مشابہت بہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت، صاحب شریعت، صاحب جہاد ہونا۔ دونوں کو اکتالیسویں سال کے شروع میں نبوت ملنا، اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے، مگر ہمارے نبی میں پائے جاتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور و تدبر کرنا چاہیئے۔ جسے کتاب استثناء نے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی تصدیق یوں کرتا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ محمد اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اسکے پاس بھیجا اور اسکے ناطقہ پر جاری ہے؛

آپ جدید وقدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیشگوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا۔ اور دلیل نہیں پکڑی۔ بیشک یہ صفت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلیئے بہت ہی خاص ہے ۱۲۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ درس ۱۵ میں لفظ "تیرے ہی درمیان سے" الحاقی ہیں۔ اسکے لیئے تین روشن دلائل ہیں۔ (۱) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (۲) اسی باب کے درس ۱۸ و ۱۹ میں کل پیشگوئی کو دُہرایا گیا ہے۔ اسمیں یہ لفظ موجود نہیں (۳) لوقانے اسی آیت کو اعمال ۳باب ۲۲و۲۳ میں درج کیا ہے۔ اور اسمیں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں لکھے؛

لہ وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائیگا۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگا۔ ۱۳و۱۴ باب ۱۶۔ انجیل یوحنا؛

ہو گئے۔ جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسیٰ المسیح نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلّی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی۔ جو دنیا کیساتھ ہمیشہ رہیگا۔ اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھائیگا۔ اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی؛

عیسائیانِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

تب سے عیسائی بھی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے۔ جو یہود سے اُنکے ظلموں کا بدلہ لینے والا۔ عیسائیوں کو جلال بخشنے والا۔ مسیحؑ کی صداقت ظاہر کرنیوالا ہو"۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل ابنیّت۔ تثلیث۔ کفارہ۔ رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبیؐ کے دشمن ہو گئے؛

---

۱۵ ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب موسومہ" مذہب و سائنس" میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں لمبا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا۔ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ ابنائے جنس کیساتھ بھلائی کرے۔ اسکے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ ان ترمیمات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے! ور آجتک قائم ہیں! وّل ٹربلیٹن کی تحریر مرقومہ سنہ ۲۰۰ء دیکھنی چاہیئے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں پہ طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے، بمقام روما قلمبند کی تھی۔ اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے! ور کفارہ کا تو ردّ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکے الفاظ یہ ہیں"۔ خدا نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے۔ جو نیک ہونگے انہیں لذتِ جاودانی عطا فرمائیگا۔ اور جو بد ہونگے انہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا"۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے۔ کہ" قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بُت پرستی شامل ہوئی۔ اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے ۳۲۵ء میں قائم ہوئی۔ پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات اور اصلاحات عمل میں لانے لگی"۔ اس لئے ہم نے جو متن میں لفظ"عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل" درج کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (باقی بر صفحہ ۱۳۵)

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو عبداللہ بن اُبی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اَوس و خزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا۔ اور اس کو توقع تھی۔ کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤنگا جب اُس نے دیکھا کہ اَوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں۔ تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تو اُس نے چاہا۔ کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے۔ اور مسلمان ہو جانیوالے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اس لئے اُس نے یہ رویّہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر اُن سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا۔ اور دیگر اقوام کے سامنے اُن کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعوے کیا کرتا؛

اور چونکہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اس لئے جب موقع ملتا۔ تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا؛

مدینے کی یہ حالت تھی، اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی

(بقیہ از صفحہ ۱۳۴) نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزاً جزاً مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے! ور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگرچہ وہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمدؐ رسول اللہ کے شکر گزار نہیں ہیں مثلاً یونیٹیرین کو دیکھئے کہ وہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ پراٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا۔ جو رہبانیت اور پوپ کے آلٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ ۱۲

طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے۔ کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعتِ اسلام میں جو کامیابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منوّرہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی۔ اُس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ پچھلا تیرے لئے پہلے سے بہتر ہوگا؛

باب

استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ۔ قریش کی شرارتیں۔ سازشیں اور حملے۔ یہود کی عہد شکنی۔ مسلمانوں کی کامیابی۔ منادانِ اسلام کو وعظ و انداز میں آزادی ملنا۔ اسلام کی وسعت۔ امن بسیط کا قیام؛

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ اُن کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے۔ اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچکر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اُصول پر کر لیا جائے۔ تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے؛

اس معاہدہ[1] کے جستہ جستہ فقرات درج کئے جاتے ہیں:۔

[1] سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۷۸۔ مطبوعہ مطبع بولاق مصریہ؛

(۱) ھذا کتاب من محمد النبی صلعم بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم۔

یہ تحریر ہے محمد النبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں اور اُن لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں اُن کے ساتھ شامل ہیں؛

(۲) انھم امۃ واحدۃ

کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے ؛

(۳) وان یھود بنی عوف امۃ مع المومنین۔

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں ؛

(۴) وان بینھم النصر علیٰ من حارب اھل ھذہ الصحیفہ

اور جو کوئی اس معاہدہ کرنیوالی قوموں کیساتھ جنگ کریگا تو اس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے مسلمان اس کی نصرت کریں گے ؛

(۵) وان بینھم النصح والنصیحۃ والبر دون الاثم

معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیرخواہی۔ خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے ضرر اور گناہ کے نہ ہونگے

(۶) وان الیھود ینفقون مع المؤمنین ماداموا محاربین

جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کیساتھ مصارف میں شامل رہیں گے ؛

(۷) وان بطانہ یھود کانفسھم

یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے ؛

(۸) وانہ لم یاثم امرء بحلیفہ

کوئی شخص اپنے معاہد کیساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کریگا؛

(۹) وان النصر للمظلوم

مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی ؛

(۱۰) وان یثرب حرام جوفھا لاھل

مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ

هٰذه الصحيفة -	کرنیوالی سب قوموں پر حرام ہوگا؛
(۱۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم	زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے؛
(۱۲) وانه ماکان بين اهل هذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل والى محمد رسول الله	اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اُسکا فیصلہ خدا اور اُس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائے گا؛

گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا۔ کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے؛

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلقِ خدا کے خون سے خدا کی زمین رنگین رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائیگا؛

(۲) قریش مکہ اُن لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے؛

(الف) اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال وُدّان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن فحشی الضمری نے دستخط کئے تھے[1]؛

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاوّل ۲ سنہ ہجرت خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۳۴ - جلد ۱؛

رضوی کی طرف گیا۔ اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریکِ معاہدہ کر لیا؂

(ج) اسی سنہ میں بماہ جمادی الاُخریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لیگئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ اور بنو مدلج سے معاہدہ لیکر مدینے تشریف لائے۔[1]

اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لئے اگر کافی وقت ملجاتا۔ تو دنیا پر آشکارا ہو جاتا۔ کہ رحمۃ للعٰلمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے آیا ہے[2]۔

قریش نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھ ایسی دشمنی تھی کہ اُن کے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے جانے کے بعد بھی اُن کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان حبش جارہے تھے۔ اُسوقت قریش نے حبش پہنچکر اُن کے گرفتار کر لانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا۔ اور سمندر درمیان حائل تھا۔ اس لئے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جارہے ہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبد اللہ بن اُبی اور اُس کے رُفقاء کو جو اَوس و خزرج میں سے ہنوز بُت پرست تھے لکھ بھیجا؛

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھیرا لیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھائی ہے

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۴۳۔ جلد ۱؂

[2] مسیح کا قول ہے "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ متی باب۔ ۱۰ درس ۳۴؂

کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے۔ اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے؛

اس خط کے آنے پر ابن اُبی اور اُس کے رفقاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنیوالے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے۔ کہ اگر تم اُن کی دھمکی میں آ گئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہو گا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم انکی بات سے انکار کر دو گے۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہو گا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر اُن کے ایسی دلنشین ہوئی۔ کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا[1]؛

دوسری سازش اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی۔ اور جب خفیہ طور پر اُن کو اپنے ساتھ ملا چکے۔ تب اپنی کامیابی **قریش مکہ کی دھمکی** پر پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔ "تم مغرور نہ ہو جانا۔ کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچ کر تمہارا ستیاناس کر دیتے ہیں"؛ اس **قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ** پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔

ربیع الاوّل ۲ھ کا ذکر ہے کہ سردارانِ قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری

---

[1] سنن ابی داؤد (المتوفی شعبان ۲۷۵ہجری) عن عبدالرحمٰن بن کعب باب فی خبر النضیر۔

کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ

یثرب پہنچا۔ اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چرتے رہتے تھے، لوٹ کرلے گیا۔ اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھا گیا۔ کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کرکے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جاسکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان ۲ سنہ ہجری کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے مکے میں مشہور کردیا کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے اور شام سے آرہا ہے مسلمان اُسے لوٹیں گے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا۔ کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے۔ اور وہ سب لوگ جن کے اقرباء قافلے میں ہیں۔ اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں۔ بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

لشکر قریش کی تعداد۔ اور اُن کے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جن کی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے) ابوجہل مکہ سے نکلا جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کرکے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا۔ وہ مکہ سے بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابوجہل اس فوج کو لئے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا۔ کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بارِ ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بارِ ثالث مشورہ فرمایا۔ اب انصار سمجھے کہ آنحضورؐ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ شاید حضورؐ نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضورؐ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا

ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ ہیں۔ کسی سے معاہدہ فرمائیے۔ کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجئے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو، لیجئے۔ ہم کو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لیں گے، ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اُس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضورؐ دیں گے، ہم اُس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضورؐ غمران کے چشمے تک چلیں گے، تو ہم ساتھ ہوں گے اگر حضورؐ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضورؐ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے"

مقدادؓ نے کہا۔" یا رسُولؐ اللہ ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون کہدیں۔ ہم تو حضورؐ کے داہنے بائیں، آگے پیچھے، قتال کے لئے حاضر ہیں[1]"

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے۔ انصار و مہاجر مل ملا کر ۳۱۳۔ ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔ ابتک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سِلْم ہے جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لیکر آیا ہو جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو وہ کیوں جنگ کرتے؟

ابتک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے چُپ چاپ گھروں کو۔ املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے۔ لیکن اب ایسی صورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنیوالا دنیا پر کوئی نہ رہ

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۳۷۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ جا۔ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو ہم تو یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں؛

جاتا۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے پورے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا۔ کہ کپڑوں۔ لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جائیں (لوقا ۲۲/۳۶) اُسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر اُن کو بھی ۱۴ سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دیدیا۔ چونکہ یہ وہ پہلا حکم ہے جس کی رُو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔ اس لئے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علٰی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الّا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع وبیع و صلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (حج ۔ ع ۶)

جنگ کرنیوالوں کو اجازت دیجاتی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہوا۔ اور خدا اُن کی مدد پر بیشک قادر ہے، یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لئے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے! اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں اسم آلٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جاتیں“

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں۔ جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں۔ اور اس حکم میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ:

پہلی وجہ:۔ مدافعت کرنیوالوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے۔ اور

وہ یہ وجہ ہے جسے آجکل کا مروّجہ قانون "تعزیرات ہند" بھی "حفاظت خود اختیاری" کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے؛

دوسری وجہ:- "ان کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بیدخل کیا جانا۔ اور وہ بھی صرف اختلافِ عقیدہ کی بنیاد پر"۔

آشتی پسند ملک معظم ایڈ ورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ ہند کے جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا۔ اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا) یہ بھی درج کیا تھا۔ کہ "اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلافِ عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی"۔ لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دیگئی تھی؛

تیسری وجہ ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف انہی کے ذاتی، قومی، مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی؛

بلکہ اس لئے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں۔ عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کیساتھ ابھی حال میں کئے تھے۔ اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دینگے تو سب مذہبیوں کی آزادی ملیا میٹ ہو جائے گی! ور سب کے مندر، سب کے گرجے تہ خاک ہو جائیں گے۔ کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنیوالی ہی نہ رہے۔ تو معاہدہ پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے؛

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرا دیا۔ کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی اِن حملہ آوروں کو مدینہ

سے دُور ہی روکیں[۱]۔

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر

رمضان ۲ سنہ ہجری میں خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھ مسلمانوں کو لیکر مدینہ[۲] سے چلا - اس لشکر کے سازو سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اُونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہلِ بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی - جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا[۳]۔

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے - اُترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا - اور بتایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہونگے۔

۱۷ - رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی - جنگ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تضرّع سے خدا کے حضور میں دُعا کی - اور یہ بھی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دُنیا پر توحید کی منادی کرنیوالا کوئی بھی نہ رہ جائیگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرتِ الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی - اُن کے ستر مشہور آدمی اسیر اور ستر بہادر مارے گئے - ابُو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا - یہ ہی سب کو چڑھا کر لایا تھا - وہ ۱۴ اشرار جو

---

[۱] اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے - تلوار ہمیشہ اُنکے خلاف اُٹھائی گئی - اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں - لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا - اس کتاب میں مشہور غزوات کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا جائیگا۔

[۲] مہاجر زائد از ۶۶ - انصار زائد از ۲۴۰۔ [۳] بخاری عن براء کتاب المغازی۔

دار الندوہ میں آنحضرت ؐ کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے۔ اُنہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الف) اس زمانے کا قانون جنگ (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوشِ انتقام (ج) دیگر قبائل پر جنگی رُعب قائم کرنے کی ضرورت اِس امر کی مقتضی تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمت نے تاوان لیکر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اِس واقعہ سے اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱/۱۶-۱۷ میں ان الفاظ سے درج ہے۔ "فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر۔ یفنی کل مجد قیدار۔ وبقیۃ عدد قسی ابطال بنی قیدار تقل" (ترجمہ) ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہیگی۔ اور بہادرانِ بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔"

اور اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ ہے "ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔" یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہلِ کتاب اور اہلِ اسلام کو ان پیشگوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی! اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون[1] (آل عمران ع ۱۳)

[1] خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقوٰی کو اختیار کرو، تاکہ اسکے شکر گزار بنو۔

قریش کی تیسری سازش۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن اُمیّہ جس کا باپ بدر میں قتل ہؤا تھا۔ اور عمیر بن وہب (جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا۔ جسے میں ادا نہیں کر سکتا۔ اور اگر مجھے اپنے کُنبہ کے بیکس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں خود مدینہ جاتا اور محمدؐ کو قتل ہی کر کے آتا۔

صفوان بولا۔ تیرا قرض میں چکا دونگا اور تیرے کُنبے کا خرچ جبتک میں زندہ رہوں۔ میرے ذمہ ہوگا۔

عمیر بولا" بہتر یہ راز کسی پر نہ کھُلے"۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا۔ اور زہر میں اُسے بجھوایا۔ اور مکہ سے روانہ ہوگیا۔

عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبوی کے سامنے اپنا اُونٹ بیٹھا رہا تھا کہ اُونٹ بول پڑا۔ عمر فاروقؓ نے اُسے دیکھا اور پہچانا۔ اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ اس لئے آگے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلّح چلا آرہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُسے میرے پاس آنے دو عمرؓ فاروق نے اُسکی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کر لیا۔ اُسکی گردن پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے۔ نبیؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا۔ عمرؓ اُسے چھوڑ دو۔ عمیر تم میرے پاس آجاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہو کس طرح آئے۔ کہا۔ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ تلوار کیسی ہے۔ عمیر بولا۔ یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سچ سچ بتاؤ۔ عمیر نے پھر اسی جواب کو دُہرایا۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ دیکھ۔ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے۔ اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا! اور اِسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے عمیر یہ سنکر

عمیر کا اسلام لانا

حیران ہو گیا۔ بولا۔ اب میرا دل مان گیا۔ کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے۔ لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جسکی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو دین سکھاؤ۔ قرآن یاد کراؤ اور اُس کے فرزند کو آزاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسولِ خدا۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے، کہ اب میں بُت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں؛

عمیر کے مدینے جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا۔ کہ سردارانِ قریش سے کہا کرتا تھا۔ دیکھو۔ چند روز میں کیا گُل کھلنے والا ہے۔ کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے؛

جب صفوان کو خبر لگی۔ کہ عمیر مسلمان ہو گیا۔ تو اُسے سخت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے قسم کھائی۔ کہ جبتک زندہ ہوں عمیر سے بات نہ کرونگا۔ نہ اُسے کوئی فائدہ پہنچنے دونگا؛[1] عمیر مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا۔ اور اکثر لوگ اُسکے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے؛

---

[1] ۸ سنہ ہجری کے بعد یہ صفوان خود بھی جو نبی صلعم کا سخت دشمن تھا۔ اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا [illegible]

قریش کا تیسرا حملہ۔ غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابُوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جبتک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے؛ چنانچہ وہ دوسَو سواروں کو لیکر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالبًا دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں۔ اس لئے ابُوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا۔ مسلمانوں کے پھلدار درختوں۔ کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اُسکے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا؛

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہُوا۔ اسلئے اُسکا نام غزوہ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔ ابُوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اُٹھا لیا تھا۔ اس لئے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوُا؛

قریش کا چوتھا حملہ، یا جنگ اُحد ۷۔ شوال۔ یوم السبت ۳ھ ہجری

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابُوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارتِ شام کا ۵۰ ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اُونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ الغرض پانچہزار[1] بہادروں کا لشکر جسمیں تین ہزار اُشتر سوار۔ دوسو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی۔ کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہُوا۔ اور مسلمانوں نے اُحد کے سُرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا۔ باہر نکل کر مقابلہ کیا؛

---

[1] ناسخ التواریخ۔ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے؛

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی۔ اور اپنے ۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر کر لے گیا۔ اس لئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچہزار حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور اُن کے ۱۲ مشہور علمبردار (جن میں ۸ علی مرتضیٰ رض کے ہاتھ سے مقتول ہوئے) مارے جاچکے تھے۔ لیکن مسلمان تیراندازوں نے اُس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا۔ اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہؤا۔ اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ صحابی۔ ابو بکر رض۔ عمر رض۔ علی رض۔ عبدالرحمن رض بن عوف سعد بن وقاص رض۔ طلحہ بن عبداللہ رض۔ زبیر بن عوام رض۔ ابو عبیدہ بن جراح رض وغیرہ تھے، دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلعم کی پیشانی ابن ہشام کے پتھر سے نبی صلعم کا بازو زخمی ہؤا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی۔ کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آکر فاطمہ بتول رض نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رض اُس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رض اور اُم سلیم نے مشکیزے اُٹھائے! ور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں[۲]۔ میدانِ جنگ میں ستّر صحابہ شہید ہوئے تھے[۳]؛

فاطمہ زہرا رض و عائشہ طیبہ رض کی خدمات میدانِ جنگ میں

---

[۱] بخاری عن براء بن عازب باب و الرسول یدعوکم کتاب التفسیر [۲] مسلم عن انس صفحہ ۱۹۵۳۔
[۳] بخاری عن سہل بن سعد۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیرؓ جو مدینہ میں بطور معلّم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ شہید ہوئے۔[1] اُن کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ اُسی روز اسکا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اُسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اُس نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا۔ اور بھائی کے حق میں دُعا کی۔ پھر اُسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اُس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی؟[2]

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

اسی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے دشمنوں نے اُن کے اعضاء کاٹ کر اُن کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ مادر زبیر اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر نے ماں کو دُور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا "مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی۔ اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا میں نہ روؤنگی نہ چلاؤنگی۔ صرف دُعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی"[3]

مائی صفیہ کا استقلال

اسی جنگ میں انس بن نضر نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا، کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا۔ انس نے نہایت جوش سے کہا۔ موتوا علی ما مات رسول اللہؐ۔ آؤ۔ جہاں رسولؐ نے

انس بن نضر کا جوش و جاں نثاری

[1] حضرت مصعبؓ پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھی گئی۔ (بخاری عن خبابؓ)؛

[2] تاریخ طبری۔ [3] تاریخ طبری؛

جان دی ہے۔ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔اب زندہ رہ کر کیا کرینگے یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے، ۷۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا[۱]۔

اسی جنگ میں سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔جنگ ختم ہو جانیکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔پوچھا کیا حال ہے؟ سعد نے کہا۔تم مجھے اب مُردہ ہی سمجھو لیکن مہربانی سے رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا۔اور میری طرف سے یہ بھی گذارش

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہلِ اسلام

کرنا۔کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے۔ اُس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے[۲]۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابو بکرؓ سے ملنے گیا۔اُن کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔جسے وہ بار بار چُومتے اور پیار کرتے تھے۔میں نے پوچھا۔یہ کون ہے فرمایا۔یہ سعد بن ربیع کی لڑکی ہے۔وہ مجھ سے بھی بر تر تھا۔اور قیامت کے دن وہ نقیبانِ محمدی میں شمار کیا جائے گا[۳]۔

عمارۃ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارۃ بن زیاد شہید ہوئے تھے۔جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے[۴]۔اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے ؎

---

[۱] تاریخ طبری [۲] تاریخ طبری [۳] زاد المعاد [۴] تاریخ طبری۔

سر بوقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب! اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے

ابو دجانہؓ۔ حنظلہؓ۔ علی مرتضیٰؓ طلحہؓ کی شجاعت و مردانگی	ابو دجانہؓ۔ حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) طلحہؓ۔ علی مرتضیٰؓ کی بلنظیر شجاعت کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات

اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرتؐ کی جانب آنیوالے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہو گیا تھا[۱]؎

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	بنو دینار کی ایک عورت تھی۔ جس کا باپ، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ کی بات

بتاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضلِ خدا صحیح و سالم ہیں۔ کہا۔ مجھے دکھا دو۔ جب دُور سے چہرۂ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اُٹھی کل مصیبۃ بعدك جلل[۲]۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے؎

رحمۃ للعالمین کی درگذر معافی اور ظالموں کے لئے دُعا؎	اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضورؐ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا۔ کاش آپ ان مشرکین پر

بد دُعا فرمائیں؎

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ[۳] اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون[۴]۔ میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی طرف بلانیوالا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے؎

---

۱ تاریخ طبری۔ ۲ تاریخ طبری۔ ۳ صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ۔ ۴ شفاء قاضی عیاض (المتوفی جمعہ ۵۴۴ھ) مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۲ھ صفحہ ۷۴؎

قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظانِ اسلام کا مارا جانا

جنگ اُحد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ ۳ھ ہجری میں:

(۱) قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے۔ رسول اللہ نے دس[۱] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصمؓ بن ثابتؓ تھے، اُن کیساتھ کر دیا، جب یہ صحابہ اُن کی زد میں پہنچ گئے۔ تو اُن کے دو سو جوان آئے کہ انہیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور دو بزرگوار خبیبؓ بن عدی و زیدؓ

خبیبؓ و زیدؓ صحابہ قید میں

بن دثنہ گرفتار کر لئے گئے۔ سفیان ہزلی مکہ میں لے گیا۔ اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔ قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھا یا اور چھری لیکر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکایک دیکھا کہ اُس کا بچہ چھری لے کر قیدی کے پاس ہے۔ جسے چند روز سے اُنہوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا۔ تو اُس نے بے اختیار چیخ ماری۔ خبیبؓ نے کہا۔ یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہا "اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔" دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ "جب اسلام نہ باقی رہا تو جان کو رکھ کر کیا کرینگے۔"

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیبؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دی جائے۔ مہلت دیگئی۔ اُنہوں نے نماز ادا کی حضرت خبیبؓ نے کہا۔ میں نماز

---

[۱] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں [۲] یہ عاصم بن ثابتؓ عمر فاروقؓ کے نانا تھے۔

میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے[۱]۔ پہلے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی انی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں۔

اللہ اکبر! اُن کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا۔ اُن کو دینِ حق پر کتنی استقامت تھی۔ اُن کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا۔ کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اُف تک نہ کی۔

جان اور محبت رسولؐ کا موازنہ ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہوگے کہ محمدؐ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ "میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے[۲]۔

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمردترین جوانمردان) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت نظر آتی ہے:-

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا[۳]	انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد اکھڑے ہو رہے ہیں۔
قبائلھم واستجمعوا کل مجمع	اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔
وکلھم مبدی العداوۃ جاھد	یہ سب کے سب عداوت نکال رہے۔ اور میرے خلاف
علی لانی فی وثاق بمضیع	جوش دکھا رہے ہیں۔ اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔

۱؎ بخاری عن عبداللہ بن عیاض ۲؎ طبری و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ ۳؎ کا حاشیہ صفحہ ۱۵۶ پر ملاحظہ ہو۔

وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم
وقربت من جزع طویل ممنع
وقد خیرانی الکفر والموت دونه
وقد هملت[1] عیناى من غیر مجزع[2]

قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے۔ اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں؀
اُنہوں نے کہدیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے۔ مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے
میری آنکھوں سے ...... آنسو لگاتار جاری ہیں۔ مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں؀

ن۱۔ وذرفت ن۲۔ مدمع

فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی اللہ مرجعی
وما لی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری جحم نار ملفع
فذو العرش صبرنی علی ما یراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا۔ اور نہ روؤں اور چلاؤں گا
میں جانتا ہوں کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں؀
موت سے مجھے اسلئے ڈر نہیں کہ میں مرجاؤنگا۔ لیکن میں
تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں؀
اُس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور
مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے۔ اب اُنہوں نے زدوکوب سے میرا تمام
گوشت کوٹ کوٹ دیا ہے اور میری اُمید جاتی رہی ہے؀

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
فواللہ ما ارجو اذا مت مسلما

میں اپنی درماندگی اور بیوطنی و بیکسی کی فریاد اور اُن ارادوں
کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) خدا سے کرتا ہوں
بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پروا نہیں

۳؎ از سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ صحیحین میں صرف اشعار نمبر ۵ و نمبر ۱ مروی ہیں۔ برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ شعر نمبر ۵ سے تواضع و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کا سبق لینا چاہیئے۔ زادالمعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر جو ن کی علامت سے الفاظ درج کئے گئے ہیں۔ یہ زادالمعاد صفحہ ۳۵۱ جلد ا سے لئے گئے ہیں؀

علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

کرتا کہ راہِ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیونکہ جان دیتا ہوں ؛
خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہائے
گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے ؛

سب سے آخر میں یہ دعا تھی۔ اللّٰہم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بنا اے خدا
ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال
کی اور اُن کی کرتوتوں کی خبر فرما دے ؛

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو یہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے عمال میں سے تھے) .... کا یہ
حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے۔ عمر فاروق رضؓ نے اُنسے وجہ پوچھی۔ وہ بولے
مجھے نہ کوئی مرض ہے۔ نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔
تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جسوقت خبیب کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ میں کانپ کر بیہوش
ہو جاتا ہوں ؛

ایک اور سازش اور ستر معلّمین اسلام کا قتل کیا جانا

(۲) ابو براءعامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ ملک نجد کی تعلیم وہدایت
کیلئے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ اُسکا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا
تھا کہ منادی کرنیوالوں کی حفاظت کی جائیگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری
کو مع ستر[۱] صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے۔ اُسکے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بئر
معونہ پر جا پہنچے۔ جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامۂ نبویؐ دے
کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمٰی ایک شخص تھا

[۱] زاد المعاد بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۳۰۶۔ ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے ؛

جس نے حاکم کے اشارے سے اُن کی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ اُنہوں نے گرتے ہوئے کہا۔ فزت ورب الکعبۃ ۔ ترجمہ "قسم ہے کعبہ کے خدا کی ۔ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا"۔

قاتل کا مقتول کے آخری لفظ سے اسلام لانا

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی صلی اللہ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کشتگانِ خنجرِ تسلیم کی اوٹ میں چھپکر بچ رہے تھے۔ اس واقعہ کی خبر آنحضرتؐ کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (۸ ہجری) مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اُسکی ایک دفعہ میں یہ تھا :۔

"دس سال تک جنگ نہ ہو گی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں۔ وہ اِدھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ اُدھر مل جائیں"۔

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے۔ کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل۔ سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے)، صفوان بن اُمیہ (مشہور سردارانِ قریش)، خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی موالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے[1]۔

ان بیچاروں نے امان بھی مانگی، بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر انکو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الہک الہک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہکر رحم

[1] تاریخ طبری

کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم اُنکے جواب میں کہتے تھے۔ لا الٰہ الیوم[1] (آج خدا کوئی چیز نہیں)۔

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے! ور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پُر درد نظم میں تمام واقعات گوش گذار کئے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج کئے جاتے ہیں:-

ان قریشا اخلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك الموكدا

وجعلوالی فی كداء رصدا وزعموا ان لست ادعوا احدا

وهم اذل واقل عددا هم بیتونا بالوتیر[2] هجدا

نقتلونا ركعا وسجدا[3]

(ترجمہ) قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی؛
انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا؛
ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا؛
وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا؛
وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں؛
اُنہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا؛
ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا؛

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔ [2] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے۔ جس پر بنو خزاعہ آباد تھے۔ (معجم البلدان) [3] اس مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے اگرچہ مؤرخین کا اتفاق ہے۔ کہ بنی خزاعہ کی مدد جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (منقول از طبری و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۱۱)

(۱) معاہدے کی پابندی (۲) فریق مظلوم کی داد رسی (۳) دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہو گئے۔ دس ہزار کی جمعیت[1] ہمرکاب تھی۔ دو منزل چلے تھے۔ کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابو امیہ آنحضرتؐ سے ملاقی ہوئے؛

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا۔ اور اپنا رُخ

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المغازی پ۱۷۔ اب پڑھیئے غزل الغزلات ۵ باب۔ ۱۰ درس "میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے"۔ ملاحظہ کیجئے اسی باب میں درس ۱۶۔ جو اردو بائیبل آجکل مشن ملک میں پھیلا رہی ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو۔ یہ میرا پیارا۔ یہ میرا جانی ہے"۔ مگر عبرانی بائیبل کے الفاظ یہ ہیں۔ خِلّو محمدیم زہ دودی وزہ رعی۔ بلوث یروشلایم۔ اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ "وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے۔ میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے۔ اے دختران یروشلم"۔ پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ گایا ہے۔ اسکے بعد پادری صاحبان اسے حضرت مسیح کے متعلق فرماتے ہیں۔ لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمانؑ نے خود ہی نام مبارک "محمدؐ" بھی فرما دیا۔ اور ان کا پتہ دیدیا۔ کہ وہ ہیکل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آئیگا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ "محمدیم" کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا غلط ہے؛

شاید کوئی کہے کہ اس پیشگوئی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار فوج کے ساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے مکہ کا نام دکھانے کے لئے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب استثناء ۳۳ باب ۱ و ۲ درس ہے۔ "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہؤا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہؤا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اسکے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی"۔ سینا سے آنے سے ...... موسیٰ اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰ ہیں۔ باقی پیشگوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ہے۔ جو دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ نے آگ میں سے خدا کا کلام سُنا تھا۔ "اُن کے لئے" سے مراد یہ تھی کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے؛

پھیر لیا۔ اُم المومنین اُم سلمہؓ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ۔ ابُوسفیان آپکے حقیقی چچا کا بیٹا ہے۔ اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں؛

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان دونوں کو یہ ترکیب تبائی۔ کہ جن الفاظ میں برادرانِ یُوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں جاکر انہی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے اُمید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤگے۔ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:۔

"تاللہ لقد اٰثرك اللہ علینا وان کنا لخاطئین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

لا تثریب علیکم الیوم۔ یغفر اللہ لکم و ھوارحم الرّاحمین

اس وقت ابُوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:۔

لعمرك انی حین احمل رایۃ	قسم ہے کہ جن دنوں میں نشانِ جنگ اس لئے اُٹھایا کرتا
لتغلب خیل اللات خیل محمدؐ	تھا کہ لات (بُت کا نام ہے) کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجائے۔
لکالمد لج الحیران اظلم لیلۃ	اُن دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں
فھذا اوانی حین اھدی فاھتد	کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے ہو جاؤں
ھدانی ھاد غیر نفسی و دلنی	مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے۔ اور خدا کا
الی اللہ من طردتہ کل مطرد	رستہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے۔ جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی۔ کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے چنانچہ

ایسا ہی ہؤا۔ کہ جب آنحضرت صلعم مکہ تک پہنچکر باہر خیمہ زن ہو گئے۔ اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب اُن کو خبر ہوئی؛

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے؛

فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

۱؎ صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی پ۱۷۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۵۔ ملاحظہ کیجئے۔ ملاکی نبی کی کتاب ۳ باب ۱ درس ۱۔ اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہان آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ ۲۔ پر اُس کے آنے کے دن کون ٹھیر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہو گا۔ کون ہے جو کھڑا رہیگا؛

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود و موعود کا انتظار اسکی علامات معلوم کرنیکا شوق سب کو لگا ہؤا تھا۔ اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کہ اسکی علامات بیان کردیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیحؑ ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعویٰ کے موافق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسیح علیہ السلام بوجوہاتِ ذیل اس پیشگوئی کے مصداق نہیں (۱) متی نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیحؑ کی بابت نہیں بتایا۔ حالانکہ انہوں نے مسیحؑ کی پیشگوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے؛

(۲) قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیحؑ کی بابت نہیں کہا؛

(۳) مسیحؑ کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول؛

(۴) ہیکل میں دشمن اُن کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ دشمنوں نے مسیحؑ کو مغلوب کر لیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے:

(۱) "اپنی ہیکل" کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کی طرف آئیگا۔ جسے (باقی برصفحہ ۱۶۳)

(۶) بھاگ جانیوالے کا تعاقب نہ کیا جائے ؛

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے ؛

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے ؛

شہر میں داخل ہونیوالے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالدؓ بن ولید کے ماتحت تھا۔کچھ مقابلہ ہؤا۔جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔مقابلہ میں دو مسلمان ۲۸ مقابل کام آئے ؛

خدا کا برگزیدہ رسول جسوقت (۲۰ رمضان) شہر میں داخل ہؤا۔ اُسوقت سر جھکائے[1] قرآن مجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا۔ اور اُونٹ کی سواری پر[2] بیت اللہ کو جا

(بقیہ از صفحہ ۱۶۲) ہیکل ہونے کا درجہ خود اُسی نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرتؐ نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا۔ اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دے چکے تھے ؛

(۲) "ناگہاں آویگا"۔ خود آنحضرتؐ کی دُعا یہ تھی۔ اللّٰھم اضرب علیٰ اذانھم حتّٰی نبغتھم بغتۃ (بلاذری) اور ایسا ہی ہؤا ؛

(۳) لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے۔ کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا ؛

(۴) اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا ؛

(۵) لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے۔ جس میں لفظ وہ نبی یوحنا بپتسمہ دینے والے (یحیٰی نبی) نے استعمال کیا ہے اور مسیح نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا ا باب ۲۲ درس ؛

[1] اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑے طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہؤا کرتے ہیں ؛

[2] بخاری عن عبداللہ بن معقل ۔ ا ب یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ درس ۷ دیکھو۔ جس میں ایک گدھے کے سوار اور ایک اونٹ کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ گدھے کے سوار حضرت مسیحؑ ہیں۔ اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کے حالات کا مقابلہ کرو۔

حضرت مسیحؑ اور جناب محمد رسول اللہؐ کے کاموں کی مماثلت

حضرت مسیحؑ بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دکانداروں۔ کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھیرایا۔ محمد مصطفےٰ بیت اللہ میں اُونٹ پر چڑھ کر گئے۔ اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو سچا ٹھہرایا ؛

رہا تھا۔ اور اونٹ پر اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اُسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کر رکھا تھا وہاں پہنچکر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بُت کو گراتے جاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:۔

(۱) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ع ۹)

(۲) جاء الحق ومایبدی الباطل ومایعید[۱] (سبا ع ۶)

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی؛

ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا۔ کہ بیت اللہ کھول دو۔ اُس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ اچھا۔ تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہونگا اُسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا۔ کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائینگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ اور بھی زیادہ عزت واقبال سے ہونگے؛

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لیکر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے ترانے گائے۔ اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا؛

---

[۱] بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بُت نہ رکھے جائینگے۔ چودھویں صدی گزر رہی ہے۔ اور اس پیشگوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے، جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اُس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے؛

اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سرفرار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے

(۱) بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا؛

(۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا؛

(۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے حبش۔ شام۔ نجد اور یمن تک کے سفر کیئے تھے؛

(۴) جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو تین سو میل پرے چلے جانیکے بعد بھی اچین سے نہیں رہنے دیا تھا؛

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے۔ مال سے۔ زور سے۔ تدبیر سے۔ ہتھیار سے۔ تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے! ور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس سال تک برابر منہمک رہے تھے ؛

خدا کا رسُول جسے خدا نے تمام مخلوق کیواسطے رحمت بنایا۔ جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوُا۔ تو حضرت عباسؓ (عمِ رسُول) نے عرض کی۔ کہ کلیدِ بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے ؛

حق بحقدار | نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الیوم یوم البر والوفا۔ (آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا ہے) پھر عثمانؓ کو بلایا۔ اُسی کو کلید مرحمت فرمائی! ور ارشاد فرمایا۔ کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا۔ وہ ظالم ہو گا؛

فتح مکہ کے بعد نبی صلعم کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے | اب رحمۃ للعلمین اس گردن زدنی و کشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا:۔

یا معشر قریش۔ ان اللہ قد ذھب عنکم | اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور

نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاباء الناس من آدم وآدم خلق من تراب۔ (ثم تلا رسول اللہ صلعم) یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔	آبا و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں! ور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا خدا فرماتا ہے۔ لوگو! ہمنے تمکو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور گوت قبیلے سب پہچان کے لئے بنا دیئے ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اسکی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے؛
اذھبوا فانتم الطلقاء لاتثریب علیکم الیوم۔[1]	پھر فرمایا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں "۔

اسلام لانے والوں سے بیعت اور اُس کی شرائط

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونیوالوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقع پر عمر فاروقؓ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے؛[2]

بیعت کرنیوالے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:۔

(۱) میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اسکی ذات میں۔ صفات میں اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کرونگا؛

(۲) میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کرونگا۔ لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا۔ کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا؛

(۳) میں امورِ حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کرونگا؛[3]

---

[1] طبری؛ [2] طبری؛

[3] طبری۔ اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبالمندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے۔ بیعت عقبہ اُولیٰ کے الفاظ سے (جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) (باقی بر صفحہ ۱۶۷)

عورتوں سے مزید اقرار بیعت عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لئے جاتے تھے:
کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی۔ تپانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال کھسوٹینگی۔ نہ گریبان چاک کرینگی۔ نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی۔ اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی:

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا۔ کہ پانی کے باسن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنیوالی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لیکر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے:

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا فضالہ آتا ہے"؟

فضالہ بولا" ہاں":

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے"؟

فضالہ نے کہا" کچھ نہیں۔ میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا" اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اُسکے سینہ پر رکھ دیا:

فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا۔ اور آنحضرتؐ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضورؐ سے بڑھکر کوئی بھی محبوب نہ رہا:

مَیں یہاں سے گھر کو چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی۔ جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے کہا۔ فضالہ ایک بات سننے جاؤ:

(بقیہ صفحہ ۱۶۶) ملا کر دیکھو۔ ذرا بھی فرق معلوم نہیں ہو گا۔ یہی کسوٹی آنحضرتؐ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے:

مَیں نے جواب دیا۔ نہیں نہیں۔ خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں۔ ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دیگئی تھی۔ کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں لیکن چار مرد۔ دو عورتیں جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے۔ اعلان کر دیا گیا کہ اُن کو قتل کر دیا جائے؛

ان چار مردوں میں سے صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اُس نے اپنے غلام کو اسلئے قتل کر دیا۔ کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابو جہل۔ ہبار بن الاسود اور عبد اللہ بن ابی سرح کو معافی دیگئی؛

۱۔ عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا؛

۲۔ ہبار نے سیدہ زینب بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ نیزہ مارا۔ اور کجاوہ گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی؛

۳۔ عبد اللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ اور محمد تو مجھ سے سُن کر لکھوا دیتے ہیں؛

اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا۔ نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے؛

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتلِ عمد کا ارتکاب کر چکی تھی بسزائے قصاص دیگئی تھی؛

معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابو سفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] زاد المعاد ص۱۷۱ جلد ۱ [2] سنن ابو داؤد عن سعد؛

کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا۔ اُن کی ناک۔ کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا؛

وحشی کو بھی معافی دی گئی۔ جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا! ور پھر نعش کو بے حُرمت کیا تھا؛

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے عسکر نے مکہ فتح نہیں[1] کیا تھا۔ بلکہ خلقِ محمدی اور عفو و رحمِ مصطفوی نے اہلِ مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا؛

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے؛ مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اُجڑ کر گئے تھے۔ اُن کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا۔[2] گویا حضورؐ کا مُدعا یہ تھا۔ کہ جن چیزوں کو تم خدا کے لئے چھوڑ چکے! اب اُنکی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو؟

فتح مکہ کا بیان (جسکے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیشگوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اور زبردست پیشگوئی پر توجہ دلاتا ہوں؛

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے۔ جس کا نزول مکہ میں ہوا تھا! اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جن کی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے؛

اب ناظرین حضرت یوسف علیہ وعلیٰ آبائہ السّلام (جو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے

[1] علما میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا۔ یا صلح سے اس پر قبضہ ہوا۔ [2] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۲۰۔

خطاب سے مخاطب ہیں، کے حالات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے حالات کی مماثلت معلوم کریں :

مماثلت حالات حضرت یوسفؑ و حضرت صلعم

(۱) حضرت یوسفؑ پر بوجہ اُن کے روحانی کمالات کے اُن کے بھائیوں نے حسد کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آپ کے بھائیوں نے حسد کیا :

(۲) حضرت یوسف علیہ السّلام چاہ کے اندر رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر :

(۳) حضرت یوسف علیہ السّلام نے چند سال زندان میں بسر کئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے :

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے باہر مدینہ میں جاکر کامیابی ہوئی :

(۵) حضرت یوسف علیہ السّلام کے سامنے قحط کے دنوں میں اُنکے بھائی التجا لیکے گئے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے بھی حضور کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا۔ تو ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہا۔ یا محمد جئت تامرنا بصلۃ الرحم فادعوا اللّٰہ لنا محمد آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں دیکھئے ہم قحط سے مر رہے ہیں دعا کیجئے۔ کہ یہ مصیبت ٹلے" اور آنحضرت صلعم کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا :

(۶) حضرت یوسفؑ نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لئے غلہ بھجوایا۔ اور آنحضرت نے ثمامہ بن اثال کو حکم دیکر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا :

(۷) حضرت یوسفؑ کی عظمت کو بالآخر اُن کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بھی اُن کے بھائیوں کو بالآخر اعتراف کرنا پڑا تھا :

(۸) حضرت یوسفؑ نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کیلئے یغفر اللہ لکم کی دعا فرمائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبداللہ بن اُمیہ کو جنہوں نے برسوں حضورؐ کو ستایا تھا۔ اسی دعا سے شاد کام فرمایا تھا؛

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام کے علو مرتبت کا اظہار اُنکے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضورؐ کے چچا عباسؓ (جن کو حدیث میں "صنو اَب" مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے؛

(۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہکر معاف فرمایا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہزارہا اذیتیں دی تھیں۔ اسی کلام طیب سے خرسند فرمایا تھا؛

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیدی گئی تھی۔ اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ ہی میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اس لئے سورۂ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے۔ اور تمام سورۃ آنحضرت کے لئے پیشگوئی کا حکم رکھتی ہے؛

فتح مکہ کے نتائج۔ اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے) اسلام لانیوالوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی تھی۔ اس کے چند اسباب ہیں:۔

(۱) بہت سے قبائل اسلام سے اس لئے رُکے ہوئے تھے۔ کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا؛

(۲) بہت سے قبائل اسلام سے اس لئے رُکے ہوئے تھے۔ کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت

اسلام اور فتح مکے نتائج

کمزور تھے۔ مگر اُن کے تعلّقات یا رشتہ داری قریش کیساتھ وابستہ تھے اور اُنکا خیال تھا، کہ اسلام لانے سے وہ تعلّقات بھی منقطع ہو جائیں گے۔ اور یہ لوگ قریش کے غیظ و غضب کے مورد بھی بن جائیں گے؛

(۳) بہت سے قبائل کی رائے تھی، کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان اُن کی صداقت کا، اور مقبولِ خدا ہونے کا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات ان میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا۔ جس کے ساتھ ربّ العٰلمین کی نصرت و تائید نہ ہو؛

فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظہر علیہم فھو نبی صادق۔
(صحیح بخاری عن عمرو بن سلمہؓ)

وہ قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا۔ تو ضرور سچّا نبی ہے؛

(۴) ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بُوڑھے ایسے موجود تھے جنھوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس[۱] ہزار لشکرِ جرّار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے۔

---

[۱] فریخ پروفیسر سیڈیو نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب میں لشکرِ حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے۔ اور لکھا ہو کہ جنرل ابرہۃ الاشرم نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب سلطنت بھی بنگیا تھا) صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جسکی عمارت نہایت عجیب تھی وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے۔ جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں۔ جب اسے دیگر تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی۔ تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے:۔

واسئل امیر الجیش عنّا ما رائ ولسوف ینبی الجاہلین علیمہا
ستون الفا لم یوبوا ارضہم بل لم یعش بعد الایاب سقیمہا

"ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا۔ جسے خبر ہے وہ بے خبروں کو بتا دیگا۔ کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا واپس گیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا۔" چونکہ پروفیسر سیڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Aeyat) ستر ہزار فوج لیکر ۵۲۵ء میں آیا تھا (باقی بر صـ۱۷۳)

اور ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود[1] نسل کا تھا؛

ان بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس[2] پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکہ اُن کے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے! اور شہر میں ایک بھی حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنیوالا نہ رہ گیا تھا۔ بایں ہمہ اُنھوں نے دیکھا تھا۔ کہ فوج خستہ و برباد ہوئی۔ اور سردارِ فوج بحالِ تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی نہ ہاتھی۔ بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پڑے سڑ رہے تھے؛

اِن بوڑھوں کو ابتک عبدمناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی۔ کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر آ اُترا۔ تو انھوں نے اہلِ مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لئے۔ اُن میں عبدمناف کے بھی سو اونٹ تھے۔ عبدمناف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ اور اُس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے، چوڑے، سرخ و سفید، شکل سے امارت و رعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے۔ اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اُس نے تعظیم دی، برابر بٹھایا اور پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے؛

عبدمناف نے کہا۔ ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لئے ہیں۔ براہ مہربانی اُن کے چھوڑ دینے کا حکم دیجئے؛

ابرہہ بولا۔ جب آپ آئے تھے۔ تو میرے دل میں آپکی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی۔

(بقیہ از صفحہ ۱۷۲) اس لئے عجب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اسٹرم جو ارباط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو؛

[1] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی۔ جو اب دنیا سے ناپید ہوگئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mamalt) ہے۔ عرب نے اسی کو معرّب کر کے محمود بنا لیا ہے۔ (از تاریخ الدوّل العرب)

[2] ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں۔ بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی؛

لیکن آپ کی باتیں سُن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی نہ عزت؟

عبد مناف نے پوچھا۔ یہ کیوں؟

ابرہہ بولا۔ دیکھو میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے اس عبادت خانے کو گرا دُوں۔ جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو۔ اور جس کے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت و عزت عرب کی نگاہ میں ابتک کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تم اپنے اُس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے۔ اور اپنے مویشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔

عبد مناف نے کہا۔ نہیں مَیں مویشیوں کو اُس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے۔ کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں اور مجھے ان کی فکر ہے۔ اور اس گھر کا مالک ایک اَور ہے۔ اُسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں؟

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کا ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا۔ تو اسلام لانیوالوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اُٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا۔ اور مسلمانوں کا مقبولِ خدا ہونا بھی اُنہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا۔ اور ان وجوہات سے اسلام لانیوالوں کی کثرت ہوگئی؟

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے۔ کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقّت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے۔ سامعین آزادی و اطمینان سے وعظ سننے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ کھینچ لیتی تھی؟

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت
یا
جنگ حُنین۔ شوال ۸ھ

فتح مکہ ہو جانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جنکی حد مکہ سے ملتی تھی۔ سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں۔

تو اہلِ مکہ کے جسقدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں۔ وہ بلا د غدغہ ہمارے ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں سے بُت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔[۱]

اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ اور چار ہزار بہادر لیکر مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادیٔ حنین میں آ اُترے۔ اُنہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ، مال و مواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتا یا تھا کہ زن و بچہ۔ مال و مواشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کرے گا۔

یہ خبر سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے۔ اور بُت پرست معاہد بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا۔ اور اسی لئے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دُور بھی تھی۔

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گذار درہ میں گھات لگائی۔ اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھا یا۔ جب لشکرِ اسلام کا اگلا حصہ (جسمیں زیادہ تر طُلقائے مکہ یا ایسے لااُبالی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو اُنہوں نے اتنے تیر برسائے، کہ اُن کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سُوجھی۔ قریباً ایک سَو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا۔ تو بے نظیر شجاعت[۲]

[۱] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳، [۲] مسلم عن براء ابن عاذب باب جنگ حنین۔

استقامت کا نمونہ دکھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے اور یہ فرمانا شروع کیا۔

"انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب"[1]

"میں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں"

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے۔ بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔

اب عباسؓ (عم نبی صلعم) نے صحابہ کو مہاجرین و انصار کے پتے سے بلانا شروع کیا وہ سب آواز سنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے[2] اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا۔ اور دو حصّوں میں منتشر ہو گیا۔

(۱) ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لیکر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

(۲) دوسرا گروہ جس میں اُنکے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری کو مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعریؓ نے وہاں پہنچکر دشمن کے اہل و عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا۔ تو قلعہ کے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی۔ اور چھ ہزار

---

[1] صحیح بخاری عن براءؓ ۔ [2] صحیح بخاری عن ابن عباسؓ ۔

زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے؛[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے۔ اور اُنہوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی؛

ان میں وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں مَیں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ (اور اسی انتظار میں قریباً دو ہفتے ہو گئے۔ کہ مال غنیمت ابھی تقسیم نہ کیا گیا تھا[2]) مَیں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے۔ تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو۔ کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اس لئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا۔ اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اُسوقت کوئی صورت نکل آئیگی۔ فرمایا تم خواہ مال کا لینا پسند کر لو یا اہل و عیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے؛

دوسرے دن وہی سردار آئے۔ اور اُنہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی؛

---

[1] یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ ورس دیکھو۔ جسمیں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں۔ "اُٹھو۔ قیدار پہ چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کر دو۔ اُن کے خیموں اور انکے گلوں کو وے لے لیں گے۔ اور اُن کے سارے برتنوں اور اُن کے اونٹوں کو وے اپنے لئے لیتے جائیں گے۔" واضح ہو کہ قیدار پہ چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے؛

[2] صحیح بخاری عن مسور و مروان کتاب المغازی واقعہ حنین؛

بے نظیر فیاضی اور رحم | نبی الرحمۃ ؐ نے فرمایا۔ میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجر نے کہا۔ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں؛

اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ اُن کے نزدیک یہ عجیب بات تھی۔ کہ حملہ آور دشمن پر جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو، ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اس لئے اُنہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بُلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ ۶ اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دی۔ اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا؛

دُودھ پلائی کی بیٹی کی عزت | اِن قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُودھ کی بہن کو پہچانا۔ اور اس کی نشست کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا۔ اگر تم میرے پاس ٹھہرو۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے اُس نے واپس جانا چاہا۔ اور اُسے عزت و اکرام کیساتھ اسکی قوم میں بھیجدیا گیا؛

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ | مالِ غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عنایت فرمائے تھے۔ جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے انصار کو جو نہایت مخلصین تھے۔ اُس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا۔ انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لیکر اپنے اپنے گھر جائیں گے۔ اور انصار نبی اللہ ؐ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہونگے؛

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے، کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی ؎

دو شاہد اندر مرا خیبر و حنین کہ تو　　وہی بجود ہر آنچہ یہ فتح لبستانی

فصل

(یہودیوں کی شرارتیں ۔ عہد شکنی ۔ حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں)

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیئے ۔ جو یہود ابن یعقوب کی نسل سے تھا ۔ لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا ہے ۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی ۔ لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دُور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھیرے ۔

حضرت مسیح جیسے رحم دل نے اُن کی حالتوں کو دیکھ کر اُنہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتایا تھا ۔ اور یہ بھی خبر دی تھی ۔ کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لیجا کر ایک دوسری قوم کو دی جائیگی ۔ جو اس کے اچھے پھل لائے[۱] ۔

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا ۔ اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کا آماجگاہ بنایا جائے ۔ جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے ۔

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا ۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا ۔ جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے ۔ اُنہی دنوں کا ذکر ہے ۔ کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دُودھ بیچنے گئی ۔ چند یہودیوں نے شرارت کی ۔

یہود کی پہلی شرارت ۔ بلوہ قتل اور اخراج بنو قینقاع

---

[۱] متی ۲۱ باب ۴۳ و ۴۴ ؎

اور اُسے سر بار تار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ پکار سُن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا۔ اُس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا۔ اور بلوہ بھی کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بُلایا۔ اُنہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیجدیا۔ اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اس لئے اُن کو یہ سزا دیگئی۔ کہ مدینہ چھوڑ دیں۔ اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی پہلی شرارت

یہود کی دوسری شرارت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش۔ یا جلاء بنو نضیر

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بُت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا۔ مگر آنحضرتؐ کی زیرکی و دانائی سے اُن کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا۔

کہ "تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمدؐ سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کریں گے۔ تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اُتار لیں گے۔" اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دوسری شرارت

سنہ ۴ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کیلئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا۔ اور تدبیر یہ کی۔ کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا دے۔ اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربّانی اس شرارت کا علم

ہو گیا۔ اور حفاظت الٰہی سے بچکر چلے آئے؛

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دیگئی، کہ خیبر جاکر آباد ہو جائیں۔ اُنہوں نے چھ سو اُونٹوں پر اسباب لادا۔ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ باجے بجاتے ہوئے نکلے۔ اور خیبر جا بسے[1]؛

یہود کی تیسری سازش۔ ملک کی عام بغاوت اور اسکا انجام؛ جنگ احزاب یا غزوۂ خندق

۵ سنہ ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق[2] ہے بنو نضیر خیبر پہنچکر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے یہ عزم کیا۔ کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک متفقہ کوشش کی جائے۔ جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں؛

بغاوت عام

اُنہوں نے بیس سردار مامور کئے۔ کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لئے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ ذی قعدہ ۵ سنہ ھ میں دس[3] ہزار کا خونخوار لشکر جس میں بُت پرست، یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے مدینہ پر حملہ آور ہؤا۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگِ احزاب ہے؛

(۱) قریش۔ بنو کنانہ۔ اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے؛

(۲) بنی فزارۃ زیر کمان عقبہ بن حصین؛

(۳) بنی مرہ زیر کمان حارث بن عوف؛

(۴) بنو اشجع و اہل نجد زیر کمان مسعود بن دخیلہ[4]؛

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۳ باب ۶ میں پیشگوئی موجود ہے۔ "باغی لڑکے دولت و خزانہ لیکر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا" کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگِ خیبر میں ہؤا تھا؛

[2] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانیوالے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے۔ اور دیگر بُت پرست قومیں بھی اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی؛

[3] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔ جلد ۱؛ [4] طبری جلد ۲ صفحہ ۲؛

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھود لی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔[۱]

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا[۲]

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)

خندق کھودنے۔ پتھر توڑنے۔ مٹی ہٹانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے۔ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو باوازِ بلند پڑھتے تھے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا	اے خدا تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں
ولا تصدقنا ولا صلینا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں، کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
فانزلن سکینۃ علینا	اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرمادے نزول
وثبت الاقدام ان لاقینا	دشمن آجائے تو ہم کو کر عطا یا رب ثبات
ان الاعداء قد بغوا علینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
اذا ارادوا فتنۃ ابینا[۳]	فتنہ گر ہیں وہ، نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح اُترا، کہ سامنے خندق تھی۔ اور پس پشت کوہ سلع[۴]۔ بنو قریظہ یہودی جو مدینہ میں آباد تھے۔ اور جن پر بپابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا۔ اُن سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جاکر ملا۔ اور اُنہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۳۔ [۲] صحیح بخاری عن براءؓ۔ [۳] صحیح بخاری عن انسؓ۔ [۴] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔

اپنی طرف ملا لیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی اُن کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے۔ مگر اُنہوں سے صاف صاف کہدیا۔ "محمدؐ کون ہے کہ ہم اُسکی بات مانیں۔ اُس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں"[1]۔

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ بناچاری اُن تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لئے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرّار لشکر حملہ آور ہو گا۔ اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دینگے۔ تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعًا جنگ سے نفرت تھی۔ اسلئے آپ نے یہ بھی صحابہ رضہ سے مشورت کی۔ کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے۔ لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز سے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ۔ اور بُت پرستی میں مبتلا تھے۔ اُن دنوں بھی ہم نے اُن کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جب خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے تو ہم اُنہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ اُن کے لئے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اَور کچھ نہیں ہے[2]۔

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا۔ کبھی کبھی اِکّے دُکّے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمر بن عبد وُد جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا۔ حیدر کرار شیر شکار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے

[1] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔ [2] طبری و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔

نوفل کی لاش لینے کے لئے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کئے۔ نبی صلعم نے فرمایا لاش دے دو۔ قیمت درکار نہیں۔[1]

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے۔ تو اُن کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اُٹھاکر رفوچکر ہوگیا۔

بنو قریظہ کا انجام اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو بُلا بھیجا۔ کہ وہ سامنے آکر اپنے اس طرزِ عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کرلی۔ اُس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن خطب، جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ اب تک اُن کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ غدر اُن کی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں اُنہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) سلاحات سے مدد دی تھی۔ مگر اُس وقت رحمدل نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ قصور معاف کردیا تھا۔

اب اُن کے قلعہ بند ہوجانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا۔ جو ۲۵ دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آگئے۔ اُنہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے اُنکا پہلے ربط وضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منوالیا کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ اور منصف) تسلیم کیا جائے۔ جو فیصلہ سعد کردے خدا کا نبی (صلعم) اُسی کو منظور کرے۔

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا۔ خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا اُمیدیں

[1] ابن ہشام۔

اُن پر لگائی ہونگی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا:۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں؛

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں؛

(۳) مال تقسیم کیا جائے؛

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابُوسعید خدری رضی سے ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کئے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث میں عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے کا کچھ ذکر نہیں۔ اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو اُن کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریبًا وہی[۱] سزا دی تھی۔ جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے! اور جو اُن کی شریعت میں ہے؛

۱؎ قریبًا وہی سزا اس لئے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۶ تا ۳۵ درس ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔

"۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں، ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ اُن کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لُوٹ لیا۔ ۱۰۔ اور ان کے سارے شہروں کو جنمیں وے رہتے تھے! اور اُنکے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ ۱۴۔ موسیٰ ..... غصہ ہوا؛ ۱۵۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا ہے؟ ۱۷۔ تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو۔..... اور ہر عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی۔ جان سے مارو۔ ۱۸۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُنکو اپنے لئے زندہ رکھو"

رگ وید۔ چوتھے منڈل کے منتر ۱۶۔ رچا ۱۰ میں ہے؛

"اُس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا" صفحہ ۳۴۔ قدیم ہندوستان؛

رگ وید۔ منڈل ۱۰۔ منتر ۴۹۔ رچا۔ ۷۔؛

"ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا۔ قضا و قدر نے اُن کو اسی واسطے پیدا کیا تھا" صفحہ ۳۸" رگ وید منڈل ۲۔ منتر ۲۰۔ رچا ۶۔ ۷۔؛

"وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا۔ اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دیئے۔" وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے" صفحہ ۳۷؛ اُردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر سی۔ دت صاحب؛

ہمارے پاس یہ امر باور کرنیکی وجوہات اور نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلعم کے سپرد کر دیتے۔ تو اُن کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دیجاتی۔ وہ یہ ہوتی۔ کہ جاؤ۔ خیبر میں آباد ہو جاؤ۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اسکی نظیر ہے۔ نبی صلعم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کیلئے مع اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دیدیا تھا۔ اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی۔[1]

فصل

"عیسائیوں سے جنگ"

عیسائی اقوام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرتؐ سے عناد کیا لیکن جمہور کا اُس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اسکی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کیساتھ ایک جنگ ہوئی اور ایک سفر اُن کے حملہ آور ہونے کی خبر اُڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

"دُعٰیِ اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ"
بماہ جمادی الاولیٰ ۸ سنہ ہجری

موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرجیل بن عمرو غسّانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حارث بن عمیرؓ ازدی کو جو دعوتِ اسلام کا خط لیکر روانہ ہوا تھا۔ قتل کرا دیا تھا۔

مظلوم حارث کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسّان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا بھی اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھیرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرانشین عیسائی قبائل لخم۔ جذام۔

[1] تاریخ طبری صفحہ ۵۷ و ۵۸۔

بہرا۔ بلّی۔ قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے اس لئے حاکم غسّان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد دو ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہؓ (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ۔ نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے[1]۔ جعفر طیارؓ (جو نبی صلعم کے چچیرے اور علیؓ مرتضیٰ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بعمر ۳۳ سال) ۹۰ زخم سامنے کی طرف کھا کر[2] اور عبداللہؓ بن رواحہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے جعفر کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ شہید ہو گئے، پھر خالد بن ولیدؓ نے فوج کو سنبھالا۔ اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنی زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں[3]؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہؓ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا اسی جنگ کے بعد خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا؎

جیش عسرت یا سفر[4] تبوک
رجب ۹ھ ہجری

ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل لخم، جذام۔ عاملہ۔ غسّان وغیرہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ

---

[1] زید بن حارثہؓ چھاتی میں نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ ان کے ہاتھ میں نشان تھا جعفر طیارؓ نے نشان سنبھال لیا حملہ آوروں نے حضرت جعفرؓ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے انکا دہنا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اس لئے ان کا لقب ذوالجناحین ہوا۔ (ابن خلدون)۔ [2] صحیح بخاری عن ابن عمر باب غزوہ موتہ۔ [3] بخاری عن قیس بن ابن حازم؎ [4] چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اس لئے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مؤرخین اسے غزوۂ تبوک اس لئے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا؎

لینا چاہتے تھے۔ جو بمقام موتہ۔ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے۔ تاکہ اندرونِ ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو؛

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا۔ جو نصف دنیا پر حکمران تھی۔ اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنتِ ایران کو نیچا دکھا چکی تھی؛

مسلمان بے سرو سامان تھے۔ سفر دُور و دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی۔ مدینے میں میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاریٔ سامان کے لئے عام چندہ کی فہرست کھولی؛

عثمان غنیؓ نے ۹۰۰ اُونٹ۔ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے۔ ان کو مجہز جیش العسرۃ کا خطاب[1] ملا؛

عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم؛

عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا؛

ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے۔ اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسولؐ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے؛

ابو عقیل انصاریؓ نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کئے۔ اور یہ بھی عرض کی کہ "رات بھر پانی نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا دو سیر بیوی بچے کے لئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اُوپر بکھیر دو۔

غرض ہر صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخدلی سے کام لیا۔ قریبًا

[1] ترجمہ یہ ہے کہ فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا؛ (ابن خلدون)

۸۲ شخص جو دکھاوے سے مسلمان تھے۔ بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا۔ کہ اب محمدؐ اور اُس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دیگا۔

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہؤا۔

مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا۔ اور علی مرتضیٰ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کیلئے مامور فرمایا۔

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ شخصوں کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اُونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لئے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے اُن کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔[۵۳]

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے۔ کہ علی مرتضیٰ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہؤا کہ منافقین بعد میں حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا۔ نکما کہکر چھوڑ دیا۔ کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے۔ اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی۔ "علیؓ تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لئے ویسے ہو جیسا کہ موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی

---

[۵۱] طبری۔ [۵۲] صحیحین۔ [۵۳] مدارج النبوۃ۔

نبی نہیں" یہ سنکر علیؓ مرتضیٰ خوش و خرّم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔[1]

تبوک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اُسوقت چھوڑ دیا۔ اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

تبوک[2] میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرّف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیئے ہیں۔

اللہ پاک کی بہترین حمد و ثناء کے بعد فرمایا:-

---

[1] صحیح بخاری عن مصعب بن سعد عن ابیہ باب غزوہ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل میں اُسوقت چھوڑ گئے تھے۔ جب اُنہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰؑ کے جو خلیفہ ہوئے۔ اُن کا نام یوشع بن نون ہے۔

عیسائیوں کے ساتھ فیاضانہ مذہبی رواداری

[2] فلاڈلفیا کا قدیم کلیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا ۳ باب ۷ تا ۱۳ درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اسکے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمانِ نبویؐ میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایامِ قیامِ تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور اُن سے معاہدات بھی کئے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی۔ اور انکے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ ان کی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے۔ اور آزاد قبائل تھے۔ ان کو انکی حالت پر چھوڑا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی، بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ آجتک مسلّمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ درس میں ہے۔ اسی جگہ سنا تھا۔

اکیدر والی دومۃ الجندل جسے خالد بن ولیدؓ نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

امّا بعد :-

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللّٰہ

(۲) واوثق العری کلمۃ التقوٰی

(۳) وخیر الملل ملۃ ابراھیم

(۴) وخیر السنن سنۃ محمّد

(۵) واشرف الحدیث ذکر اللّٰہ

(۶) واحسن القصص ھذا القراٰن

(۷) وخیر الامور عوازمھا

(۸) وشر الامور محدثاتھا

(۹) واحسن الھدی ھدی الانبیاء

(۱۰) واشرف الموت قتل الشھداء

(۱۱) واعمی العمی الضلالۃ بعد الھدٰی

(۱۲) خیر الاعمال ما نفع

(۱۳) خیر الھدی ما اتبع

(۱۴) وشر العمی عمی القلب

(۱۵) والید العلیا خیر من الید السفلٰی

(۱۶) وما قل وکفٰی خیر مما کثر والھٰی

(۱۷) شر المعذرۃ حین یحضر الموت

(۱۸) وشر الندامۃ یوم القیمۃ

(۱) ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھکر اللہ کی کتاب ہے،

(۲) سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقوٰی کا کلمہ ہے؛

(۳) سب ملّتوں سے بہتر ملّت ابراہیم علیہ السّلام کی ہے؛

(۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ہے؛

(۵) سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے؛

(۶) سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے؛

(۷) بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں؛

(۸) امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو؛

(۹) انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے؛

(۱۰) شہیدوں کی موت موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے؛

(۱۱) سب سے بڑھ کر اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے؛

(۱۲) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو؛

(۱۳) بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں؛

(۱۴) بدترین کوری دل کی کوری ہے؛

(۱۵) بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے؛

(۱۶) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے۔

(۱۷) بدترین معذرت وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے؛

(۱۸) بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی؛

(۱۹) ومن الناس لا یاتی الجمعۃ الا دبرًا۔ — (۱۹) بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں؛

(۲۰) ومن لا یذکر اللہ الا ھجرا۔ — (۲۰) انمیں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں؛

(۲۱) ومن اعظم الخطاء اللسان الکذوب — (۲۱) سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے؛

(۲۲) وخیر الغنی غنی النفس۔ — (۲۲) سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے؛

(۲۳) وخیر الزاد التقویٰ — (۲۳) سب سے عمدہ توشہ تقوےٰ ہے؛

(۲۴) وراس الحکمۃ مخافۃ اللہ عزوجل — (۲۴) دانائی کا سر یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو؛

(۲۵) وخیر ما وقر فی القلوب الیقین — (۲۵) دلنشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے؛

(۲۶) والارتیاب من الکفر۔ — (۲۶) شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے؛

(۲۷) والنیاحۃ من عمل الجاھلیۃ — (۲۷) بَین سے رونا جاہلیت کا کام ہے؛

(۲۸) والغلول من حر جھنم — (۲۸) چوری کرنا عذابِ جہنم کا سامان ہے؛

(۲۹) والسکر کیٌّ من النار۔ — (۲۹) بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے؛

(۳۰) والشعر من ابلیس — (۳۰) شعر ابلیس کا (حصّہ) ہے؛

(۳۱) والخمر جمّاع الاثم — (۳۱) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے؛

(۳۲) وشر الماکل ماکل مال الیتیم — (۳۲) بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے؛

(۳۳) والسعید من وعظ بغیرہٖ۔ — (۳۳) سعادتمند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے؛

(۳۴) الشقی من شقی فی بطن امہٖ — (۳۴) اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو

(۳۵) وملاک العمل خواتمہ — (۳۵) عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے؛

(۳۶) وشر الرؤیا رویا الکذب — (۳۶) بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے؛

(۳۷) وکل ما ھو اٰت قریب۔ — (۳۷) جو بات ہونیوالی ہے وہ بہت قریب ہے؛

(۳۸) وسباب المومن فسوق	(۳۸) مومن کو گالی دینا فسق ہے؛
(۳۹) و قتاله كفرًا	(۳۹) مومن کو قتل کرنا کفر ہے؛
(۴۰) واكل لحمه من معصية الله	(۴۰) مومن کا گوشت کھانا (اسکی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔
(۴۱) وحرمة ماله كحرمة دمه۔	(۴۱) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اُسکا خون؛
(۴۲) ومن يتالى على الله يكذبه۔	(۴۲) جو خدا سے استغنا کرتا ہے خدا اُسے جھٹلاتا ہے؛
(۴۳) ومن يغفر يغفر له	(۴۳) جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اسکے عیوب چھپاتا ہو؛
(۴۴) ومن يعف يعف الله عنه۔	(۴۴) جو معافی دیتا ہے اُسے معافی دیجاتی ہے۔
(۴۵) ومن يكظم الغيظ يأجره الله	(۴۵) جو غصہ کو پی جاتا ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے؛
(۴۶) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله	(۴۶) جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے؛
(۴۷) ومن يتبع السمعة يسمع الله۔	(۴۷) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اُسکی رسوائی عام کر دیتا ہے؛
(۴۸) ومن يصبر يضعف الله له۔	(۴۸) جو صبر کرتا ہے خدا اُسے بڑھاتا ہے؛
(۴۹) ومن يعص الله يعذبه الله	(۴۹) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اُسے عذاب دیتا ہے؛
(۵۰) ثم استغفر ثلثًا۔	(۵۰) پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر........

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا[۱]

ذوالبجادین کی وفات ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفلس مخلص صحابہؓ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے؛

ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے، کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان

[۱] بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) فی الدلائل وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۴۶۲؛

ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر انکی حیثیت درست کر دی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا! ور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اسقدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے۔ تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا:

"پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے۔ کہ کب آپکے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپکا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں"

چچا نے جواب دیا" دیکھ! اگر تو محمدؐ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لونگا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دوں گا"

عبداللہ نے جواب دیا" چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنونگا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کرونگا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپکا منشاء ہے کیجیئے اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے، سب سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے۔ اسلئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا"

عبداللہ نے یہ کہکر بدن کے کپڑے تک اتار دیئے! ور مادر زاد برہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی۔ کہ کیا ہوا۔ عبداللہ نے کہا۔ میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کیلئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر دیدیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیدیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا۔ آدھے کا تہ بند بنا لیا۔ آدھا اوپر لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبویؐ میں پہنچ گیا۔ اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے۔ تو اسے دیکھکر پوچھا

کہ کون ہو- کہا- میرا نام عبد العزےٰ ہے- فقیر و مسافر ہوں- عاشقِ جمال اور طالبِ ہدایت ہو کر درِ دولت تک آپہنچا ہوں؀

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- تمہارا نام عبد اللہ ہے، اور ذوالبجادین لقب- تم ہمارے قریب ہی ٹھیرو- اور مسجد میں رہا کرو؀

عبد اللہ اصحابِ صُفّہ[1] میں شامل ہو گیا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا- اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا؀

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں- اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے- کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- عمرؓ- اسے کچھ نہ کہو- یہ تو خدا اور رسولؐ کیلئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے؀

عبد اللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی- تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے- عرض کیا- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ میں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں؀

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جاؤ- کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ- جب عبد اللہؓ چھلکا لے آئے- تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اُنکے بازو پر باندھ دیا- اور زبانِ مبارک

---

[1] صفہ چبوترے کو کہتے ہیں مسجد نبویؐ کے صحن میں ایک چبوترہ تھا- جو لوگ گھر بار تج کر دنیا کا زر و مال، آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کیلئے آیا کرتے تھے- وہ اس چبوترہ پر ٹھیرا کرتے تھے- اس لئے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے- یہ عاشقانِ صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے اُن کی روک نہ بن سکتی تھی- انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعتِ اسلام کرتے تھے- انہی میں سے حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جو پانچہزار احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں؀ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد یعنی سفرنامہ حجاز میں پڑھنا چاہیئے؀

مخلص غریب کی تدفین میں نبی صلعم کا اسوہ

سے فرمایا۔ "الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں"۔ عبداللہ نے کہا۔ یا رسول اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب غزا کی نیت سے تم نکلو، اور پھر تپ آجائے اور مر جاؤ۔ تب بھی تم شہید ہی ہوگے۔

تبوک پہنچکر یہی ہؤا کہ تپ چڑھی اور عالم بقا کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

"رات کا وقت تھا۔ بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اسکی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکی قبر میں اترے تھے! ور ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرما رہے تھے۔ ادبًا الی اخاکما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرتؐ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ اور پھر دعا میں فرمایا:۔

"الٰہی! آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا"[1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کاش اس قبر میں میں دبایا جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمدؐ اور اسکے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے۔ اور اُنہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دیدی۔ لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے۔ جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ اُن کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔ میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

---

[1] مدارج النبوۃ صفحہ ۴۲۳ جلد دوم۔

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ہیں۔ اور اُن ۷۳ سابقین میں سے ہیں۔ جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اور شعراء خاص میں سے تھے؛

کعبؓ بن مالک کا امتحان سخت طریق سے

کعب کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پہ رہ جانا، اتفاقاً محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی۔ کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، اس سفر کے لئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کئے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اُونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا تردّد نہ تھا میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کُوچ ہوگا۔ مَیں چل پڑونگا۔ لشکرِ اسلام جس روز روانہ ہؤا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ مَیں نے کہا۔ خیر مَیں کل جا ملونگا۔ دو تین روز اسی طرح سُستی اور تذبذب میں گذر گئے۔ اب لشکر اتنی دُور نکل گیا تھا کہ اس سے مل سکنا مشکل ہو گیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہؤا؛

ایک مخلص کا سخت ترین امتحان

میں ایک روز گھر سے نکلا۔ مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھُوٹ مُوٹ عذر کرنے کے عادی تھے۔ یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج وغم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گذر گئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں۔ اور کیونکر خدا کے رسُول کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے۔ مگر مَیں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے۔ آخر مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسّم فرمایا۔ تبسّم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اُسی وقت جاتے رہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کعب تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا۔ کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا! اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے گھر ٹھیرو۔ اور حکمِ الٰہی کا انتظار کرو؛

بعض لوگوں نے کہا۔ دیکھو۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا میں نے کہا۔ "وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا۔ اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیادار سے نہیں۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ کیساتھ ہے"۔ میں نے دریافت کیا کہ "جو حکم میرے لئے ہوا ہے، کسی اَور کیلئے بھی ہوا ہے"؟ لوگوں نے کہا "ہاں، ہلال بن اُمیّہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے"۔ یہ سُنکر مجھے ذرا تسلّی ہوئی۔ کہ دو مرد صالح اَور بھی مجھ جیسی حالت میں ہیں؛

پھر رسولِ خدا نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے! ورنہ ہمارے پاس آکر بیٹھے! اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے۔ لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا۔ مسجد نبویؐ میں جاتا۔ نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا کرتے میری شکستگی کا ملاحظہ فرمایا کرتے! اور جب میں حضورؐ کی جانب آنکھ اُٹھاتا تو حضورؐ اعراض فرماتے؛ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا۔ نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا ایک روز میں نہایت رنج و الم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابُو قتادہؓ میرا چچیرا بھائی تھا۔ وہ ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اسکا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا

میں اُسکے پاس چلا گیا۔ اُسے سلام کیا تو اُس نے جواب تک نہ دیا۔ اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا میں نے کہا "اَبُو قتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ مَیں خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے"؟ اُبو قتادہؓ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دُہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جواب دیا کہ "اللہ اور رسولؐ ہی کو خوب معلوم ہے۔" مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی رویا۔ مَیں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہِ غسان کا ایک خط میرے نام تھا خط میں لکھا تھا:۔

"ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے سامنے سے نکالدیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے! اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ۔ اور آکر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں"

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اَور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اَور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے، اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج واندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی مَیں نے آگ میں ڈالدیا اور کہدیا۔ جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے۔

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہُوا موجود ہے

مخلص نے بادشاہ غسان کو کیا جواب دیا

اُس نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو" میں نے پوچھا "کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟" کہا۔ نہیں۔ صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سنکر میں نے اپنی بیوی کو اسکے میکے بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہلال کمزور و ضعیف ہے۔ اور اسکی خدمت کیلئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی رہوں؟ فرمایا "ہاں۔ اُسکے بستر سے دُور رہو"۔ عورت نے کہا "یا رسول اللہ! ہلال کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اُسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا"۔

اب مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لیلو۔ کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کردیا کرے۔ میں نے کہا "میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا۔ کیا خبر حضورؐ اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں اپنا کام خود کرسکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں"۔

الغرض اسی طرح مصیبت کیسے پچاس دن[1] گذر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع[2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی۔ "کعبؓ کو مبارک ہو کہ اسکی توبہ قبول ہوگئی"۔ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے۔ کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھدیا۔ اور سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

---

[1] سفر تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالبًا ۵۰ دن ہی لگے تھے اس لئے پیچھے رہ جانیوالوں کو اتنے ہی دن مسلمانوں اور عیال سے قریبًا تنہائی میں کاٹنے پڑے۔

[2] سلع کا ذکر بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے۔ اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اسکے پاس تھا۔ اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحٰق بہ (باقی برصفحہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ مَیں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اُسوقت چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا! و رعادت مبارک تھی۔ کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا "کعب مبارک! اس بہترین دن کیلئے! جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آجتک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمہاری توبہ کو ربّ العلمین نے قبول فرمالیا ہے"

میں نے عرض کیا" یارسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں مَیں اپنا کل مال راہِ خدا میں صدقہ دیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں"۔ میں نے عرض کیا "نصف" فرمایا "نہیں"۔ میں نے عرض کیا "ثلث" فرمایا "ہاں ثلث خوب ہے۔ اور ثلث بہت بھی ہے"

الحمد للہ کہ اس فتنہ و شر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اُٹھا رکھا تھا۔ اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا۔ خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران میں رحمۃ للعلمین کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت و وفور سے

(بقیہ از صفحہ ۲۰۰) روایت لکھی ہے:۔ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظہورھم السلع فی ثلاثۃ الاف من المسلمین فضرب ھنالک عسکرہ والخندق بینہ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اُس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اُترا تھا۔ اور اُسوقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے۔ جس میں عمرو بن عبدوُد کے مرنے کا ذکر ہے۔ امسی الفتی عمرو بن عبدٍ ثاویاً + بجنوب سلع ثادۃ لم ینظر

کعب بن مالک نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا۔ اس کا ایک شعر ہے:۔

الا ابلغ قریشاً انّ سلعاً وما بین العریض الی العماد

اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۵ کو دیکھیں۔ جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے؛

ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کئے۔

یہ وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں۔ جن میں اللہ کا برگزیدہ رسولؐ و نبیؐ اور مسلمان اضطرارًا تقریبًا سات سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

ناظرین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے۔ کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام لڑائیاں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے، اور اُن کے شر سے بچنے کیلئے کی گئی تھیں۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لئے قتل نہیں ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا۔ کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اس لئے مذہب کے لئے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لئے صاف ہیں:۔

(۱) لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورہ بقر رکوع ۳۴)	(۱) دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔
(۲) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورہ یونس)	(۲) اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے۔ کیا تُو ان لوگوں پر جبر کریگا کہ وہ ایمان لے آئیں۔
(۳) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (سورہ ہود۔ رکوع ۱۰)	(۳) اگر تیرا پروردگار چاہتا۔۔۔۔۔ تو سب لوگوں کو ایک ہی اُمت بنا دیتا۔ اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز اُن کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور اُن کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔

لا اکراہ فی الدین کی واضح تعلیم

مذہب اسلام میں اکراہ و جبر نہیں

(۴) اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (سورہ قصص رکوع ۶)

(۴) تُو اُسے ہدایت نہیں دے سکتا۔ جس سے محبت کرتا ہے۔ مگر خدا جسے چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے؛

(۵) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (سورہ قٓ رکوع ۳)

(۵) جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ اور تو اُن پر جبر نہیں کرسکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے؛

(۶) فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (سورہ غاشیہ پ ۳۰)

(۶) وعظ کرتا رہ۔ کیونکہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے؛ اور اُن پر داروغہ نہیں ہے؛

اسیرانِ جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے۔ کہ اُس برتاؤ کا ذکر کردیا جائے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسیرانِ جنگ کے ساتھ فرماتے تھے؛

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں وہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں۔ جسے سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں؛

اسیرانِ جنگ اور اسلام

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل قیدیوں کیساتھ صرف دو ہی طرح تھا:۔

(الف) فدیہ لیکر آزاد کرنا؛

(ب) بلا کسی فدیہ کے آزاد کردینا؛

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا دشمن کوئی نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس معاملہ کو صحابہؓ کے

شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہؓ میں ایک جانب ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جن کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے۔ اور انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کیے تھے:۔ ابوبکر صدیقؓ کی رائے

(۱) زرِ جرمانہ سے ہم اپنے سازو سامان کی درستی کر لیں گے؛

(۲) آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے؛

دوسری جانب عمر فاروقؓ تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:۔ عمر فاروقؓ کی رائے

(الف) یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ انکی گردنیں اُڑانی چاہئیں؛

(ب) خدا نے ہمکو اُن پر غلبہ دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیئے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زرِ جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ اُن کیلئے تجویز فرمایا کہ وہ اولادِ انصار کو لکھنا سکھا دیں (یا کوئی اور ہنر سکھا دیں)؛

بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروقؓ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث میں یہ ہے۔ کہ اگلے روز عمرؓ نے رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کو گریہ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے۔ بوجوہِ ذیل:۔

(۱) قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکرؓ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا؛

(۲) اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے؛

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں ابوبکرؓ کو ابراہیمؑ و عیسیٰؑ سے اور عمرؓ کو نوحؑ

و موسیٰ سے تشبیہ دی ہے؛

(۴) ابو بکرؓ کی رائے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے موافق تھی؛

(۵) بالآخر رب العلمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا؛

(۶) ابو بکرؓ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیرانِ جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے۔ اور سرِ دست زرِ جرمانہ (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا؛

(الف) الغرض جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لیکر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر اُن کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا اُن کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جنہوں نے انہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا؛

(ب) جنگِ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے۔ وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے تھے! اور ان میں سے ایک عورت جویریہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنینؓ ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا؛

(ج) حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے ۸۰ حملہ آور قید ہوئے تھے۔ اُن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط اور بلا کسی جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا؛

(د) جنگ حنین میں چھ ہزار زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر

کنندگان کو ادا کیا تھا۔ اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دیکر رخصت فرمایا تھا۔

اِن جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پا لینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔

کتبِ احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔

جنگ اور مصلحت الٰہیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا۔ کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام۔ مصر و عرب۔ ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی۔ غلام بنانے کا مذکور نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوانِ جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔

اگرچہ مسلمانوں کے لئے یہ لڑائیاں سخت آزمائش تھیں۔ لیکن رب العٰلمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو۔ کہ اسلام دنیا کے لئے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کر دے۔ جو انسانی ہمدردی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔

باب

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے سفیر و فرامین کا بھیجا جانا۔ بعض کا مسلمان ہو جانا۔ بعض کا اظہارِ ادب کرنا۔ بعض کا گستاخی سے پیش آنا۔ اور اس کا انجام۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں تر خصوصیت

یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہکر پیش کیا ہے؛

اور اسی لئے نبوت کے اُس ابتدائی زمانے ہی سے جب شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے آنحضرتؐ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشیؓ۔ صہیبؓ رومی۔ سلمانؓ فارسی۔ عداسؓ نینوائیؒ وہ بزرگوار ہیں۔ جو حبش۔ یونان۔ ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بنکر اسلام میں داخل ہوئے تھے؛

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں:۔

(۱) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا (سورہ سبا رکوع ۳)

(۱) ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لئے بشارت پہنچانے والا۔ ڈرسنانے والا بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے؛

(۲) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (سورہ صف ع ا نیز سورہ فتح ع ۲)

(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے؛

(۳) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ (سورۂ انبیاع ۷)

(۳) ہم نے تجھے تمام اہلِ عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے؛

(۴) قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورۂ اعراف ع ۲۰)

(۴) ان سے کہدو کہ اے انسانی نسل کے بچو۔ میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں؛

نبی صلعم کا تمام عالم کے لئے رسول ہونا

اِن آیات مبارکہ کے ارشاد کی تبعیت ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے! ور ہر ایک کو لکھ دیا تھا۔ کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لئے

دعوتِ عام کی نظیر کوئی موجود نہ تھی

پڑیگا۔ کہ تم نے اپنی ذات کے لئے انکار کر دیا، بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رُکے گی اِس لئے اُن کی ضلالت و گمراہی کا نکال بھی تم ہی پر پڑے گا کیونکہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ کہ ان کے بانیانِ مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو؛

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں اسلئے اُن کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے[۱]؛

اب اگر اُن کے متبعین اُنکے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں۔ تو یہ اُن کا اپنا فعل ہے۔ جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا؛

۷ھ ہجری المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پادشاہانِ عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا۔ وہ وہاں کی زبان جانتا تھا۔ تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے[۲]؛

اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مُہر نہ بنائی تھی۔ جب شاہانِ عالم کو خطوط لکھے گئے۔ تو اُن پر مُہر کرنے کے لئے خاتم تیار کی گئی۔ یہ چاندی کی تھی۔ تین سطور میں اس

۱ھ مقدس مسیح فرماتے ہیں "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں"؛

۲ھ خصائص الکبریٰ جلد دوم بروایت ابن ابی شیبہ صفحہ ۱؛

طرح یہ عبارت کندہ تھی[۱]

اللہ
رسول
محمد

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی :-

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (آل عمران رکوع ۷)

"اے اہل کتاب۔ آؤ۔ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے دین میں مساوی ہے۔ یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کیلئے تجویز نہ کریں۔"

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں :-

بادشاہ حبش کے نام اصحم بن ابجر، بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن اُمیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملك الحبشۃ سلم انت فانی احمد الیك اللہ الملك القدوس

خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں۔ جو ملک۔ قدوس۔

---

[۱] بخاری عن انس بن مالکؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگشتری ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اریس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ بخاری نقش الخاتم۔

السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى ابن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت به عيسى فخلقه الله من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده ونفخه وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله

وقد بعثت اليك ابن عمى جعفرًا نفرًا معه من المسلمين فاذا جاءك فاقرهم ودع التجبر فانى ادعوك وجنودك الى الله وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحى

والسلام على من اتبع الهدى

سلام، مومن[لہ] اور مہیمن ہے۔ اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں۔ جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا۔ اور انہیں عیسےٰ کا اس سے حمل ٹھیر گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے ...... پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے۔ کہ تو خدا برحق یکتا اور لا شریک پہ ایمان لے آ۔ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہ کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ بھیج چکا ہوں۔ تم ان کے بآرام ٹھیرا لینا۔ نجاشی، تم تکبر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں تم کو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلام اُس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمانِ مبارک پر مسلمان ہو گیا۔ اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الى محمد رسول الله من النجاشى الاصحم

اللہ، رحمٰن، رحیم کے نام سے۔

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجز کی

[لہ] مومن جو خدا کا نام ہے اس کے معنے ہیں ایمان عطا کرنے والا۔

بن ابجز سلام علیک یا نبی اللہ و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ من اللہ الذی
لا الٰہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ
فی ما ذکرت من امر عیسٰی فورب
السماء والارض ان عیسٰی ما یزید
علی ما ذکرت ثفروقًا۔ انہ کما قلت
وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا۔ وقد
قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد
انک رسول اللہ صادقًا مصدقًا
وقد بایعتک وبایعت ابن عمک
واسلمت علی یدیہ للہ رب
العلمین وقد بعثت الیک
بابنی ارھا بن الاصحم بن
ابجز فانی لا املک الا نفسی
وان شئت ان ایتک فعلت
یا رسول اللہ۔ فانی اشھد
ان ما تقول حق ط
والسلام علیک یا رسول اللہ

طرف سے، اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اُسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضورؐ کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسےٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ بخدائے زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں۔ اُن کی حیثیت اُتنی ہی ہے۔ جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں، سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنیوالے ہیں۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ مَیں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضورؐ کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے۔ اور مَیں حضورؐ کی خدمت میں اپنے فرزند ارھا کو روانہ کرتا ہوں۔ مَیں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضورؐ کا منشا یہ ہوگا۔ کہ مَیں حاضر خدمت ہو جاؤں۔ تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔ کیونکہ مَیں یقین کرتا ہوں کہ حضورؐ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے اے خدا کے رسولؐ۔ آپ پر سلام۔"

شاہِ بحرین کا اسلام

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا۔ شہنشاہِ فارس کا خراج گذار تھا۔ علاؐ بن الحضرمیؓ اسکے پاس نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ مسلمان ہوگیا۔ اور اسکی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوؐا۔ اُس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا۔ کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو ازحد پسند کیا ہے۔ بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ اُن کے لئے جو ارشاد ہو، کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔

(۱) ومن ینصح انما ینصح لنفسہٖ	جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے۔
(۲) ومن اقام علیٰ یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیۃ	جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے، وہ جزیہ (خراج رعیّتانہ) دیا کرے۔

(۳) جیفر و عبد فرزندانِ جلندی۔ ملک عمان کے نام عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ خط بھیجا گیا۔ عمرو کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا۔ اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبد بولا۔ میرا بھائی۔ عمر میں مجھ سے بڑا اور ملک کا مالک ہے۔ میں تمہیں اُس کی خدمت میں پہنچا دُوں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

عمرو بن عاص نے کہا۔ اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسُول ہے۔

عبد نے کہا۔ عمرو تو سردارِ قوم کا بیٹا ہے۔ بتا کہ تیرے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ ہم اُسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔

سفیرِ اسلام کی مدبرانہ گفتگو

عمرو بن عاص نے جواب دیا۔ وہ مر گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش وہ ایمان لاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کا اقرار کرتا۔

مَیں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو؟

عمرو بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہؤا۔

عبد۔ کہاں؟

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں۔ اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبد۔ وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرو بن عاص۔ اُسے بدستور پادشاہ رہنے دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا

عبد۔ (تعجّب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ دیکھو۔ عمرو۔ کیا کہ رہے ہو۔ انسان کیلئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھکر ذلّت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص۔ مَیں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ تم کیونکر ایسا کہ سکتے ہو؟

عمرو بن عاص۔ نجاشی۔ ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہؤا۔ کہدیا ہے۔ کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دُونگا۔

ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہرقل کے بھائی نباق نے کہا۔ یہ نجاشی حضور کا ادنے

غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور کے دین کو بھی اُس نے چھوڑ دیا ہے۔

ہرقل نے کہا۔ پھر کیا ہوا۔ اُس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کر لیا! ورقبول کر لیا۔ میں کیا کروں؟ بخدا اگر اِس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا۔ تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے؛

عبد۔ دیکھو۔ عمرو کیا کہ رہے ہو؛

عمرو بن عاص۔ قسم ہے خدا کی۔ سچ کہ رہا ہوں؛

عبد۔ اچھا بتاؤ۔ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے؟ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؛

عمرو بن عاص۔ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں! ور معصیتِ الٰہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں۔ بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں؛

عبد۔ کیسے اچھے احکام ہیں جنکی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں؛

میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اِس پیغام کو رد کیا۔ اور دنیا ہی کا راغب رہا۔ تو وہ اپنے ملک کے لئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا؛

عمرو بن عاص۔ اگر وہ اسلام قبول کریگا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا پادشاہ تسلیم فرمالیں گے وہ صرف اتنا کرینگے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرا دیا کرینگے؛

عبد۔ یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟

عمرو بن عاص نے زکوٰۃ کے مسائل بتائے۔ جب یہ بتایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے۔ تو عبد بولا۔ کیا وہ ہمارے مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود

ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا- اور خود ہی پانی جا پیتا ہے؟

عمرو بن عاص نے کہا- ہاں- اُونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبد- میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں- اور دُور دُور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے- عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا تھا- ایک روز عمرو بن عاص کو پادشاہ نے طلب کیا- چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انہیں پادشاہ کے حضور میں پیش کیا- پادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو- چوبداروں نے چھوڑ دیا- یہ بیٹھنے لگے- چوبداروں نے پھر ٹوکا- انہوں نے پادشاہ کی طرف دیکھا- پادشاہ نے دیکھا- پادشاہ نے کہا بولو- تمہارا کیا کام ہے؟

عمرو بن عاص نے خط دیا جس پر مُہر ثبت تھی۔

جیفر نے مُہر توڑ کر خط کھولا- پڑھا- پھر بھائی کو دیا اُس نے بھی پڑھا- اور عمرو بن عاص نے دیکھا- کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

پادشاہ نے پوچھا- کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن عاص نے کہا- سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

پادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن عاص- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا- سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کر لیا ہے- اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے۔

پادشاہ نے کہا- اچھا- تم کل پھر ملنا۔

عمرو بن عاص دوسرے روز پادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے، وہ بولا۔ کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے۔ تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا؛

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے؛

بادشاہ عمان کا اسلام

بادشاہ نے کہا۔ میں نے اس معاملہ میں غور کیا۔ دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جسکی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی، تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤنگا۔ حالانکہ اگر اسکی فوج اس ملک میں آئے۔ تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمہیں کبھی سابقہ نہ ہُوا ہو؛

عمرو بن عاص نے کہا، بہتر، میں کل واپس چلا جاؤں گا؛

بادشاہ نے کہا۔ نہیں کل تک ٹھیرو؛

دوسرے دن بادشاہ نے انہیں آدمی بھیجکر بُلایا۔ اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے۔ اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا[1]؛

گورنران دمشق و یمامہ کا انکار

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی اسکے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ یہ پہلے تو خط مبارک پڑھ کر بہت بگڑا۔ کہا۔ میں خود مدینے پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا۔ مگر مسلمان نہ ہُوا؛

(۵) ہوذہ بن علی۔ حاکم یمامہ، عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمرو رضؓ نامہ مبارک اسکے پاس لیکے گئے تھے۔ اُس نے کہا کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے۔ تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا؛

(۶) جریج بن متی الملقب بہ مقوقس[2] شاہ اسکندریہ و مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ اسکے پاس سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر

---

[1] زاد المعاد صـ۵۲۲ [2] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علماء مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے، غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یورپین مؤرخین نے (جورج بن مینا) بھی لکھا ہے۔ یہ رومی النسل تھا۔ مگر ماں غالباً قبطیہ تھی؛

فرما دیا تھا۔ کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا۔ تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ پادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا:

مبلغ اسلام کی تقریر روبروئے بادشاہ مصر

"صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے۔ جو اَنَارَبُّکُمُ الاَعلیٰ (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا! ور خدا نے اُسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب خدا کا غضب بھڑکا۔ تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اس لئے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں"

پادشاہ نے کہا۔ ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اسے ترک نہیں کرینگے جب تک اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے۔

حاطب بولا۔ میں آپکو دین اسلام کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوتِ اسلام فرمائی ہے۔ قریش نے مخالفت کی ہے! ور یہود نے عداوت، لیکن سب ہی سے محبّت و مودّت کیساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ بخدا جس طرح موسیٰؑ نے عیسیٰؑ کیلئے بشارت دی۔ اسیطرح عیسیٰؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہلِ توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا۔ وہی قوم اسکی اُمّت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے! ور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپکو حضرت مسیحؑ کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

جواب مقوقس

مقوقس نے کہا، میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا۔ ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں

ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں رکتے ہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ نہ وہ ساحر فسوں ساز ہیں نہ کاہن کاذب۔ اور اُن میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔ بہرحال مَیں اس معاملہ میں مزید غور کرونگا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مُہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحائف بھیجے۔ اور جوابِ خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے۔ مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسُول ملک شام میں ہونگے۔

دُلدُل۔ مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا[۱]۔

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ اسکے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا۔ اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے اُن دنوں ابُوسفیان[۳] مع دیگر تاجرانِ مکہ شام آیا ہوا تھا۔ اسے بیت المقدس[۵] پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ مَیں ابُوسفیان سے سوال کرونگا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتا دینا۔

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲ [۲] دحیہؓ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے۔ جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے۔ یہ کبار صحابہؓ میں سے ہیں۔ اور اکثر جملہ مشاہدات مابعد میں شامل ہوئے۔

[۳] صحیح بخاری عن ابن عباسؓ۔ کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶ و کتاب الشہادات۔

ابوسفیان اُن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اُس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا۔ کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے۔ تو میں بہت سی باتیں بناتا۔ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا؎

ابوسفیان و ہرقل کے سوال و جواب

سوال و جواب یہ ہیں :-

قیصر۔ محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان تاجر۔ شریف و عظیم؎

یہ جواب سُن کر ہرقل نے کہا" سچ ہے۔ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں۔ تاکہ اُن کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو"

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان تاجر۔ نہیں؎

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا" اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے"

قیصر۔" نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اسکو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟"

ابوسفیان۔ نہیں؎

ہرقل نے اس جواب پر کہا" یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا۔ وہ خدا پر جھوٹ باندھے؎

قیصر" اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟"

ابوسفیان۔ نہیں؎

ہرقل نے اس جواب پر کہا" اگر ایسا ہوتا تو مَیں سمجھ لیتا۔ کہ نبوّت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے"

قیصر۔" محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ ؟"

ابوسفیان۔ مسکین حقیر لوگ"۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں"

قیصر۔" ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟"

ابوسفیان۔ بڑھ رہی ہے"

ہرقل نے کہا" ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حدِّ کمال تک پہنچ جاتا ہے"

قیصر۔" کوئی شخص اُس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے ؟"

ابوسفیان۔ نہیں"

ہرقل نے کہا" لذتِ ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور رُوح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے۔ تب جُدا نہیں ہوتی"

قیصر۔" یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟"

ابوسفیان۔ نہیں لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہُوا ہے دیکھئے کیا انجام ہو"

ابوسفیان کہتا ہے کہ مَیں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور یُوں کہا۔ بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دُنیا دار کیا کرتا ہے۔ نبی دُنیا کے طالب نہیں ہوتے"

قیصر۔ "کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟"

ابوسفیان۔ ہاں۔"

قیصر۔ "جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟"

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)۔"

ہرقل نے کہا۔ "خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔"

قیصر۔ "اس کی تعلیم کیا ہے؟"

ابوسفیان۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز۔ روزہ۔ سچائی۔ پاکدامنی۔ صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو۔"

ہرقل نے کہا۔ "نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونیوالا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام وبیت المقدس) ضرور مالک ہو جائیگا۔ کاش! میں اُنکی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبیؐ کے پاؤں دھویا کرتا۔"

اسکے بعد آنحضرتؐ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار اُسے سُنکر بہت چیخے اور چلّائے۔ اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلّت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔"

(۸) خسرو پرویز کسریٰ ایران۔ نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زروشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن حذافہؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ واٰمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ان محمداً عبدہٗ ورسولہ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین فاسلم تسلم۔ فان ابیت فان اثم المجوس علیک۔

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے۔ محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔ میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کیطرف بھیجا گیا ہے۔ تاکہ جو کوئی زندہ ہے اُسے عذابِ الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے۔ اور جو منکر ہیں اُن پر خدا کا قول پورا ہو۔ تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہیگا۔ ورنہ قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہو گا۔

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا! اور زبان سے کہا میری رعایا کا ادنےٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اسکا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا۔ اور عرب کا تمام ملک اُسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

گورنر یمن کا فوجی دستہ

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جسکا نام بانویہ تھا۔ بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی۔ کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرتؐ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے۔ لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمدؐ ضرور تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے؛

قتل خسرو کی خبر الہام الٰہی

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا۔ جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سُنکر یمن کو لوٹ گئے وہاں وہ آئے وہاں دوسرا کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا؛

اہل یمن اور گورنر یمن کا اسلام

اب باذان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہوگیا دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوگیا، جو سفیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اُس نے واپس آکر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اُس وقت نبی نے فرمایا۔ "مزق ملکہ" اُس نے اپنی قوم کے فرمانِ سلطنت کو چاک کر دیا ہے؛

ناظرین! اس مختصر اور پُرہیبت جملہ کو دیکھیں اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے۔ جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی! اور جسکی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں ؟ ہرگز نہیں؛

چند والیانِ ملک کا مشرف باسلام ہونا	مناسبتِ مقام سے اس جگہ اُن والیان و حکمرانانِ ملک کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ منادانِ

لہ ناظرین نبیؐ کے نامہ مبارک کے الفاظ "اسلم۔ تسلم" پر کمرر غور کریں۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہو جاؤ گے۔ تب سلامت رہیگا۔ یہ تہدید نہ تھی۔ بلکہ اخبار عن الغیب (پیشگوئی) تھا؛

اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے؛

(۱) ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا۔ ۶ھ ہجری میں مسلمان ہوا[1]۔

(۲) جبلہ۔ عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسّان کا حکمران تھا۔ ۸ھ ہجری میں مسلمان ہوا۔

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا۔ اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت، حکومت، عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں۔ مگر اسلام ترک نہ کیا؛

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ ۹ھ ہجری میں مسلمان ہوا؛

(۵) ذی الکلاع حمیری۔ یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی۔ اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا۔ اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے۔ عمر فاروق رضہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا۔ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا؛

باب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حُسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کی مختصر کیفیت اُن وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کی جا سکتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً حضورؐ کی خدمت میں دُور دراز سے آیا کرتے تھے؛

---

[1] ثمامہ ابن اثال نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پاس اس بارہ میں فرات ابن حیان کو سفیر بنا کر بھیجا تھا؛

ڈیپوٹیشن کا آنا۔ واپس جانا۔ ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کو سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعانہ لڑائیاں تو جن میں بمجبوری شامل ہونا پڑا ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھیں۔ لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے۔ جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔

دعوتِ عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔ جن قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ میں نے اُن قبائل کے نام اس فہرست میں درج نہیں کئے، جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا، ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لئے تھا۔

دوس۔ صداء۔ ثقیف۔ عبد القیس۔ بنی حنیفہ۔ طے۔ اشعریین۔ ازد۔ فروہ جذامی۔ ہمدان۔ طارق بن عبداللہ۔ تجیب۔ بنی سعد ہذیم۔ بنو اسد۔ بہراء۔ عذرا۔ خولان۔ محارب۔ غسان۔ بنی الحارث۔ بنی عیش۔ غامد۔ بنی فرازہ۔ سلامان۔ نجران۔ نخع۔

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر سے حال درج کئے جاتے ہیں:۔

وفد دوس طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔ خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔ طفیل گھر پہنچا۔ تو بُوڑھا باپ ملنے کیلئے آیا۔ طفیل

نے کہا۔ باواجان۔ اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا۔ یہ کیوں۔ طفیل نے کہا۔ میں تو محمدؐ کا دین قبول کر کے اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا۔ بیٹا۔ جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔ طفیل نے کہا۔ خوب۔ تب آپ اُٹھیئے غسل فرمائیے۔ پاک کپڑے پہنکر تشریف لائیے۔ تاکہ میں اسلام کی تعلیم دُوں۔ پھر طفیل کی بیوی آئی اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی۔ لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے؛

طفیل پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور اُن کے لئے دُعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہا۔ اللھم اھد دوسا اے خدا دُوس کو سیدھا راستہ دکھا۔ پھر طفیل سے فرمایا۔ جاؤ؛

دعوت اسلام کرنیوالوں کے لئے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ۔ اُن سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو؛ اس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ ۷ھ ہجری میں دُوس کے ستر اسی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے، ساتھ لیکر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضورؐ خیبر گئے ہوئے ہیں۔ اسلئے خیبر ہی پہنچکر اُس نے شرف حضوری حاصل کیا! اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکر خیبر ہی جا پہنچے تھے؛

حضرت جعفرؓ کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لیکر۔ اور حضرت طفیلؓ بن عمرو کا یمن سے دُوس کے نومسلم خاندانوں کو لیکر خیبر میں پہنچ جانا۔ گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دُور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو آسانی سے فتح کر رہی ہے اسکی

مخالفت اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

وفد صدا ء یہ وفد ۸ہجری میں حاضر خدمت نبویؐ ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث صدائی حاضر ہوا۔ پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ سر کردہ لوگوں کو لیکر آیا۔ سعد بن عبادہؓ اُن کی تواضع کے لئے مامور ہوئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد اُن کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

زیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنُوآں ہے سرما میں اسکا پانی کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے، اس لئے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔ ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے۔ تعلیم و تعلّم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دعا فرمائیے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہؤا کرے۔

بے خبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سات کنکریاں اُٹھالاؤ۔ زیاد لے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دیدیا۔ فرمایا۔ ایک ایک کنکری اُس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا۔ کہ اُس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا۔

وفد ثقیف کا حال ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعودؓ ثقفی تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبۂ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا۔ عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لہ زاد المعاد صن۱۵

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے، قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرما دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری قوم تمہیں قتل کر دیگی۔ عروہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا! وروعظ اسلام شروع کر دیا۔ ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی شقی نے تیر چلایا جس سے یہ شہید ہو گئے۔

اگرچہ عروہؓ جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی۔ وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سر کردوں کو

(بقیہ از صفحہ ۲۲۸) جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے۔ اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑ دے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کے لئے روک ہے۔ (۵) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند الله الطلاق سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ "جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے۔" (۶) قرآن مجید میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے صحابی زیدؓ سے فرمایا۔ امسك عليك زوجك واتق الله - (الاحزاب ۳۷ - آیت) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (اور اسے طلاق دینے میں) اللہ سے ڈر۔ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو۔ (۷) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی (۸) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق ہی کے معنے میں مستعمل ہوتا تھا۔ اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی۔ (۹) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کئے جائیں۔ اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرا دیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لئے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔

طلاق کی روک کیلئے ۹ تدبیریں

ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذونادر کیا جاتا ہے۔ لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر مفتخر ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا۔ جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ فقط۔

کہ تم اُن میں سے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا[1]۔

[1] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا۔ اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لامحدود کو محدود بنایا۔ اور کثرت کے لئے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آجکل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنیوالے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرتِ زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی؟ اگر نہیں کی تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے کہ اُس نے جملہ مذاہبِ عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو جس میں ایک دُلہا کیساتھ دس کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں ۵ تو دُلہا کے ساتھ جاتی اور ۵ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو تین۔ چار تک اجازت دیکر پھر یہ فرمایا گیا ہے۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃً۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کے لئے عدل نہ کر سکوگے۔ تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمادیا۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم۔ تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکوگے۔ اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے پیشتر "تب صرف ایک بیوی" کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لئے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ اس کتاب کے موضوع سے یہ زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل یہاں بیان کئے جائیں۔ لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت و وقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو۔ تب اُسوقت قومی عزت کے لئے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقلمند جانتے ہیں کہ مبارک وے ہیں جو قوم کے لئے اپنے آپ کی قربانی کر دیتے ہیں۔

[2] لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنفین بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جٹیسن کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لئے بحال رکھی گئی ہے۔ وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق بکثرت دیجاتی ہے اور طلاق منظور کرنیوالی عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھادی ہیں۔ جس سے طلاق کی رسم قریباً ملیامیٹ ہوگئی (۱) مہر زوجہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین ہیں۔ ہر طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہئے یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لئے روک ہے۔ (۲) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لئے ہے (۳) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں۔ اور یہ بھی اہل غیرت کے لئے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے۔ طلاق کی روک ہے (۴) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ (باقی بر صفحہ ۲۲۹)

عیسائیت اور کثرت طلاق کا علاج

منتخب کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا۔ کہ اسلام کی نسبت پوُری واقفیت حاصل کریں؛

یہ وفد ۹ سنہ ہجری میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوُا تھا۔ وفد کا سردار عبد یالیل تھا۔ جس کے سمجھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ طائف پر سنہ ۱۰ نبوت میں گئے تھے! ور اُس نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے۔ کیچڑ پھینکی گئی تھی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرما دیا تھا کہ میں اُن کی بربادی کے لئے دعا نہیں کرونگا۔ کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائیں گے۔ تو انکی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کریگا۔ اب وہی دشمنِ اسلام خود بخود اسلام کے لئے اپنے دل میں جگہ پاتے۔ اور دلی شوق و روحی طلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں؛

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ (اہلِ ثقیف) میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انہیں اپنے پاس اتار لوں اور ان کی تواضع کروں؛ قوم کی عزت کا لحاظ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا امنعک ان تکرم قومک میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو۔ لیکن اُن کو ایسی جگہ اُتارو۔ جہاں قرآن کی آواز انکے کان میں پڑے۔ الغرض اُنکے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے۔ جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اس تدبیر سے اُن کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا۔ اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعتِ اسلام کر لی۔ انہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترکِ نماز کی اجازت دیجائے۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاخیر فی دینٍ لیس فیہ رکوع (جس مذہب میں نماز نہیں اس میں کوئی بھی خوبی نہیں)، پھر انہوں نے کہا اچھا ہمیں جہاد کیلئے نہ بلایا جائے۔ اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے[1]

عبدیالیل نے جوان کا سردار تھا۔ مختلف اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی:

زنا کا بیان

| زنا حرام ہے | یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زنا کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہماری

قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں۔ اس لئے زنا کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ زنا تو حرام ہے۔ اور اللہ پاک کا اسکے لئے یہ حکم ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ع ۴) تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بیحیائی اور بہت برا طریق ہے"

سود کا بیان

(۲) یارسول اللہ! سود کے بارہ میں حضورؐ کیا فرماتے ہیں۔ یہ تو بالکل ہمارا ہی

| سود کا روپیہ لینا حرام ہے | مال ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنا اصل زر روپیہ

لے سکتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا (بقرہ ع ۳۸) (ترجمہ) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا

زار روس اور اسکے عالم کا واقعہ

[1] سنن ابوداؤد عن وہب عثمان بن ابی العاص - باب ماجاء فی خبر الطائف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نومسلموں پر فرائض اسلام کی تعمیل کا بار ڈالا کرتے تھے۔ دعوت اسلام صفحہ ۲۶۴ میں ہے کہ دال دلیبر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا۔ اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اسوقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار مذکور (جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا) مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدیٰ محمدیؐ سے واقفیت ہوتی۔ تو آج سلطنت روس میں تقریباً سب مسلمان ہوتے؛

کیجئے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے گا۔ [لہ]

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے۔ وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلے گئے۔

انہوں نے چلتے وقت کہا۔ کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے۔

ان ہی میں ایک شخص عثمان بن ابو العاصؓ تھا۔ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہؐ سے کبھی ابو بکر صدیقؓ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرتؐ نے اسی کو اُن کا امام مقرر فرما دیا۔

وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیئے۔

جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا۔ کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا۔ جو ہمیں اَنہونی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ مثلاً لات وعزّیٰ کو توڑ دینا۔ تمام سُودی روپیہ کو چھوڑ دینا۔ شراب، زنا کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے۔

وفد نے کہا۔ اچھا ہتھیاروں کو درست کرو۔ اور جنگ کی تیاری کرو۔ قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادے پر جمے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے بھلا محمدؐ کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکیں گے۔ سارا عرب تو اُس کی اطاعت کر رہا ہے

پھر وفد کے لوگوں سے کہا، جاؤ، جو کچھ بھی وہ کہتا ہے۔ قبول کر لو۔

وفد نے کہا۔ اب ہم تمکو صحیح صحیح بتاتے ہیں۔ ہم نے محمدؐ کو تقویٰ میں، اور وفا میں، رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھ کر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی

لہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدیالیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا۔ ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپکو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے بظاہر اعتراضات وسوالات کرتا تھا۔ تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

ہے۔ وہ بھی چھوڑ دو"۔

(۳) یا رسول اللہ۔ خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے۔ اور اس کے بغیر تو ہم رہ نہیں سکتے"۔

شراب کا استعمال حرام ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ع ۱۲)

(ترجمہ) اے ایمان والو۔ شراب۔ جوا۔ انصاب و ازلام ناپاک اور گندے ہیں شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچا کرو۔ تاکہ فلاح پاؤ"۔

دوسرے روز اُس نے آ کر کہا۔ خیر ہم آپ کی باتیں مان لیں گے۔ لیکن (رَبَّہ) کو کیا کریں۔ (رَبَّہ مؤنث ہے لفظ رب کا۔ جس دیوی کے بُت کو یہ پُوجا کرتے تھے۔ اُسے رَبَّہ کہا کرتے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے گرا دو"۔

وفد کے لوگوں نے کہا۔ ہائے ہائے۔ اگر رَبَّہ کو خبر ہو گئی۔ کہ آپ اُسے گرا دینا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی"۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ افسوس۔ ابن عبد یالیل۔ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبد یالیل نے کھسیانا ہو کر کہا۔ عمرؓ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا"۔

اُسے گرانے کی ذمہ داری حضورؐ خود لیں۔ کیونکہ ہم تو اُسے کبھی نہیں گرانے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیج دوں گا"۔

اُن میں سے ایک نے عرض کیا۔ کہ اُس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ

برکت حاصل ہوئی ؎

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا۔ اور ہم کو ایسے سخت غم و الم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا۔ ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے ؎

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بماتحتی خالدؓ بن ولید پہنچ گئے۔ انہوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے اس کے توڑنے کے لئے تبر چلایا۔ مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے۔ خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا۔ اور ربّہ نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو۔ مگر اُسے نہیں گرا سکتے ؎

مغیرہ بن شعبہؓ نے خفا ہو کر کہا، ثقیف والو! تم بہت ہی بیوقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر ہی کیا سکتا ہے۔ لوگو۔ خدا کی عافیت کو قبول کرو۔ اور اسی کی بندگی کرو ؎

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اوّل اُس بُت کو توڑا۔ اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا۔ اور انہیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے۔ اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا ؎

مندر کا پجاری کہنے لگا۔ کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دیگی۔ مغیرہ نے یہ سُنا، تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی۔ اور اسطرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔[1]

وفد عبد القیس کا حال	قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ربّہ دیوی کو کہا کرتے تھے ؎ [1] زاد المعاد صفحہ ۲۸۵ ؎

نے پوچھا۔ تم کس قوم سے ہو۔ عرض کیا قوم ربیعہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں خوش آمدید فرمایا؛

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمارے اور حضورؐ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے صاف و اضح طور پر سمجھا دیا جائے۔ جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں! اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی؛

فرمایا۔ میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی شہادت ادا کرنا؛ (۲) نماز۔ (۳) زکوٰۃ۔ (۴) رمضان کے روزے اور مالِ غنیمت سے خمس نکالنا؛ | کرنے کا کام |

(چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں):۔

(۱) دُبّا (تُونبا)، (۲) حَنتم (لاکھی برتن)، (۳) نقیر (شراب کے لئے لکڑی کا ایک برتن)، (۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)[1] ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور پچھلوں کو بھی بتا دو؛

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ، حضورؐ کو کیا معلوم ہے۔ کہ نقیر کیا ہوتی ہے۔ فرمایا جانتا ہوں۔ کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے اور اسمیں کھجوریں ڈالا کرتے ہو۔ اس پر پانی ڈالتے ہو۔ اس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے تب

[1] صحیح بخاری عن ابن عباسؓ۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی۔ نبی صلعم نے حرمتِ شراب کا حکم دیتے وقت ان ظروف کا استعمال بھی منع فرما دیا۔ جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی۔ جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دُور کر دی گئی تھی۔ اس سے مسلمان بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ نبی صلعم کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے؛

پیا کرتے ہو ممکن ہے کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے (عجیب بات یہ کہ اِسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا۔ جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا")

اِن لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں۔ فرمایا۔ مشکوں میں۔ جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں فرمایا۔ خواہ سالم ہی نہ رہیں"

اِسی وفد کے ساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا۔ یہ مسیحی المذہب تھا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ مَیں ضامن بنتا ہوں۔ کیونکہ جس مذہب کی مَیں دعوت دے رہا ہوں۔ یہ اُس سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو"

جارود کے ساتھ اَور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے[1]

وفد بنی حنیفہ | بنو حنیفہ کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ ثمامہ بن اثال[2] کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہُوا تھا۔ اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذّاب بھی تھا۔ وہ مدینہ آکر لوگوں میں کہنے لگا۔ کہ اگر محمدؐ صاحب یہ اقرار کریں کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جائیگا۔ تو مَیں بیعت کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا۔ حضورؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ فرمایا مَیں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا"

[1] زاد المعاد صفحہ ۷، ۸ ہم صحیحین بروایت ابن عباس رضہ [2] دیکھو صفحہ ۲۳۳"

اگر وہ بیعت نہ کریگا۔ تو خدا اُسے تباہ فرمائیگا۔ اس کا انجام خدا تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا ہے۔ یعنی میں نے خواب دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں۔ مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا۔ کہ انہیں پھونک سے اُڑا دو۔ میں نے پھونک ماری۔ تو وہ اُڑ گئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے[1]؎

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا۔ کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں؎

سنہ ہجری میں مسیلمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خط وکتابت بھی ہوئی تھی:۔

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفہا۔ ولکن قریشاً۔ لا ینصفون والسلام علیک

(ترجمہ) خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد ﷺ کے نام۔ واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب۔ اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین

---

[1] صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گذرے ہیں جنہوں نے نبی صلعم کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اسی کو ملی جو خدا کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے:۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے؎

والسلام علی من اتبع الھدیٰ (کتب ابی بن کعب[1]) (ترجمہ) اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ خدا کے نبی محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت تو خدا ترس لوگوں کیلئے ہے۔ سلام ہو اُس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبیب بن زید بن عاصم لے کر گئے تھے۔ کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیئے تھے[2]

وفد طے کا بیان قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی۔ وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اسکا نام زید الخیر رکھدیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے[3]

وفد اشعرئین کا حال قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ اُن کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

اہل یمن آئے۔ جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں؛
ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکنت بکریوں والوں میں۔ فخر اور غرور اُونٹ والوں میں ہے۔ جو مشرق کی طرف رہتے ہیں؛

---

[1] فتوح البلدان۔ [2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵۔ اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لئے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں خالدؓ بن ولید نے فوج کشی کی تھی۔ مسیلمہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضؓ کے قاتل ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر کفر میں مَیں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا۔ تو اسلام میں آکر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ خدا نے میرے گناہ کی تلافی کر دی؛ [3] زاد المعاد صفحہ ۴۹۱۔ زید الخیر شاعر۔ خطیب۔ بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے مکنف و حریث بھی صحابی ہیں؛

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غداً نلاقی الاحبہ محمداً وحزبہ

کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُنکے ساتھ والوں سے ملیں گے۔[1]

وفد ازد کا حال

یہ وفد سات شخصوں کا تھا۔ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی صلعم نے اُن کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا۔ تم کون ہو۔ اُنہوں نے کہا۔ ہم مومن ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصلتیں

ایمان کی حقیقت

رکھتے ہیں۔ پانچ وہ ہیں۔ جن پر اعتقاد رکھنے کا، اور پانچ وہ ہیں۔ جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے۔ پانچ وہ ہیں۔ جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں:

عمل کی پندرہ باتیں

پانچ باتیں جن پر حضور کے مبلّغین نے ایمان لانے کا حکم دیا۔ یہ ہیں! ایمان خدا پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر:

پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتائی گئی ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ بیت الحرام کا حج کرنا۔ جسے راہ کی استطاعت ہو:

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں:۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضائے الٰہی پر رضامند ہونا۔ امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قائم رہنا۔ اعداء کو شماتت نہ دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنہوں نے اِن باتوں کی تعلیم دی۔ وہ حکیم و عالم تھے۔ اور اُن کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے،

[1] زاد المعاد صلہ ۴۹؛

گویا انبیاءؑ تھے - اچھا - پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں - تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں :-

(الف) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔ (ب) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔ (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔ (د) خدا کا تقویٰ رکھو جسکی طرف لوٹ جانا اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ (ہ) اُن چیزوں کی رغبت رکھو - جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی - جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

اِن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پُورا پُورا عمل کیا[1]۔

فردہ بن عمرو الجذامی کی سفارت آنے کا ذکر

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا - اُس سارے علاقہ کا گورنر فردہ بن عمرو تھا - اس کا دارالحکومت معان تھا - فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اُسی کی حکومت میں تھا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے نامہ مبارک (دعوتِ اسلام کا) بھیجا تھا - فردہ رضؓ نے اسلام قبول کیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو اُسے حکومت سے واپس بُلا لیا۔

پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا - جب فردہؓ نے انکار کیا - تو اُسے قید کر دیا گیا - آخر یہ رائے ہوئی - کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے - شہر فلسطین میں عفرا نامی تالاب پر اُسے پھانسی دیدی گئی - جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اُس نے یہ شعر پڑھے[2]۔

الا ھل اتی سلمیٰ بان خلیلھا علی ماء عفرا فوق احد الرواحل

علیٰ ناقۃ لم یضرب الفحل امھا مشذبۃ اطرافھا بالمناجل

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم (المتوفی ۴۳۶ھ) [2] ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے۔

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا :-

بلغ سراۃ المسلمین باننی　　　سلم لربی اعظمی ومقامی

وفد ہمدان یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعتِ اسلام کے لئے خالدؓ بن ولید کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں دیر تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ مرتضیٰ کو اس قبیلہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے مامور فرمایا۔ اُن کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔

سیدنا علیؓ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا۔ تو سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ السلام علی ھمدان (ہمدان کو سلامتی ملے)۔

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا۔ جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے۔ اور دیدارِ نبویؐ سے مشرف ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلعم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے :-

الیک جاوزن سواد الریف　　　فی ہبوات الصیف والخریف

مخطمات بحبال اللیف[1]

وفد طارق بن عبداللہ طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ مَیں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں آیا۔ جو پکار پکار کر کہتا تھا :-

یا ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ "لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو۔ فلاح پاؤ گے"۔

ایک دوسرا شخص اُس کے پیچھے پیچھے آیا۔ جو کنکریاں اُسے مارتا تھا۔ اور کہتا تھا :-

یا ایھا الناس لا تصدقوہ فانہ کذاب۔ "لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ تو جھوٹا شخص ہے۔" مَیں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں :-

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳۔

لوگوں نے کہا - کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے - جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے - اور یہ دوسرا اُس کا چچا عبد العزےٰ ہے (ابو لہب کا نام عبد العزیٰ تھا):

طارق کہتا ہے کہ اسکے بعد برسوں گذر گئے - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے اُس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا - مدینہ گئے - تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں - جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچگئے - تو ہم اس لئے ٹھیر گئے کہ سفر کے کپڑے اتار کر دُوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہونگے:

اتنے میں ایک شخص آیا - جس پر دو پرانی چادریں تھیں - اُس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے - پوچھا، مُدعا کیا ہے؟

ہم نے کہا کہ کھجوریں خریدنی ہیں:

ہمارے پاس ایک سرخ اُونٹ تھا - جس کے مُہار ڈالی ہوئی تھی:

اُس شخص نے کہا - یہ اُونٹ بیچتے ہو؟ ہمنے کہا، ہاں، اس قدر کھجوروں کے بدلے دیدینگے - اُس شخص نے یہ سُنکر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا - اور مُہار تھام کر سنبھال کر شہر کو چلا گیا - جب شہر کے اندر جا پہنچا - تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے - کہ یہ ہم نے کیا کِیا - اُونٹ ایسے شخص کو دیدیا - جس سے ہم واقف تک نہیں اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا:

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی - وہ بولی - کہ مَیں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصّہ جیسا تھا - اگر

لہ اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی محنت اور صبر و استقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت، دی تھی - دشمن کہتے ہیں، کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا:

ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی ؛

ہم یہی باتیں کر رہے تھے - اتنے میں ایک شخص آیا - کہا مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے اور (قیمت شتر کی) کھجوریں بھیجی ہیں - (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو - جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے - ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپکے سُنے[1]:-

تصدّقوا - فان الصدقة خير لكم اليد العليا - خير من اليد السفلى امك واباك واختك واخاك وادناك ادناك	لوگو! خیرات دیا کرو - خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے - اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے - ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو، اور دوسرے قریبی کو دو ؛

وفد تجیب قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے - یہ اپنی قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ اسے واپس لیجاؤ - اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو - اُنہوں نے عرض کی :-

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فقراء کو دیکر جو بچ رہا ہے - ہم وہی لیکر آئے ہیں :-

ابو بکر صدیق رضؓ نے عرض کیا - یا رسول اللہؐ - ان سے بہتر کوئی وفد ابتک نہیں آیا :-

رسول اللہؐ نے فرمایا - ہدایت خدائے عزّ و جلّ کے ہاتھ میں ہے - خدا جس کی بہبود چاہتا ہے - اُس کے سینہ کو ایمان کے لئے کھول دیتا ہے ؛

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا - آنحضرتؐ

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰ - بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد - توحید کا سبق طارق نے مکہ میں اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں پایا تھا - اور بالآخر اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گیا تھا ؛

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کو جوابات لکھوا دیئے تھے ؛

یہ لوگ قرآن اور سُنن ہُدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ کو اُن کی تواضع کے لئے خاص طور پر معین کر دیا تھا ؛

یہ لوگ واپسی کی اجازت کے لئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔ صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لئے کیوں گھبراتے ہو ؛

کہا۔ دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کئے۔ نبی اللہ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے۔ جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے۔ اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں ؛ تبلیغ کے لئے بیتاب

آنحضرتؐ نے اُن کو عطیات سے سرفراز کیا۔ اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایک نوجوان لڑکا ہے۔ جسے اسباب کے پاس ہمنے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا۔ اُسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہؤا تو اُس نے کہا۔ یا رسول اللہ! حضورؐ نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے۔ مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟

کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے ؛

اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں! وہ صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟

التماسِ دُعا | کہا۔ مَیں اپنے گھر سے صرف اس لئے آیا تھا۔ کہ حضورؐ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ خدا مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے یہی دعا فرما دی۔ سنہ ہجری کو جب نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے حج کیا۔ تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضورؐ سے ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اُس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ! اس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا۔ اور اُس جیسا قانع کوئی سُنا ہی نہیں گیا۔ اگر دُنیا بھر کی دولت اُس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو۔ تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا[1]

وفد بنی سعد ھذیم | یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا۔ جس وقت یہ مسجد نبوی میں پہنچے، تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے؛

اُنہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہمکو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے۔ جب آنحضرتؐ اُدھر سے فارغ ہوئے۔ اُن کو بلایا۔ پوچھا۔ کیا تم مسلمان ہو؟ اُنہوں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تم اپنے بھائی کیلئے دُعا میں کیوں شامل نہ ہوئے؛

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے | عرض کیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ بیعتِ رسولؐ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا۔ جس وقت تم نے اسلام قبول کیا۔ اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو؛

اتنے میں وہ مسلمان بھی آ پہنچا۔ جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے۔ وفد نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ۔ یہ ہم سے چھوٹا ہے۔ اور اسی لئے ہمارا خادم ہے فرمایا۔ ہاں۔ اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا اسے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی۔ کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا؛

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۰۵ جلد اوّل۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ اُنہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیئے؛

جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا۔ تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔[۱]

وفد بنی اسد | یہ دس شخص تھے۔ جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کیساتھ اندر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ یا رسول اللہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ خدا اکیلا ہے۔ لاشریک ہے۔ اور آپ اُسکے بندے اور رسول ہیں۔ دیکھئے، یا رسول اللہ! ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اِس پر اس آیت کا نزول ہُوا۔

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ (حجرات ع ۲) (ترجمہ) یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں، کہدو، کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے۔ کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعوے میں سچے بھی ہو۔"

منّت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی!
منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

پھر اُن لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے۔ رسول اللہ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا۔

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی خط کشی (رمل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھایا تھا۔ جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا۔ بیشک وہ تو علم ہے۔

وفد بھراء | یہ لوگ مدینے میں آئے مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھائے۔ مقداد رض

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵۔

نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لئے کچھ کھانا تیار کرو! ور خود اُن کے پاس گئے اور
خوش آمدید کہکر اپنے گھر پر لے آئے۔ اُنکے سامنے حیش رکھا گیا۔ حیش ایک کھانا ہے،
جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کیساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں؛
اِسی کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی مقدادؓ نے بھیجا۔ نبی صلعم نے
کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے
سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لیکر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہؤا کرتا
تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پُوچھا:۔
مقدادؓ[1]۔ ہم نے تو سُنا تھا۔ کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو۔ جَو وغیرہ ہیں۔ تم تو
ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو، جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے! ور جو ہر روز
ہم کو میسر بھی نہیں آسکتا۔ اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں؛
مقدادؓ نے کہا۔ صاحبو! یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔
کیونکہ آنحضرتؐ کی انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں؛
یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ "بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں"؛
یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھیرے۔ قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے؛

وفد عذرہ کا بیان بماہ صفر ۹ھ ہجری یہ وفد حاضر ہؤا تھا۔ ۱۹ شخص اسمیں تھے۔! ان میں
حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کون ہو؟
انہوں نے کہا۔ ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہمیں نے
قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اس لئے ہم کو قرابت بھی

---

[1] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں۔ بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے ہیں۔ بجبائی رسول اور فضلائے صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۵ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔ مدینہ میں دفن ہوئے؛

حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرتؐ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔
اور یہ بھی بشارت سنائی۔ کہ عنقریب شام فتح ہو جائیگا۔ ہرقل اُن کے علاقہ سے بھاگ جائے گا۔

پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ کاہنوں سے جاکر سوال نہ کیا کریں۔ اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں۔ آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحےٰ کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دن مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔[1]

وفد خولان یہ دس شخص تھے۔ جو بماہ شعبان ۱۰ھ ہجری میں خدمتِ نبوی صلعم میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر عرض کیا۔ کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں خدا و رسولؐ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ عم انس کا کیا ہوا؟ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا۔ ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضورؐ کی تعلیم کو ہمارے لئے اسکا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہگئی ہیں جو اسکی پوجا کئے جاتی ہیں اب انشاء اللہ ہم اسے جاکر گرا دیں گے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔
وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک دفعہ ہم نے سَو نرگاؤ جمع کئے! اور وہ سب کے

---
[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۶۔

سب ایک ہی دن عم انس کیلئے قربان کئے گئے۔ اور درندوں کے لئے چھوڑ دیئے گئے حالانکہ ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی؛

اُنہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اسکا وسطی حصہ عم انس کیلئے مقرر کرتا۔ اور ایک کنارے کا خدا کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے۔ مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض دین سکھائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ (۱) عہد کو پورا کرنا۔ (۲) امانت کا ادا کرنا۔ (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا[۱]

وفد محارب یہ دس شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر سنہ ۱۰ ہجری میں آئے تھے؛ بلال رضؓ ان کی مہمانی کے لئے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو دیا؛

ان میں سے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے؛

یہ شخص بولا، خدا کی قسم۔ ہاں، حضورؐ نے مجھے دیکھا بھی تھا۔ اور مجھ سے بات بھی کی تھی! ور میں نے بدترین کلام سے حضورؐ کو جوابدیا۔ اور بہت بُری طرح حضورؐ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے۔ جہاں حضورؐ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ہاں ٹھیک ہے؛

اُس شخص نے کہا - یا رسول اللہ - اُس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضورؐ کی مخالفت کرنیوالا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہ تھا؛

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے - مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے آجتک باقی رکھا - اور حضورؐ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - سب کے دل خدائے عزّ وجل کے ہاتھ میں ہیں؛

اُس شخص نے کہا - یا رسول اللہ - میری پہلی حالت کیلئے معافی کی دُعا فرمایئے؛

اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اسلام اُن سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں[1]؛

وفد غسّان کا حال رمضان سنہ ۱۰ ہجری قبیلہ غسّان کے تین شخص سنہ ۱۰ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے - اسلام قبول کرنیکے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کرکے واپس گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی - ان میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے - اور ایک اُس وقت تک زندہ تھا جب حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے شام کو فتح کیا تھا؛

اسلام اور پہلی قوموں کی معافی

وفد بنی الحارث یہ وفد شوال سنہ ۱۰ ہجری میں نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا تھا - انکے علاقہ میں خالدؓ بن ولید کو اشاعت اسلام کیلئے بھیجا گیا تھا - اُنکی تعلیم سے لوگ مسلمان ہوگئے تھے - حضرت خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجدی - اور خود اُن کی تعلیم کے لئے وہاں ٹھیر گئے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا - کہ تم واپس آجاؤ - اور اس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ - اسی وفد میں قیس بن الحصین اور

[1] زاد المعاد صفحہ ...

عبداللہ بن فراد وغیرہ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی، وہ مغلوب ہی ہوا[51]۔

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے جب لڑائی

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہیں کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے یہی وجہ ہے۔

وفد بنی عبس کا حال

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران[52] کے باشندے تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے منادانِ اسلام سے سُنا ہے۔ کہ حضورؐ یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ۔ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی جن پر ہماری گذران

ہجرت کی بابت فیصلہ

ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں، تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئیں گے۔ اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا۔ تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی[53]۔

اس جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں مسلمانوں کو مختلف دور دست

---

[51] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹ [52] زاد المعاد جلد ۱ [53] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳ [54] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۱۱۔

ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیے۔

جو لوگ اب ترکِ وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا آنحضرتؐ کی تعلیم کے خلاف ہے، اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

وفد غامد کا بیان یہ وفد سنہ ۱۰ ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آکر اُترے۔ ایک لڑکے کو بٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ ایک لڑکے کو فرمایا۔ تمہارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا۔ خورجی چُرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا۔ یا رسولؐ اللہ۔ خورجی تو میری تھی۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا اُٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ اُسے جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح سالم مل گیا ہے۔

یہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اُس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو مقرر فرما دیا کہ انہیں قرآن یاد کرائیں۔ اور شرائع اسلام سکھائیں۔ جب وہ واپس جانے لگے۔ تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ پر لکھوا کر دیدیئے گئے[1]۔

وفد بنی فرازہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے۔ تو بنی فرازہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمتِ مبارک میں حاضر ہوا۔ اُن کو اسلام کا اقرار تھا۔ انکی سواری میں لاغر، کمزور اُونٹ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

ایک نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! بستیوں میں قحط ہے۔ مواشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوک کے مر رہے ہیں۔ آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سُنے آپ

[1] زاد المعاد صد ۲۱۲ ؎۔

ہماری سفارش خدا سے کریں۔ خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لئے۔ بھلا میں تو خدا کے پاس شفاعت کرونگا۔ لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے؟ وہ معبود ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی قوم میں بارش کیلئے دعا فرمائی۔ جو الفاظ محفوظ ہیں۔ وہ یہ ہیں :۔ اللهم اسق عبادك وبهائمك وانشر رحمتك واحي بلادك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريئا طبقا واسعا عاجلا غير اجل۔ نافعا غير ضار اللهم سقيا رحمة لا سقيا عذاب ولا هدم ولا غرق ولا محق اللهم اسقنا الغيث وانصرنا على الاعداء (ترجمہ) اے خدا اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے! اور اپنی مُردہ بستیوں کو زندہ کردے۔ الٰہی ہم پہ فریادرس بارش جو راحت رساں، آرام بخش ہو، جلد آئے۔ دیر نہ لگائے، نفع پہنچائے ضرر نہ کرے۔ سیراب کر دے، الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کردے۔ نہ عذاب و ہدم و غرق و محق سے بھردے۔ الٰہی بارشِ باراں سے ہمیں سیراب کردے اور دشمنوں پر ہمکو نصرت عطا کرے[1]

وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ ہجری

یہ سترہ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ اُنہوں نے سوال کیا تھا کہ

سب اعمال سے افضل کیا ہے

اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا"

ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔ دُعا فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرما دیا" اللّٰھم اسقھم الغیث فی دارھم"۔ جبیب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان مبارک ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کر دی؛

جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔ع

وفد نجران اُن جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں وادین احادیث میں پائی جاتی ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیان نجران کے معتدد دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے اسی ترتیب سے اُنکا ذکر کیا جاتا ہے؛

ابو عبد اللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اُسقف نے اس خط کو پڑھا۔ تو اسکے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اُسکی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اُسے خط دیا اور اُس نے پڑھ لیا تو

اُسقف بولا" ابو مریم! فرمائیے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

شرجیل نے کہا" صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اسمٰعیلؑ کی نسل[1] میں نبوّت بھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو لیکن نبوّت

ع زاد المعاد صلاہ،

[1] اولاد اسمٰعیل میں نبوت ہونیکی بابت بائیبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں:۔

اوّل یہ کہ اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ سے خدا نے برابر کے وعدے کئے تھے۔ دوم یہ کہ عرب میں پیدا ہونیوالے نبی کے

(باقی صفحہ ۲۵۵ پر)

کیمتعلق میری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ کوئی دُنیوی بات ہوتی تو مَیں اُس پر پُورا غور کرسکتا، اور اپنی رائے عرض کرسکتا تھا"۔

اُسقف نے کہا" اچھا بیٹھ جائیے"۔

اُسقف نے پھر ایک دُوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرجبیل تھا اور قوم حمیر سے تھا۔ بلایا اور نامہ نبوی دکھا کر اس کی رائے دریافت کی۔ اُسنے شرجبیل کا سا جواب دیا۔

اُسقف نے پھر ایک تیسرے شخص حبار بن قیص کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اُس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اُسقف نے دیکھا کہ اُن میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اُس نے حکم دیا۔ کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجے پہ لٹکائے جائیں۔ اُن کا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکا دیتے۔ اور رات کیلئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۵۴) نشانات اور علامات کی پیشگوئیاں بہت سے انبیا نے کی ہیں۔ اور چونکہ عرب میں صرف اسمٰعیل کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی۔ اس لئے ان پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔ سوم موسٰیؑ کی بیان کردہ پیشگوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس ۱۸ میں ..." اُن کیلئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا! درجو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا"۔ کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں۔ اور موسٰیؑ جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ہی ہیں جو موسٰیؑ کی طرح صاحبِ کتاب۔ صاحبِ شریعت۔ صاحبِ جہاد۔ مہاجر۔ غازی ہیں۔ اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائیبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیشگوئی کے ساتھ موسٰی علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی بھی پڑھو" خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اسکے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ اسمیں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرجبیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا"۔

آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجے سے متعلق تہتر گاؤں تھے۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے۔ تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی۔ کہ شرجیل اور عبداللہ اور حبار کو نبی کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ وہ وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتائیں ۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے اور چند روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ انہی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا:-

شخصیت عیسیٰ ۱

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ (آل عمران ع ۶)

عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے۔ خدا نے اُسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے۔ اب تم اس رسی کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو۔ اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اُسے کہدو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں ۔

۱ عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیئے۔ قرآن کریم نے اوّل دلیل دی۔ کہ اگر عیسےٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ خدا یا فرزندِ خدا نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہو گی۔ اس لئے بحث کیلئے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی (باقی بر صفحہ ۲۵۷)

ان آیات کے نزول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو بھی بلایا! ور فاطمہؓ (سیدۃ النساء العٰلمین) بھی باپ کی پس پشت آکر کھڑی ہوگئیں[1]؛

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ تب اُنہوں نے ہم کو بھیجا تھا؛

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہے۔ تب بھی اُسے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اُسکی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے! ور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ بھی زمین پر باقی نہ رہیگا۔ اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اسکی ماتحتی قبول کریں! ور قم جزیہ کا فیصلہ بھی اسکی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ جہانتک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انہوں نے جاکر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے؛

اگلے روز حضرتؐ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا! ور ایک معاہدہ جسے مغیرہؓ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیانؓ بن حرب، غیلانؓ بن عمرو، مالکؓ عوف، اقرعؓ بن حابس صحابہ کی شہادات

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۵۶) خدا سے دعا مانگنا اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح خدا یا ابن خدا ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کرینگے جو اُن کا اصل درجہ دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن اگر یہ غلط ہے تو خدا خود فیصلہ فرمائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لئے نکالا ہے۔ جب باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہشمند ہوں؛

[1] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو اُن کے زن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے؛

اُس پر ثبت تھیں۔ اُنہیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے :-

لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی علی انفسہم وملتہم وارضہم واموالہم وغائبہم وشاھدھم وعشیرتہم وتبعہم وان لا یغیروا مما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقہم ولا ملتہم۔۔۔ ولا یغیر کلما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر۔ ولیس علیہم ربیۃ ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطأ ارضہم الجیش الخ

نجران والوں کو خدا اور محمد رسول اللہ صلعم کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق اُن سب کو جو حاضر یا غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں۔ اُن کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ اور جو کچھ کم یا زیادہ اُن کے قبضہ میں ہے اُسے نہ بدلا جائیگا پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کے جھگڑے اُن پر نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے اُنسے دہ یکی نہ لیجائیگی! اُن کے علاقہ سے فوج عبور نہ کریگی"

فرمان حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اُسقف) اور دیگر سرآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر اُن سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ فرمان اُسقف کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اُس کا چچیرا بھائی بِشر بن معاویہ جس کی کنیت ابو علقمہ تھی! اسکے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور اُونٹنی نے اُسے زمین پر گرا دیا۔ اُس نے گرتے ہی کہا۔ "خرابی ہو اُس شخص کی جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے"

بِشر نے یہ اشارہ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف کیا تھا۔

اُسقف بولا - دیکھ تو کیا کہتا ہے - بخدا وہ تو نبی مُرسل ہے ؛
بِشر نے جواب دیا - بخدا - اب مَیں بھی ناقہ کا پالان اُسی کے پاس جاکر اُتارُونگا -
یہ کہکر اُس نے اپنا رُخ بدل دیا - اور مدینہ کو چل پڑا ؛
اُسقف نے اُسکے پیچھے پیچھے ناقہ لگایا - چلّا چلّا کر کہتا تھا - کہ میری بات تو سُنو - میرا مطلب تو سمجھو - مَیں نے یہ فقرہ اس لئے کہا تھا - کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے یا فیاضی قبول کرلی ہے - حالانکہ دیگر قبائل نے ابتک اُس کی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے! ور ہماری طاقت اور شوکت اَوروں سے بڑھ کر بھی ہے ؛
بِشر بولا - نہیں - نہیں - بخدا نہیں - اب مَیں نہیں رُکنے کا - تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی ؛
بِشر نے پھر یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا :-

الیك تغدو قلقا وضینها   معترضا فی بطنها جنینها
مخالفا دین النصاری دینها

یہ بِشر تو خدمتِ نبوی میں پہنچکر وہیں حضورؐ میں رہا - اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز نہ ہُوا - اب اُس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سُنو ؛
جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے - تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سُن پائی - کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہُوا ہے - اس کا خط آیا تھا - یہاں سے تین شخص اُسکے پاس بھیجے گئے تھے - وہ اُس سے سند لیکر آئے تھے - اُسقف وہ سند پڑھ رہا تھا - اُسکا بھائی سواری سے گِر گیا - اُس نے

نبیؐ کو بُرا بھلا کہا۔ اُسقف نے منع کیا۔ اور بتایا۔ کہ وہ سچا نبی ہے۔ اُسے بُرا نہ کہو۔ وہ یہ سُن کر مدینہ کو چلا گیا۔ اُسقف نے بہتیرا روکا۔ نہ رکا؛

راہب نے جو گرجا کے بُرج کے بالائی حصہ پر دسالہا سال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کر دیا۔ کہ مجھے اُتار و۔ ورنہ میں اُوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں روانہ ہوگیا؛

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اُس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفائے عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھیر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی! ورپھر آنحضرتؐ سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا؛

(۲) اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اُسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا۔ قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ جس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے۔ اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ جس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے! ورجو اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ اسکے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سیّد کے لقب سے ملقب کرتے تھے! ورعبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا۔ جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی ۲۴ مشہور سردار اور تھے۔ کُل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبویؐ میں پہنچے تھے۔ وہ اُن کی نماز کا وقت تھا (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی! ورانہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رُخ کرکے نماز ادا کی تھی۔ بعض مسلمانوں نے اُنہیں مسجد نبویؐ میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔

یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے۔ اور کبھی کبھی کسی مسئلہ پر گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔

ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے! اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:۔

قُلْ يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(آلِ عمران ع ۷)

ان سے کہو کہ اے کتاب والو۔ ابراہیمؑ کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ تورات اور انجیل تو اس کے بعد اُتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا۔ اس میں تو جھگڑتے ہی تھے۔ مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں۔ اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیمؑ یہودی تھا نہ عیسائی تھا وہ تو پکا موحّد تھا۔ اور مسلمان تھا! اور وہ مشرک بھی نہ تھا۔[1]

ساری خلقت میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ ہیں۔ جنہوں نے اس کا اتباع کیا۔ اور محمدؐ نبی اور اُن پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے۔"

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے)

[1] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیمؑ کے مذہب پر ہے! اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے۔

کہا۔ محمدؐ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں۔ جیسا کہ عیسائی عیسےٰؑ کی عبادت کیا کرتے ہیں ؟

نجران کا ایک عیسائی بولا ؟

ہاں محمدؐ صاحب، بتا دیجئے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے! و راسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں، یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دُوں۔ خدا نے مجھے اس کام کے لئے نہیں بھیجا۔ اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا ؟

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا :۔

(نزول فی وفد نجران)

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۸)

جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے۔ یہ اُس کے شایاں نہیں کہ وہ پھر لوگوں سے کہنے لگے۔ کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پاکر تم اللہ والے بن جاؤ ؟ یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنا لو۔ بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے۔ تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو"

محمد بن سہیل کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جب یہ واپس جانے لگے، تو آنحضرتؐ سے پھر ایک سند

اُنہوں نے حاصل کی۔ جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔

اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث واساقفۃ نجران وکھنتھم ورھبانھم واھل بیتھم ورقیقھم وملتھم وسواطبتھم وعلیٰ کل ما تحت ایدیھم من قلیل او کثیر۔ جوار اللہ ورسولہ لا یغیر اسقف من سقفیتہ ولا راھب من رھبانیتہ ولا کاھن من کھنانیتہ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا سلطانھم ولا مما کانوا علیہ علیٰ ذالک جوار اللہ ورسولہ ابداً ما نصحوا واصلحوا علیھم غیر متقلبین بظالم ولا ظالمین کتب المغیرۃ بن شعبۃ[1]

"یہ تحریر محمد نبی صلعم کی جانب سے ہے۔ اُسقف ابو الحارث کے لئے، نجران کے دیگر اسقفوں کاہنوں راہبوں اُن کے معتقدوں، غلاموں۔ اس مذہب والوں۔ پولیس والوں کے متعلق، اور اُن کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو اُن کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو خدا اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائیگا۔ کسی حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیرّ نہ ہوگا۔ بشرطیکہ رعایا کے خیرخواہ اور خیر اندیش رہیں، نہ ظالم کا ساتھ دیں۔ اور نہ خود ظلم کریں۔"

چلتے وقت اُنہوں نے درخواست کی کہ ایک امانتدار شخص کو ہمارے ساتھ بھیجا جائے، جسے جزیہ[2] ادا کردیا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو اُن کے ساتھ

[1] فتوح البلدان بلاذری۔ [2] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے) اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم "جزیہ لگانے کی"، بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جب عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا۔ اور دربار ایران اس بارہ میں رومن ایمپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا۔ مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کئے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں۔ میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک (باقی صفحہ ۲۶۴ پر)

بھیجدیا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص میری اُمت کا امین ہے[۱]۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضانِ صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا۔

وفد نخع کا بیان یہ نصف محرم ۱۱ھ ہجری میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دو سو اشخاص تھے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انکو دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو تھا۔ اُس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیان کرو۔

ایک خواب اور اُس کی تعبیر کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔

چار خواب اور اُن کی تعبیریں

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونیوالا تھا۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۶۳) روایت کا حوالہ دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا ہے۔ اور کیونکہ جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے:۔

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیئے۔ جزیہ ادا کرنا منظور کریں (الف) انکی حفاظت اُسی طور پر کرنا چاہیئے جیسے مسلمانوں کی، اور (ب) اُن کے لئے وہی قواعد ہونگے جو مسلمانوں کے لئے ہیں کیونکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ اُن کے خون کو مسلمانوں کے خون کی اور اُن کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۱۲۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۔

[۱] زاد المعاد صفحہ ۴۹۵۔

زرارہ نے کہا - یا رسول اللہ - ابلق ہونے کے کیا معنے ہیں ؟

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - قریب آؤ - پھر آہستہ سے پوچھا - کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں - جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہتے ہو ؟

زرارہ نے کہا - قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آجتک میرے اس راز کی کسی کو اِطلاع نہ تھی ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے ۔

زرارہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان[1] بن منذر کو دیکھا - کہ گوشوارے بازو بند، خلخال پہنے ہوئے ہے ۔

دوسرا خواب اور تعبیر

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - اسکی تاویل ملک عرب ہے - جو اب آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے ۔

زرارہ نے عرض کیا - مَیں نے دیکھا کہ ایک بُڑھیا ہے - جس کے کچھ بال سفید - کچھ سیاہ ہیں - اور زمین سے باہر نکلی ہے ۔

تیسرا خواب و تعبیر

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - یہ دُنیا ہے - جس قدر باقی رہ گئی ہے ۔

زرارہ نے عرض کیا ۔

چوتھا خواب اور تعبیر

مَیں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی - میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگئی - اور وہ آگ کہہ رہی ہے - جھلسو جھلسو - بینا ہو، کہ نابینا ہو - لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لئے دو ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - یہ ایک فساد ہے - جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا ۔

زرارہ نے عرض کیا - کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا ۔

---

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم پادشاہ گذرا ہے جس کی حکومت و حکمت زبان زدِ عرب تھی ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ اپنے امام کو قتل کر دینگے۔ آپس میں پھوٹک پڑ جائیگی۔ ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائیں گے۔ جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اُن دنوں اپنے آپ کو نکوکار سمجھے گا۔ مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا۔

اگر تیرا بیٹا مر گیا۔ تب تو اُس فتنہ کو دیکھ لیگا۔ تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لیگا۔

زرارہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ دُعا کیجئے۔ کہ مَیں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ الٰہی! یہ اُس فتنہ کو نہ پائے۔

زرارہ کا تو انتقال ہو گیا۔ اور اُس کا بیٹا بچ رہا۔ اُس نے سیدنا عثمانؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔[1]

باب

(مدینہ میں دس سالہ قیام نبویؐ کے اہم واقعات اور وفات)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا۔ کہ دشمنانِ مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔

راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے۔ اس لئے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے۔

اب اس باب میں اُن اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ایام قیامِ مدینہ میں ہوئے۔ مَیں نے اختصار کیلئے قریبًا ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلمبند کیا ہے۔

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۸۔

اس باب پر غور کرنے سے ناظرین کو سیرت پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہونگی۔ جن کے مطابق ضرورت ہے کہ اُمّت اپنا رویّہ درست کرے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ؛

تعمیر مسجد نبوی مسجد نبوی جس جگہ بنائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گیا تھا۔ جب آنحضرتؐ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے؛

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدیؐ) کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ اسعد نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا۔ تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا۔ کہ اسکی قیمت ادا کرنے کی اجازت اُنہیں ملجائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس دینار طے ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ سے یہ قیمت دِلادی! و رپھر زمین کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی۔ جس کا طول سَو گز تھا؛

مسجد کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اُٹھا کر لاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:-

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةْ	الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ تُو
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ [1]	انصار اور مہاجرین کو بخش دے؛

صحابہؓ بھی اینٹ گارا لاتے تھے۔ اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے؛

لئن قعدنا والرسول يعمل	رسُولِ خدا کام کریں۔ اور ہم بیٹھے رہیں۔ یہ بڑی
لذالك فالعمل المضلل	گمراہی کا کام ہے؛

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوٰۃ۔ باب ہل تنبش قبور مشرک الجاہلیۃ؛

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں۔ تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پٹھے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے؎[1]

صحابہؓ نے کہا۔ چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں موسیٰؑ جیسا عریش ہی خوب ہے؎۔

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی۔ فرش کیچڑ سا ہو جاتا مومنین اِسی پر سجدہ کیا کرتے تھے؎[2]

عبد اللہ بن سلامؓ کا اسلام لانا سلسہ حضرت عبد اللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں یوسف صدیقؑ سے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے سُن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لئے تھے:-

ایّھا النّاس افشوا السّلام	لوگو اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو؎

[1] زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۳۰۸؎

[2] نبی صلعم کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے مسجد نبویؐ میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروقؓ نے اس مسجد میں حضرت عباسؓ کے گھر کو شامل کیا۔ جو اُنہوں نے مسجد کے لئے ہبہ فرمایا تھا۔ عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی سنگین دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور ساگون کی چھت ڈالی۔ (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا اور اس پر پچی کاری کا کام کرایا۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اسکی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر۔ روم و قبط کے ۸۰ انجینئر منتخب کر کے اسکی نگرانی کیلئے بھیجے۔ یہ عمارت سنگِ مرمر کی تھی! اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی۔ ۸۷ھ یا ۸۸ھ ہجری میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ اضافہ کیا۔ پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز عرض ۲۰۰ گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر ۱۶۲ھ ہجری میں ختم ہوئی۔ خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمّت ۲۴۷ھ ہجری میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴۔ عالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے۔ یہ سلطان عبد المجید خان مرحوم کی تعمیر کردہ ہے۔ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد میں ہے؎

وَاطعموا الطعام | کھانا کھلایا کرو۔
وَصلوا الارحام | قرابتداروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔
وَصلوا باللیل والناس نیام | رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔

یہ دلنشین کلمات سنکر اُن کا قلب نورِ ایمان سے روشن ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا۔ تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیشگوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مسائل جن کی بابت اُنکا خیال تھا کہ نبی اللہ ہی ان کا جواب دے سکتا ہے دریافت کئے۔ جواب باصواب سُنکر کہا۔ یارسول اللہؐ۔ میں حضورؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ لیکن اظہارِ اسلام کے لئے چاہتا ہوں کہ اوّل میری قوم کے لوگوں کو بُلا کر دریافت فرما لیا جائے کہ اُن کی رائے میرے لئے کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر یہود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام چھپ گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں۔ سب نے کہا۔ وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں[1] اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ یہود یہ کہہ ہی رہے تھے۔ کہ حضرت عبداللہؓ اوجھل سے کلمہ طیب پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو اسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل ذلیل بن ذلیل شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔

خداوند کریم نے اس بزرگ صحابیؓ کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجّت ختم فرما دی۔

فاضل راہب کا اسلام ۱ھ حضرتِ عبداللہ بن سلام کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس نے بھی اسلام قبول کیا۔ یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت فصیح شاعر و اعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصارٰی پر حجّت ختم فرمائی۔

نماز | سنہ اوّل ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا؛

دو رکعتیں سفر کے لئے مقرر رکھی گئیں۔ اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشا کے لئے چار رکعتیں کر دی گئیں۔ ایام قیام مکّہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا؛

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکّہ میں کیونکہ ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ کیونکہ اقارب اور احباب اُس سے بیگانہ و اغیار بنجاتے تھے۔ اور کیونکہ ہر ایک مسلمان ہر وقت مکّہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکّہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے! در یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے بھی اُنکو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا؛

نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات برس کے بچّہ کو پڑھنا مستحب، اور دس برس کے بچّہ کو پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (تادم مرگ) نماز کی فرضیّت صحت و بیماری۔ خوشی و غم۔ سفر و حضر اور خوف و خطر بغرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں۔ کسی جگہ بھی۔ کوئی موسم۔ کوئی عارضہ ایسا نہیں۔ جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو؛

(۱) مدّت العمر تک عبادتِ الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا پابندئ اوقات کی زبردست تعلیم ہے جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے دل و زبان، اعضاء و دماغ کو عظمتِ الٰہی اور جلالِ کبریائی کے سامنے مؤدّب و مہذّب رکھنا نورانیت روحانی کے لئے عجیب روشنی ہے؛

(۲) نماز میں جس قدر پابندی ہے وہ جلد سو جانے اور جلد جاگ اُٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے۔ وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے سے کیسا ملیا میٹ کیا گیا ہے؛

(۳) نماز کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدّن اور ترقّی کی جان ہے، اتحاد و یگانگی اور مبادلۂ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا۔ اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی رُوح کو خُرسند کر سکتا ہے؛

(۴) جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سُستی کرتے ہیں۔ وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہونگے۔ وہ کیا ہونگے؛

خداوند کریم نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ	نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائقِ انکار فعلوں سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض، انوار و

اسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں؛

مواخات اللہ جل جلالہٗ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بنایا ہے۔ اور یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ	اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے۔ جس سے

رحماء بینہم | خدا نے تمہیں نجات اور خلاصی عنایت کی ؂

(۱) اِس اخوّت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کُل قوم اُس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی ؂

ایک مسلمان اگر کسی دُور دست ملک میں چلا جاتا تھا۔ تو تمام قوم اُسکی خیر و عافیت کے لئے بیتاب رہتی تھی! اور اگر وہ کسی ظالم کے ظلم کا شکار ہو جاتا۔ تو تمام قوم اُس کے انتقام اور خونبہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی ؂

قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رانڈ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پُورا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا۔ جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کے لئے سمجھتا تھا؛

(۲) اِس اخوّت سے بڑھ کر ایک اور اخوّت تھی۔ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوّت مکّہ میں اہلِ مکّہ الّف کے درمیان اور مدینہ میں تب مہاجرین و انصار کے درمیان۔ نیز باہمی اہلِ مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی۔ وہ زیادہ تر مشہور ہے ؂

اِس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہانتک ہؤا۔ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[1] میں سے حصّہ لیتا تھا۔ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا۔ مؤرّخین نے اُن بزرگوں کے نام بھی درج کئے ہیں۔ جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرّکاً چند اسماءِ مبارک درج کرتے ہیں :۔

(الف) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علی مرتضےٰ رض

[1] نقد [illegible] اسکے بعد وراثت ورثا کی طرف منتقل کر دی گئی

(ب) (۲) ابوبکر صدیق رضؓ

(۳) عمر فاروق رضؓ

(۴) عثمان ذوالنورین رضؓ

(۵) جعفرؓ بن ابی طالب ہاشمی

(۶) ابوعبیدہؓ بن جراح قرشی الفہری

(۷) عبدالرحمانؓ بن عوف قرشی الزہری

(۸) زبیر بن العوامؓ قرشی الاسدی

(۹) طلحہؓ بن عبیداللہ قرشی التیمی

(۱۰) سعید بن زیدؓ قرشی العدوی

(۱۱) مصعبؓ بن عمیر قرشی العبدری

(۱۲) ابوحذیفہؓ بن عتبہ

(۱۳) عمار بن یاسرؓ

(ج) (۱۴) سلمان فارسیؓ

(۱۵) منذر بن عمروؓ

خارجہ بن زیدؓ عقبی بدری

عتبان بن مالکؓ بدری

اوس بن ثابتؓ عقبی بدری

معاذؓ بن جبل عقبی بدری

سعدؓ بن معاذ بدری۔ اہتز لہ عرش الرحمٰن

سعد بن ربیعؓ عقبی بدری

سلمہ بن سلامۃ العقبیؓ

کعب بن مالکؓ عقبی

ابی بن کعبؓ عقبی بدری

ابوایوبؓ عقبی بدری

عباد بن بشیرؓ

حذیفہ بن الیمانؓ

ابوالدرداء حکیم الامتؓ

ابوذر غفاریؓ

رضی اللہ علیہم اجمعین[۱]

---

[۱] تاریخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہؒ و ابن القیمؒ کا مختار یہ تھا۔ کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ مرتضیٰ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت علیؓ مرتضیٰ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں۔ جن میں فریقین مہاجر تھے۔ اور یہی قوی مذہب ہے۔
سلسلہ مواخات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ اوّل تو اس لئے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی لگتے تھے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر (باقی صـ۲۷۴ پر)

دُنیا میں اخوّت کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

اذان

سنہ ۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اور تجاویز اشتراکیہ

اذان کی ضرورت اوّل اس لئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے۔ (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں۔ (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاریؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یکے بعد دیگرے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے آکر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سُنا ہے۔ جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہی الفاظ کے بآواز بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس منشاء عالی کو پُورا کرتے ہیں جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظورِ نظرِ اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصولِ اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندوں کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہِ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور نگر کیرتن کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے گھونگوں اور دھاتوں کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی۔ اور یہ بھی ایک طریق بُت پرستی کے انسداد

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۷۳) کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے جو رشتہ میں نہ ہوتا۔ تو آئندہ طرح طرح کی مشکلاتِ جدیدہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

اور توحید کی تائید کا ہے؛

سلمانؓ پارسی کا اسلام لانا ۲ھ میں سلمانؓ پارسی مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی؛

دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے۔ کسی نے اُن کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونیوالے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا؛ حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو اُن علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سُنے تھے۔ آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ اور مسلمان ہو گئے۔ اور وہ ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے؛

تحویلِ قبلہ ۲ھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے[1]؛

نماز آغاز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچکر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا ۱۷ ماہ کے بعد[2]) خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی منشاء کے موافق تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ دل سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے۔ جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ۔ اور صرف عبادت الٰہی کے لئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا؛

---

[1] عن ابن عباس۔ تیسیر الوصول جلد ۱ باب التسلم والفرق [2] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۹،

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے؛

(۱) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ فَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا۔

(۲) اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ عبادت کے لئے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے؛

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

(۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف مُنہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ،

(۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے۔ کہ متّبعین رسُول کے لئے ایک ممیّز علامت قرار دی جائے؛

لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ؛

یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلّم مکّہ میں رہے۔ اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیونکہ مشرکین مکّہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے! اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا۔ اس لئے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کر لینے کی بیّن علامت مکّہ میں یہی رہی۔ کہ مسلمان ہوتے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے؛

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ میں پہنچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکّہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے! اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا

ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اس لئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی۔ کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جایا کرے حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا قبلہ قرار دیگئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمادی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔	یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے۔ جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی:

پس چونکہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے۔ اس لئے اس کو قبلہ بتایا جانا مناسب ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔	دوم۔ یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت براہیم علیہ السّلام ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ؑ ہی

یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں اس لئے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلثہ کو اتحاد نسبی وجسمانی کی یاد دِلا کر اتحاد روحانی کیلئے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ سُنا دینا تھا:

مَیں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمتِ تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یرہ شلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السّلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اسکی تعمیر فرمائی۔ اس لئے کعبہ کی تعمیر یرہ وشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح سے ایک ہزار نوسو اکتیس سال پیشتر کی ہے مسٹر آر سی دت نے اپنی تاریخ "سویلیزیشن آف اینشنٹ انڈیا" میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دَور جو دید کا ابتدائی زمانہ ہے

مسیحؑ سے چودہ سو سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے۔ کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے، کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا؛

مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتا دیا تھا۔ کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دیجائیگی۔ وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔

نمونہ کے لئے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے :۔

اوّل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجئے۔ اس میں تمام عبارت مکّہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصًا ۵ درس سے دیکھو؛

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی"

۶، "اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لوبان لادیں گے۔ اور خداوند کی بشارت سُنا دینگے"

۷، قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے! ور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا؛

واضح ہو کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے! ور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے؛

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے۔ نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ کہ درس ۶ و ۷ مدیان، عیفا، سبا، قیدار اور نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا۔ قربانیاں کرنا بتایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے

ہیں۔ جو عرب میں آباد ہوئے۔ اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ نہ عیسائی تھے نہ یہودی تھے۔ اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام منیٰ کا پتہ۔ عرب کا قاطبۃً مسلمان ہو جانا۔ حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونا۔ ایسے تاریخی واقعات ہیں۔ جو مندرجہ بالا آیت کے معنے کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں:

دوم۔ حجی نبی (ق۔م۔ ۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے:۔

"اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ اور میں اس مکان کو سلام[۱] (سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔"

سوم۔ مکاشفاتِ یوحنا ۳ باب ۱۲ ورس میں ہے:۔

"۱۲۔ میں اُسے جو غالب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اُترتی ہے۔ اور اپنا نیا نام اُس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے۔ سُنے۔ کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔"

یوحنا نے نئے یروشلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلم کعبہ ہے اور خدا کا نیا نام جس سے اہلِ عرب بھی باوجود اہلِ زبان ہونے کے ناواقف تھے۔ اسم پاک رحمٰن[۲] ہے جسے اسلام ہی نے ظاہر کیا۔ نئے یروشلم کا آسمان سے اُترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ

---

[۱] عربی بائیبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹۔ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائیبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ سلام کریں۔ کیونکہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ سلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں:۔ اَللّٰھُمَّ انت السلام ومنک السلام وارزقنا السلام تبارکت ربنا وتعالیت یاذ الجلال والاکرام۔

[۲] اہلِ عرب اسم رحمٰن سے جسکا نزول قرآن میں ہوا، بہت ناراض ہوتے تھے۔ واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن (سورہ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟

بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اِسی کی طرف اشارہ ہے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (ہم نے دیکھا کہ تم آسمان کی طرف اپنا چہرہ کر کے دیکھ رہے ہو۔ اس لئے حکم ہے کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے اُسی کی طرف پھر جاؤ)۔

چہارم۔ زبور ۸۴ میں ہے :-

عربی

"(۴) طُوبٰى لِلسَّاكِنِيْنَ فِي بَيْتِكَ اَبَدًا يُسَبِّحُوْنَكَ (سلاہ)"

"(۵) طُوبٰى لِاُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ۔ طُرُقُ بَيْتِكَ فِي قُلُوْبِهِمْ

"(۶) عَابِرِيْنَ فِي وَادِي الْبُكَاءِ۔ يُصَيِّرُوْنَهٗ يَنْبُوْعًا۔"

"اَيْضًا بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّوْنَ مُوْرَةً۔"

(کتاب المقدس طبع بنفقۃ الجمعیۃ البریطانیہ والاجنبیۃ لاجل انتشار الکتاب المقدسۃ فی مطبعۃ المدرسۃ من المدینۃ اوکسفورد فی سنۃ ۱۸۷ مسیحیۃ)

اُردو

"(۴) مبارک وَے ہیں۔ جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وَے سدا تیری ستائش کرینگے"۔ (سلاہ)

"(۵) مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے، اُن کے دل میں تیری راہیں ہیں"۔

"(۶) وَے بکّا کی وادی میں گذر کرتے ہیں۔ اُسے ایک کنؤاں بناتے"۔

"یہی برسات اُسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۹) وهم بذكر الرحمٰن هم كافرون (سورہ انبیاء) رحمٰن کا ذکر آجانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سہیل نے انعقاد صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا۔
خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے؟

(کتاب مقدس مطبوعہ آرفن سکول مرزاپور)

(۱۸۷۰ء)

انگریزی میں ہے :-

(4) " Pleased are they that dwell in thy house; they will be still Praising thee."

(Selah)

(5) " Blessed is the man whose strength is in thee; in whose heart are the ways of them."

(6) " Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools."

اِن ہرسہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں :-

(۱) درسِ چہارم کی رُو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتایا گیا ہے! ورانکی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح وستائش کرتے ہوں گے؛

(۲) درس پنجم کی رُو سے یہ کہ اُن لوگوں کی عزّت وقوّت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اسبابِ دُنیوی اُن کی عزّت وقوّت کا باعث نہ ہونگے؛

(۳) درس ۶ کی رُو سے لفظ بکّا عربی۔ اُردو۔ انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے،

جس سے ثابت ہے کہ بکّا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اُسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ بکّا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کیساتھ لکھا ہے؛

(۴) لفظ وادی عربی و اُردو میں اور لفظ ویلی (valley) جو بمعنے وادی ہے۔ انگریزی میں لفظ بکّا سے پہلے موجود ہے؛

(۵) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے وادئی بکّا میں ایک کنوٗاں بھی بنائیں گے؛

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں :-

(الف) ساکنینِ بیت جس کا ذکر درس ۴ میں ہے۔ وہ اسمٰعیلؑ اور اُنکی اولاد ہے حضرت ابراہیم کی دُعا قرآن مجید میں ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ (اے خدا۔ میں نے اپنی ذریّت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی، تیرے عزّت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے؛

(ب) یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ہے۔ اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکّہ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ وہ ہے جو بکّا میں ہے) اب قرآن اور زبُور کا اتّفاق ہوگیا کہ مکّہ کا نام خدا کے ہاں بکّہ ہے؛

(ج) ایک کنوٗاں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکّا میں ہو۔ بخاری کی حدیث

لے ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کی سیرت کے صفحہ ۳۹ پر ہے۔ انّ بکّۃ اسم البطن مکۃ لانھم یتباکون فیھا۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے۔ انھا سمیت بکۃ۔ الا انھا کانت تبك اعناق الجبابرۃ اذا احدثوا فیھا شیئًا۔ (ابن ہشام صفحہ ۳۹)

(کتاب الانبیاء صفحہ ۳۳۳) عن ابن عباسؓ میں اسمٰعیل علیہ السّلام اور اُن کی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِیَ سَعَتْ جب ہاجرہ اِس وادی میں پہنچی۔ تو وہاں (پانی کے لئے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے۔ وغمز عقبیہ علی الارض قال فانبثق الماء فدھشت ام اسمٰعیل فجعلت تحفر (فرشتہ) نے ایڑی زمین پر ماری۔ پانی اُبل پڑا۔ اسمٰعیلؑ کی ماں حیران ہوگئی۔ پھر اُسے کھود کر کنوئاں بنانے لگی؛

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ زبُور کے اِس مقام میں بکّہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہوگیا۔ وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی تحقیق ہوگیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا۔ ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا بھی ثابت ہوگیا؛

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مُدعا کی ہے؛

اِس کے بعد اس قدر اَور بھی گذارش کردینا چاہتا ہوں۔ کہ ورس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اُردو اور انگریزی زبُور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے؛

عربی میں ہے:۔ " طرق بیتك فی قلوبھم " اس کا لفظی ترجمہ ہے " اُن کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں "۔ لیکن اُردو زبُور میں ہے " اُنکے دل میں تیری راہیں ہیں "

اور انگریزی میں ہے:۔ In whose heart are the ways of them.

اُردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اُڑا دیا ہے۔ اُردو میں " تیری راہیں " اور انگریزی " them " " اُن کی راہیں " لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ	" اے میرے خدا۔ مَیں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں۔ تیرے

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ٥
(سورہ ابراہیم آیت ۳۶)

شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے خدا یہ اس لئے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نماز کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں میں ان بسنے والوں کی محبت ڈال دے۔ اور ان کو سب طرح کے میووں کی روزی دیا کر۔ کہ یہ شکر گذار رہیں“

دوسری غرض یہ ہے۔ کہ درس ۵ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے۔ ”طُوْبیٰ لاناس عزھم بک“ اس میں لفظ اُناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزہم میں ھُم بھی ضمیر جمع ہے۔ لیکن اُردو میں یہ الفاظ ہیں ”مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سے ہے! ور انگریزی میں یہ الفاظ ہیں:-

Blessed is the man whose strength is in thee."

اُردو میں لفظ ”انسان“ اور ”جس“ اور انگریزی میں لفظ ”مین“ اور ”ہو“ واحد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اُردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ اِسی درس کے دوسرے جزو میں اُردو میں ”اُن کے“ اور انگریزی میں them جمع کے لئے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ ”طوبیٰ لِاُناسٍ عزھم بك“ دراصل فقرہ نمبر ۴ طُوبیٰ لِلسّاکنین فی بَیْتِک“ ہی کی صفت ہے۔

الغرض توراۃ کے اِس مقام سے بکّہ۔ بیت اللہ۔ زمزم۔ اولادِ اسمٰعیلؑ صاف طور پر ثابت ہیں۔ وَلِلّٰہِ الحمد۔

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے اپنے اِسی گھر کو جو وادیٔ بکّا میں ہے، ہمارا قبلہ بنایا۔ نہ کہ یروشلم کو۔ کیونکہ ایک ایسے دین (اسلام) کے لئے جس کی بابت

لیظھرہ علی الدّین کلّہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اُس کا۔ جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا۔ اور ویران کیا۔ اور بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلا وطن ہونا پڑا ہو؂

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیت ۴ وہ میں جو وادئی بکّا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارکباد دی ہے۔ اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا؂

زکوٰۃ اور تمدن انسانی

زکوٰۃ علم الاقتصاد یا تمدّن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افرادِ قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے ؂

حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا؂

یورپ میں نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افرادِ قوم کا مساوی حق تصرّف اور یکساں حقِ مالکیّت ہو؂

سوشیالسٹ، (جن کا مقصد یہ ہے کہ اسبابِ معیشت پر سے شخصی ملکیّت کو اُٹھا دیا جائے۔ اور جمہور کی مِلک میں کر دیا جائے۔)

نیشنلسٹ، (جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیّت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے ؂)

یہ فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں ؂

املاک پر سے حقِ ملکیّت مالکان کا اُٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی

بھی اسکا رواج نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اِس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے ؎

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ (سورہ نحل)

رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے۔ اور جن کو یہ برتری ملی ہے۔ وہ اپنا حصہ اُن لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لئے) واپس نہ کرینگے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں ؎

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدّن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجّہ کی۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے طے کر دیا۔ اور اِسی کا نام فرضیّتِ زکوٰۃ ہے ؎

(۲) زکوٰۃ ۲ سنہ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم کرنیوالا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجّہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرّر نہ تھا جس پر بطور آئین و ضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے۔ اپنی فیّاضی و نیکدلی سے کرتے تھے ؎

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رُکن (کلمۂ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوٰۃ، درحقیقت اُس صفتِ ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے ؎

زکوٰۃ، ادا کرنے سے ادا کرنیوالے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبّت اخلاقِ انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے! دریہ فائدہ

بھی کہ غربا ء و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے! ور اس لئے بیحد دولت کا جمع ہو جانا بھی اُس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا؛

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اُس کے ساتھ ایک اُنس و محبت اور اُس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیرخواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے مال میں اپنا ایک حصّہ موجود و قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلےٰ حصّے کے حصّہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے؛

اسلام نے مساکین کا حق اُمراء کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموالِ نامیہ یعنی ترقی کرنیوالے مالوں میں مقرّر کیا ہے۔ جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموالِ نامیہ میں تجارت، زراعت اور مواشی (بھیڑ۔ بکری، اُونٹ، گائے) نقدیّت، معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں[1]؛

اب یہ دکھانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو۔ اسکے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ	زکوٰۃ و صدقات کا مال (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لئے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)
وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا	(۳) اور تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جن کی تنخواہیں ادا ہونگی)؛
وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ	(۴) اور اُن لوگوں کیلئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نومسلم لوگ؛
وَفِى الرِّقَابِ	(۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے؛

[1] جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہئے۔ اُسکا موضوع اس کتاب سے زائد تھا

وَالْغَارِمِيْنَ	(۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانے کیلئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں ۔
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	(۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے)[۵] ۔
وَابْنِ السَّبِيْلِ (توبہ ع ۸)	(۸) اور مسافروں کے لئے ۔

جن آٹھ مدّات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیّت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے ۔

اس تقسیم کے نمبرہ پر مزید غور کرنا چاہئے۔ کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کُل آمدنی کو ۸ مدّات پر تقسیم کر کے پانچویں مدّ آزادیٔ غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدّنہ ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحمدل مسیح علیہ السلام نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا۔ مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کے لئے ضرور زور دیا ہے۔

پولوس کہتے ہیں:-

"اے غلامو! تم اُن کی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں۔ اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح علیہ السلام کے۔" (افسیون باب ۶ درس ۵)۔

علیٰ ہٰذا القیاس دیکھو تمطاوس باب ۶-۱ و ۲ طیطاؤس ۲-۹ نیز ا پطرس ۲-۱۸ ۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کئے ۔ غلامی کی تائید عیسویت کی تعلیم میں

اوّل - آزادیٔ غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتایا:- وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ (بقرہ ع ۲۲)

دوم - آزادیٔ غلامان کو حصولِ نجات کا ذریعہ بتایا:- فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (سورہ بلد پ عم)

[۵] اس کی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے ۔

سوم۔ آزادیٔ غلاماں کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے؛
مثلاً قتل خطاء (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں میں۔

آزادیٔ غلاماں

(الف) مقتول مسلمان ہو۔
(ب) مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو } ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ (سورۂ نساء ع ۱۲)
(ج) مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو

(د) نقض یمین کا کفارہ .. .. آزادیٔ غلام ہے۔ (مائدہ ع ۱۲)

(ھ) ظہار کا کفارہ .. .. " (مجادلہ ع ۱)

(و) رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ " (حدیث شریف)

(ز) آقا غلام کو سخت مارے، اُسکا کفارہ " (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لئے اسی کام کے لئے خاص کر دیا ہے؛

اُنیسویں صدی میں انگلستان نے آزادیٔ غلاماں پر لاکھوں روپے صرف کئے تھے یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کے لئے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا ہے۔ کیا کوئی اہلِ دل اب بھی ایسا ہے۔ جو اسلام کی اِس فضیلت سے انکار کریگا؟

بینک اور افلاس

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۴ پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کے لئے بینک قائم کئے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سُود کے ملنا محال ہو گیا ہے! دہ

انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جوازِ سُود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں؛ لیکن دیکھو اسلام کا احسان، کہ اُس نے قرض سے برباد ہونیوالوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے؛

بیشک سُود کی حُرمت کا حکم سنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے۔ جس نے قرضداروں کی گلو خلاصی کے لئے ایسے عجیب انتظامات بھی کئے ہیں؛

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیئے۔

ان ھذہ الصدقات من اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد	یہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔ محمدؐ اور محمدؐ کے کنبہ والوں کو یہ حلال نہیں۔

اِس حرمت کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کیساتھ حضورؐ کا کُنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور اُن کی سب اولاد، اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں۔ تاکہ کسی شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گذر سکے؛

رمضان ۲ سنہ ہجری مقدس رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا؛

(فرضیتِ رمضان اور اُس کے فوائد)

(۱) روزے صحت کو بڑھاتے ہیں؛

(۲) اُمراء کو غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں؛

(۳) شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں؛

(۴) قوّتِ مَلکیہ کو قوی اور قوّتِ حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں؛

(۵) قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت

انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ)؛

تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو۔ کہ :-

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان ہیں ٹھنڈا پانی اُس کے سامنے موجود ہے۔ مگر وہ پانی نہیں پیتیا؛

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے۔ کھانا میسّر ہے۔ کوئی شخص اُسے دیکھ بھی نہیں رہا۔ مگر وہ کھانا نہیں کھاتا؛

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبّت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتّع لینے کی تحریک کرتے ہیں اُلفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے؛

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزّت اور عظمت اُس کے دل میں اِسقدر رچا گزین ہوگئی ہے، کہ کوئی جذبہ بھی اُس پر غالب نہیں آسکتا۔ اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے۔ تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دیگا۔ اور اُن کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کریگا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے۔ جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اِسی لئے حدیث صحیح میں ہے :-

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه؛	جو روزہ دار جھوٹ کہنا۔ لغو بکنا! ور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا۔ تو خدا کو کچھ پڑا نہیں .... اگر وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے؛

دوسری حدیث میں ہے :-

اذا کان یوم صوم احد کم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی امرءٌ صائمٌ	جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بیہودہ لفظ زبان سے نکالے ۔ نہ بکواس اور شور کرے ۔ اور اگر کوئی اور شخص اُسے گالی دے یا اُس سے جھگڑا کرے ۔ تب کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایان نہیں) ؎

(ب) رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے ۔ کیونکہ جب نصف دُنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصّہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے ۔ قمری مہینہ اَدل بدل کر آنیسے کُل دنیا کے مسلمانوں کے لئے مساوات قائم کر دیتا ہے ۔ لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا ۔ تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں ، اور نصف دُنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے ! اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کیخلاف ہوتا ؎ روزہ اور چاند کی تاریخیں

(ج) روزہ رکھنا دشوار نہیں ..... مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی نازو تنعّم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو ۔ اُسکے لئے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے ؎

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا ، بلکہ رُکنِ اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کسقدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانیوالا اور کسقدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیامیٹ کر دینے والا ہے ؎

سنہ ۳ ہجرت کے رمضان میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ۔ جو علی مرتضیٰ و فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلوٹھے فرزند ہیں ؎

سنہ ۴ ہجرت کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا

ــــــــــــ

۱۵ مسیحؑ نے فرمایا ۔ ۱۷ ۔ جب تو روزہ رکھے اپنے سر پر چکنائی لگا ! ور منہ دھو ۔ ۱۸ ۔ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے ۔ روزہ دار ظاہر ہو ! ور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے ...

گیا۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابُو طلحہ رضؓ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ مَیں اُنہیں شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابُو طلحہ رضؓ نے سنتے ہی کہدیا۔ کہ جتنی شراب باقی ہے، اُسے باہر پھینکدو۔ اُس روز مدینہ کے گلی کوچہ میں شراب بہ نکلی تھی ؎

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائیٹوں کے ذریعے سے انسدادِ شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں۔ کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل وکثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے ؎

اُمّ الخبائث شراب کو اسلام نے مطلق حرام کیا

اسلام نے شراب کا نام اُمّ الخبائث رکھا ہے (بُرائیوں اور پلیدیوں کی ماں)، انسان کے جسم پر، روِیّہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن وانتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر جو بُرا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آرہا ہے۔ اُس سے واضح ہے کہ شراب کے لئے "اُمّ الخبائث" کیسا موزون اور زیبا نام ہے ؎

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دیکر، لوگوں کو اسلام میں داخل ہونیکی تحریص دلائی ہے، انپر ذرا غور کرنا چاہئے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا۔ اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، اُس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہوگی ؎

ولادت و شہادت امام حسین علیہ السلام

اِسی ۴ھ کے شعبان میں امام حسین رضؓ پیدا ہوئے۔ جو عشرہ محرم ۶۱ھ میں میدانِ کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ اُنکی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچّے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان ومال وحرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ امام حسین رضؓ نے اِسی جنگ میں صبر واستقلال، رضا وتوکّل، احقاقِ حق واتباعِ صداقت کے ایسے نمونے دکھائے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب

کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیضانِ وتربیت کا اثر ونتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا ۶ھ

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرلائے تھے۔ فوج والوں نے انہیں مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہاں تشریف لاکر دریافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے"؟

ثمامہ نے کہا۔ محمدؐ۔ میرا حال اچھا ہے۔ اگر آپ میرے قتل کئے جانے کا حکم دینگے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا! ور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گذار پر رحمت کرینگے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہئے بتا دیجئے"

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گذار شخص پر فرمائیں گے"

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا۔ اُس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو"

ثمامہ رہائی پاکر ایک کھجور کے باغ میں گیا۔ جو مسجد نبویؐ کے قریب ہی تھا۔ وہاں جاکر غسل کیا اور پھر مسجد نبویؐ میں لوٹ کر آگیا۔ اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا"

ثمامہ نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ۔ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی۔ لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں"

بخدا آپ کے شہر سے مجھے نہایت نفرت تھی۔ مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کسی اور دین سے بُغض نہ تھا۔ لیکن

آج تو آپ ہی کا دین مجھے محبوب تر ہو گیا ہے؛

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی۔ اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی؛

ثمامہ مکہ پہنچا۔ تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا۔ کہو، تم صابی بن گئے؟ ثمامہ نے کہا نہیں میں محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں۔ اور اسلام قبول کیا ہے! اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئے گا۔ جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہو گی؛[1]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنیوالا اناج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رُک جانے سے اہلِ مکہ بلبلا اُٹھے۔ اور آخر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے انہیں التجا کرنی پڑی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہلِ مکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اِس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکہ ایک شخص کی جان بخشی فرمائی۔ جو خود بھی اپنے آپکو واجب القتل سمجھتا تھا۔[2] اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا۔ کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلی اللہ

---

[1] صحیح بخاری عن ابی ہریرہؓ، کتاب المغازی؛

[2] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند اس روایت میں بیان نہیں ہوئی۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی۔ غور کیجئے۔ ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے؛ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اُسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے، اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا۔ تو اُس کے دل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا۔ کہ اُس کی ہدایت کا سامان ہو گیا؛

علیہ وسلّم سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا۔ تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہوگیا تھا؛

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحمدلی کا ثبوت اِس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت صلعم کو مکہ سے نکالا تھا۔ اور بدر، اُحد، خندق میں اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے ساری طاقت صَرف کر چکے تھے۔ اُن کے لئے رحمۃ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے کہ اُن کا غلّہ روک دیا جائے اور اُن کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرمانبردار بنایا جائے؛

صلح حدیبیہ ۶ھ ہجری مقدس

اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سُنایا۔ فرمایا، "میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکّہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اُس شوق نے جو بیت کے طواف کا اُن کے دل میں تھا، بے چین کر دیا۔ اور انہوں نے اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامانِ جنگ ساتھ نہیں لیا۔ بلکہ قربانی کے اُونٹ ساتھ لئے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینہ میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے۔ اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکّہ میں آنے کی اجازت ہُوا کرتی تھی۔ جب مکّہ ۱۹ میل رہ گیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقامِ حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیجدی۔ اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی اُن سے چاہی؛

عثمان بن عفان رضؓ جنکا اسلامی تاریخ میں ذوالنّورین لقب ہے سفیر بناکر بھیجے گئے اُنکے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس بے سرو سامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ کہ

۱؎ بخاری عن عبداللہ بن زید و سلمہ؛

اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے[1]۔ بیعت کرنیوالوں کی تعداد چودہ سو تھی[2]۔ قرآن مجید میں ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دہنا ہاتھ قرار دیا۔ اور انکی جانب سے اپنے دہنے ہاتھ پر بیعت کی اس بیعت کا حال سنکر قریش ڈر گئے! اور انکے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود[3] جو قریش کی جانب سے آیا تھا۔ اُس نے قریش کو واپس جاکر کہا۔

اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسرے (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا۔ جس کی عظمت اُسکے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمدؐ کے دلمیں محمدؐ کی ہے؛ محمدؐ تھوکتا ہے تو اسکا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے۔ اور وہ شخص اُس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے؛

جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کے لئے ایسے گرے پڑتے ہیں۔ گویا لڑائی ہو پڑیگی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہوجاتے ہیں! انکے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اُسکے سامنے نظر اُٹھاکر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ اُن سے صلح کرلو جس طرح بھی بنے[4]؛

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کیلئے مندرجۂ ذیل شرائط طے ہوئے:۔

(۱) دس سال تک باہمی صلح رہیگی، جانبین کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی؛

(۲) جو قبائل چاہیں، قریش سے مل جائیں، اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کی جانب

---

[1] بخاری عن ابن عمر [2] صحیح بخاری عن براء و جابر [3] یہ عروہ جو آج قریش کا سفیر بنکر آیا تھا۔ چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہوگیا تھا۔ اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے سفیر اسلام بنکر گیا تھا؛

[4] صحیح بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد صـ۷۹،

شامل ہو جائیں، دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہونگے ؛

(۳) اگلے سال مسلمانوں کو طوافِ کعبہ کی اجازت ہو گی۔ اُس وقت ہتھیار اُن کے جسم پر نہ ہوں۔ گو سفر میں ساتھ ہوں ؛

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دینگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہ کریں گے ؛

آخری شرط سُنکر تمام مسلمان بجز ابُوبکر صدّیقؓ گھبرا اُٹھے۔ عمر فاروقؓ اس بارے میں زیادہ پرجوش تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمالیا ؛

معاہدہ حضرت علیؓ مرتضیٰ نے لکھا تھا۔ اُنہوں نے شروع میں لکھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ سہیل جو قریش کی طرف سے مختار معاہدہ تھا۔ بولا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ باسمک اللّٰھم لکھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے پھر لکھا۔ یہ معاہدہ محمدؐ رسول اللہ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے ؛

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس کی درخواست پر محمدؐ بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا[ل] ؛

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہو گا۔ لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی۔ اور عہدنامہ لکھا ہی جا رہا تھا۔ ابوجندل

[ل] بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد۔ یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق اور امنگ سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انتقال نبویؐ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی۔ جو ہزاروں مسلمانوں کے لئے استحکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنالیتا ہے ؛

طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنیکا اختیار رکھتا تھا) کے سامنے ابو جندل اسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابو جندل مکہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ قریش نے اُسے قید کر رکھا تھا۔ اور اب وہ موقع پاکر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عہدنامے کے مکمل ہوجانے پر اُس کے خلاف نہ ہوگا یعنی جب تک عہدنامہ مکمل نہ ہوجائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا؛

عہدنامہ کی سب سے اوّل شرط کا عمل ہونا

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا اور ابو جندل قریش کے سپرد کر دیا گیا؛

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اُسکی مشکیں باندھیں۔ پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا۔ کہ ابو جندل! خدا تیری کشائش کے لئے کوئی سبیل نکال دیگا[۱]؛

ابو جندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہؤا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم سمجھ کر ضبط و صبر کئے رہے؛

حملہ آوروں کو عفو و معافی

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جب مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ اس ارادے سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُنہیں ازراہِ رحمدلی و عفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہؤا

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ	خدا وہ ہے جس نے وادیٔ مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اور تمہارے ہاتھ بھی

[۱] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد؛

عَلَيْهِمْ (سورہ الفتح آیت ۲۴) (ان پر قابو پانے کے بعد) اُن سے روک دیئے ؛

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہؤا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی، حزم، دُور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھایا ؛

حدیبیّہ ہی سے مدینہ منوّرہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اِسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول حدیبیّہ میں ہؤا تھا۔ عمر فاروقؓ نے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لئے فتح ہے ؟ فرمایا۔ ہاں[1] ؛

ابو جندل نے زندانِ مکہ میں پہنچکر دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ جو کوئی اُس کی نگرانی پر مامور ہوتا۔ وہ اُسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابو جندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانیوالے کو بھی قید کر دیتے اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اُسی قید خانہ میں کرتے ؛

الغرض اس طرح ایک ابو جندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ایک سال کے اندر قریبًا تین سو اشخاص ایمان لے آئے ؛

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی۔ پھر اُنہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بھیجا۔ کہ ہم عہد نامہ کی اِس شرط سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اِن نومسلموں کو اپنے پاس واپس بُلا لیجئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا[2]۔

---

[1] بخاری عن ابو وائل ؛ [2] ابو جندل کی طرح ایک شخص ابو بصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اُسے واپس لانے کے لئے دو شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرتؐ نے ابو بصیرؓ کو اُنکے (باقی بر صفحہ ۳۰۱)

اسوقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے۔ کہ معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہراہم کو ناگوار تھی۔ اُس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا؛

"ابوجندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے"

ابوجندل کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی آلہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی! ور کس طرح طالبانِ حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی۔ کہ وطن کی دُوری، اقارب کی جدائی قید، ذلت، بھوک، پیاس، خوف و طمع، تلوار، پھانسی۔ غرض دُنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ اُنکو اسلام سے نہ روک سکتا تھا؛

صلح کا حقیقی فائدہ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمد و رفت کی روک ٹوک کے اُٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے! ور اس طرح اُن کو اسلام کی حقیت اور حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے! ور اسی

(بقیہ حاشیہ) سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو دھوکا دیکر مار دیا۔ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں اطلاع کے لئے گیا۔ اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگا۔ قریش نے ابوجندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابوجندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اُس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا، اُسے لُوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسی سے جاملا؛

ایکدفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے۔ سیدہ زینب رضؓ بنت رسولؐ کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (گو ابوالعاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابوجندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ ہوا۔ اس لئے کہ ابوالعاص ان میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا! ور حضرت زینب رضؓ کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلعم تک پہنچائی۔ نبی صلعم نے معاملہ صحابہ رضؓ کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہؓ نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا۔ جب ابوجندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے سارا اسباب رسّی اور مہارِ شتر تک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا۔ سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا۔ پھر منادی کرائی۔ کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سبنے کہا کہ تو بڑا امین ہے (باقی بر صفحہ ۳۰۲)

ابوجندل، ابوبصیر، ابوالعاص کے واقعات

وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے؛

مسلمانوں کا طواف کعبہ کیلئے جانا اور اُسکے نتائج ۷ سنہ ہجری مقدس

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رُو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ کا رسول دو ہزار صحابہ کو ساتھ لیکر مکہ پہنچا۔ مکہ والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے؛

خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تین دن تک عمرہ کے لئے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا؛

ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش، سادہ اور مؤثر طریقِ عبادت کا اور اُنکی اعلیٰ دیانت و امانت کا کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہؤا تھا، عجیب اثر ہؤا۔ جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا؛

یہود کی چوتھی سازش۔ مدینہ پر حملہ کی تیاری۔ لشکرِ اسلام کا آگے بڑھکر انہیں لینا

یا

جنگ خیبر۔ محرّم ۷ھ

خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی

(بقیہ حاشیہ) ابوالعاص نے کہا! اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا۔ تاکہ وہ قریش کو نہ لوٹ سکیں؛

کا قصبہ تھا۔ آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو سفر حدیبیہ سے پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن (ایک ماہ سے کم) ہوئے تھے۔ کہ یہ سننے میں آیا۔ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنیوالے ہیں[۱]۔ اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزّت و قوّت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لئے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں؛

اُنہوں نے قبیلہ بنو غطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور معاہدہ یہ تھا۔ کہ اگر مدینہ فتح ہوگیا۔ تو پیداوار خیبر کا نصف حصہ ہمیشہ بنو غطفان کو دیتے رہیں گے؛

مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو پچھلے ہی سال جنگِ احزاب میں اُنہیں اُٹھانی پڑی تھی۔ ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتّفاق ہوگیا۔ کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہیئے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس غزوہ میں صرف اُنہی صحابہ رضؓ کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی تھی۔ جو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ[۲] کی بشارت سے ممتاز تھے! ور جن کو وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا[۳] کا مژدہ مل چکا تھا۔ اُنکی تعداد چودہ سو تھی۔ جن میں سے دو سو اسپ سوار تھے؛

مقدمہ لشکر کے سردار عکاشہ[۴] بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اور میمنہ لشکر کے سردار

---

[۱] طبقات کبیر ابن سعد ؛ [۲] خدا تعالےٰ اُن مومنوں سے خوش ہوا جو درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ خدا نے اُنکے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔ [۳] خدا نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کروگے ؛

[۴] عکاسہ بن محصن رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بشارت دی تھی۔ کہ یہ بلا حساب جنت میں داخل ہونگے۔ بدر، اُحد، خندق اور دیگر مشاہد میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں بعمرہ ۴۵ سال شہید ہوئے ؛

عمر بن الخطاب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سردار میسرہ کوئی اور صحابی تھے۔ بیس صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں۔ جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمار داری کے لئے ساتھ ہولی تھیں۔

لشکر اسلام آبادی خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے[2]۔ ورنہ کبھی شب خون ڈالا کرتے، اس لئے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے معرکہ کے لئے اس مقام کا انتخاب مردِ جنگ آزما حباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ یہ میدان اہلِ خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا[3]۔ اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیانِ خیبر کی مدد کیلئے نکلے تو انہوں نے لشکرِ اسلام کو سدِّ راہ پایا۔ اور اس لئے چُپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہیگا۔ اور حملہ آور فوج کے دستے کیمپ سے جایا کرینگے لشکر کے اندر فوراً مسجد تیار کر لی گئی تھی[4]۔ اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری فرما دیا گیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔

قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے شمار میں دس تھے۔ جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے[5]۔

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں[6]:۔

۱۔ قلعہ ناعِم۔

---

[1] مدارج النبوۃ صفحہ ۲۹۰۔ [2] بخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [3] تاریخ طبری صد۲ ۹۲ مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ۔ [4] صحیح بخاری عن سوید بن النعمان۔ [5] فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد ۶ و ۷ بھی درج ہے۔ [6] سیرت محمدیہ مولوی کرامت علی۔

۲۔ قلعہ نطاۃ
۳۔ حصن صعب بن معاذ } یہ چاروں حصون نطاۃ کے نام سے نامزد تھے؛
۴۔ حصن قلعہ الزبیر

۵۔ حصن شقّ
۶۔ حصن البر } یہ تینوں حصون شقّ کے نام سے نامزد تھے؛
۷۔ حصن اُبیّ

۸۔ حصن قموص طبری
۹۔ حصن وطیح } یہ تینوں حصون کتیبہ کے نام سے نامزد تھے؛
۱۰۔ حصن سلالم جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا! ور اُنہوں نے قلعہ نطاۃ پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا؛

محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ کی گرمی سے ذرا ستانے کے لئے پائین قلعہ دیوار کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے اُنہیں غافل دیکھ کر ایک پتھر اُن کے سر پر دے مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فوج کی کمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اُن کے بھائی نے سنبھال لی۔ اور شام تک کمال شجاعت و دلاوری سے لڑتے رہے؛

محمد بن مسلمہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت ایک ایک بچہ کے برابر پیارا ہے۔ اس تدبیر سے اہلِ قلعہ پر اثر ڈالا جا سکے گا۔ اِس

تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر التماس کیا۔ کہ یہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونیوالا ہے۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس نخلستان کاٹنے کے بارہ میں امتناعی حکم بھیجدیا۔

شام کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصہ خود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لاعطین (اولیاتین) الرایتہ غدا رجل یحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ کل فوج کا نشان اُس شخص کو دیا جائیگا یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لیگا جس سے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فتح عنایت فرمائیگا۔

یہ ایسی تعریف تھی، جسے سُن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے۔

اِس رات پاسبانی لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ اُنہوں نے گرداوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا۔ اور اُسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں تھے۔ جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا۔ کہ اگر اُسے اور اُس کے زن وبچہ کو جو قلعہ کے اندر ہیں۔ امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتایا۔ کہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے زن وبچہ کو قلعہ شق میں بھیج رہے ہیں۔ اور نقد وجنس کو قلعہ نطاۃ کے اندر دفن کر رہے ہیں۔ مجھے وہ مقام معلوم ہے۔ جب مسلمان قلعہ نطاۃ لے لیں گے۔ تو میں وہ جگہ بتا دونگا۔ بتایا کہ قلعہ شق کے

تہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بہت سے آلات منجنیق وغیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شق فتح کر لیں گے۔ تو میں وہ تہ خانے بھی بتا دوں گا؛

صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انہیں آشوبِ چشم ہے! ور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لب مبارک جناب مرتضیٰؓ کی آنکھوں کو لگا دیا۔ اُسی وقت آنکھیں کھل گئیں۔ نہ آشوب کی سرخی باقی تھی! ورنہ درد کی تکلیف پھر فرمایا۔ علیؓ جاؤ۔ راہِ خدا میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت کرو۔ بعد میں جنگ کرو؛ علیؓ اگر تمہارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے۔ تو یہ کام تمہاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہو گا؛

حضرت علی مرتضیٰؓ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی۔ مقابلہ کے لئے قلعہ کا مشہور ہزار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپ کو ہزار بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا؛

اُس نے آتے ہی یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا:۔

قد علمت خیبر انی مرحّب	"خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر تجربہ کار
شاکی السلاح بطل محرب	مرحب ہوں۔ جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں
اذا القلوب اقبلت تلھب!	تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں"

اس کے مقابلہ کے لئے عامرؓ بن الاکوع نکلے۔ وہ بھی اپنا رجز پڑھتے جاتے تھے:۔

قد علمت خیبر انی عامر	خیبر جانتا ہے۔ کہ میں ہتھیار چلانے میں اُستاد نبرد آزما
شاکی السلاح بطل مغامر	تیغ ہوں۔ میرا نام عامر ہے"

مرحب نے اُن پر تلوار سے وار کیا۔ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ڈھال پر روکا۔ اور

مرحب کے حصّہ زیریں پر وار چلایا۔ مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی۔ اُن ہی کے گھٹنے پر لگی جس کے صدمہ سے یہ بالآخر شہید ہو گئے؛

پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے:

رجز حیدری سے میدان گونج اُٹھا۔ آپ فرماتے تھے:۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ	مَیں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضبناک رکھا ہے۔
اکیلکم بالسیف کیل السندرہ	مَیں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمہیں بڑے بڑے پیمانے
کلیث باغات شدید قسورہ[1]	عطا کروں گا۔ مَیں شیر ببر سخت حملہ آور رہزبر میدان ہوں۔

حضرت علی مرتضےٰ رضؓ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا۔ کہ مرحب کے خود آہنی کو کاٹتا عمامہ کو قطع کرتا سر کے دو ٹکڑے بناتا ہوا گردن تک جا پہنچا؛

مرحب کا بھائی یاسر نکلا۔ اُسے زبیر رضؓ بن العوام نے خاک میں سُلا دیا؛

اسکے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ناعم فتح ہو گیا؛

اِسی روز قلعہ صعب کو حضرت حبابؓ[2] بن المنذر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کر لیا قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جَو، کھجور، چھوہارے، مکھن، روغن زیتون، چربی، اور پارچہ جات کی مقدارِ کثیر ملی۔ فوج میں قلّتِ رسد سے جو تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ رفع ہو گئی۔ اسی قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برآمد ہوئے۔ جس کی خبر یہودی جاسوس دے چکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطاۃ فتح ہو گیا۔ اب قلعہ الزبیر پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا۔ اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا۔ حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک

---

[1] طبری جزء ثالث صفحہ ۹۴؛

[2] حباب بن المنذر انصاری السلمی ابو عمرو کنیت اور ذوالرائے لقب تھا۔ غزوۂ بدر میں ۳۳ سال کے تھے میدان جنگ بدر کے متعلق بھی آنحضرت صلعم نے اُنکی رائے کو پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔

یہودی لشکرِ اسلام میں آیا۔ اُس نے کہا۔ یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کرسکو گے۔ مَیں ایک راز بتاتا ہوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیرِ زمین نالہ کی راہ سے جاتا ہے۔ اگر پانی کا راستہ بند کر دیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کرلیا۔ اب اہلِ قلعہ۔ قلعہ سے نکل کر کھلے میدان میں آکر لڑے۔ اور مسلمانوں نے انہیں شکست دے کر قلعہ کو فتح کرلیا؛

پھر حصن اُبی پر حملہ شروع ہوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ اُن میں سے ایک شخص جس کا نام غزوان تھا۔ مبارزت کے لئے باہر نکلا۔ حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ کو گئے۔ اُس کا بازو راست کٹ گیا۔ وہ قلعہ کو بھاگا۔ حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعاقب کیا! ور اُسکی رگِ پاشنہ کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا۔ اور پھر قتل کیا گیا؛

قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اُس کے ہاتھ سے شہید ہوگیا۔ اب ابو دُجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے۔ اُنہوں نے جاتے ہی اُس کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اور پھر قتل کر ڈالا؛

یہود پر رُعب طاری ہوگیا اور باہر نکلنے سے رُک گئے۔ ابو دُجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے مسلمانوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ تکبیر کہتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر جا چڑھے قلعہ فتح کرلیا! اہلِ قلعہ بھاگ گئے۔ اس قلعہ سے بکریاں اور کپڑے اور اسباب بہت سا ملا؛

اب مسلمانوں نے حصن البر پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے۔ اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجنیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجنیق وہی تھے۔ جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے۔ منجنیقوں سے قلعہ کی دیواریں گرا دی گئیں اور قلعہ فتح ہوگیا؛

خالدؓ ابن ولید کا ایمان لانا
۸ شنہ ھ

انہی ایمان لانیوالوں میں خالدؓ بن ولید تھے۔ جو جنگ اُحد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے۔ اور مسلمانوں کو اُنہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا؛ یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسیلمہ کذاب کو شکست دی تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے؛

عمروؓ بن عاص کا اسلام لانا
۸ شنہ ھ

انہی ایمان لانے والوں میں عمروؓ بن العاص تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلےٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا۔ جو شاہِ حبش کے پاس گیا تھا تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے انہیں عمروؓ بن العاص نے حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبّر و ماہر سیاست اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے؛

انہی اسلام لانیوالوں میں عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے جب یہ نامی سردار (جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلّمہ تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آج مکّہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے؛

عدیؓ بن حاتم طائی کا ایمان لانا
۹ سنہ ہجری مقدس

اِس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی۔ کہ ۹ ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اُس وقت اُس علاقہ کے حاکم اعلےٰ علیؓ مرتضیٰ تھے۔ اُنہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منوّرہ بھیج دیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی۔ اُس نے نبی صلعم کی خدمت میں یوں عرض کیا:-

"مَیں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا۔ وہ مر گیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا! آپ مجھ پر رحم کریں"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا۔ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں! اسکے بعد اُسے مع اُسکے متعلقین کے چھوڑ دیا۔ اور زادِ راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا؛

عدی بن حاتم کا قصّہ

عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہؐ کے نام سے سخت نفرت تھی۔ کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصّہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ مَیں اپنے دل میں کہا کرتا تھا۔ کہ مَیں سچّے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اِس لئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، مَیں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا۔ کہ دو عمدہ اُونٹ جو تیز رفتار ہوں۔ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے۔ اور جب اُسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے۔ مجھے فوراً بتائے۔ ایک روز داروغہ آیا۔ کہا: صاحب! محمدی فوج کے آنے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو۔ وہ کر گذریئے۔ کیونکہ مجھے دُور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سُنکر مَیں نے اُونٹ منگائے۔ بیوی۔ بچّہ اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرتؐ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی۔ اُس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سُنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ مَیں نے پوچھا کہ اُس شخص (رسول اللہؐ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے! اُس نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ تُو جلد اُس کے پاس چلا جا۔ کیونکہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے! اور اگر وہ بادشاہ ہے۔ تب بھی اُس کے پاس جانے سے تُو ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تُو تُو ہی ہے..... (تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر مَیں مدینے

میں آیا۔ اُس وقت نبی اللہ مسجد میں تھے۔ مَیں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا۔ کون؟ مَیں نے کہا۔ عدی بن حاتم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو ٹھہرا لیا۔ آپ دیر تک اُس کے پاس کھڑے رہے۔ اور وہ اپنی لمبی داستان سُناتی رہی۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں ؎

پھر آنحضرتؐ گھر میں پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدّا جس میں کھجور کے پتّے بھرے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا۔ اس پر بیٹھو۔ مَیں نے کہا۔ نہیں۔ حضورؐ بیٹھیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ تم ہی بیٹھ جاؤ۔ مَیں گدّے پر بیٹھ گیا۔ اور آنحضرتؐ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں ؎

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تم تو رکوسی[1] ہو۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ مَیں نے کہا سچ ہے۔ اور مَیں نے دل میں کہا۔ کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اِس سے کچھ پوشیدہ نہیں ؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھر فرمایا۔ عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے۔ کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا ؎

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے۔ کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آ رہا ہے جب تو سُن لیگا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلیگی اور مکہ کا حج کریگی۔ اور اُسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا ؎

[1] رکوسی۔ ر۔ ک۔ و۔ س۔ ی عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے ۱۲ ؎

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آجکل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تُو سُن لیگا۔ کہ ارضِ بابل کا سفید محل (نوشیروان کا درباری دیوانخانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا؛

عدی! بتاؤ کہ لا الٰہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامّل ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! بتاؤ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے۔ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد مَیں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی؛

عدی کہتا ہے کہ اس ارشادِ نبویؐ کے بعد دو سال پُورے ہو چکے تھے۔ اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ مَیں نے ارضِ بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا۔ اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکّہ تک حج کے لئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ تیسری بات بھی ہو کر رہیگی؛

حج | اسلام کا پانچواں رکن حج ہے؛

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام وہ پیغامِ محبّت ہے۔ جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا۔ بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے؛

احکامِ اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افرادِ مختلفہ کو ملّتِ واحدہ بنا کر کلمۂ واحدہ پر جمع کر دیا جائے؛

(الف) اہلِ محلّہ میں محبّت و اتحاد پیدا کرنے، قائم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے

سلہ تاریخ طبری۔ عدی بن حاتم نے ۶۷ھ میں بعمر ۱۲۰ سال کوفہ میں وفات پائی؛

وقت اہلِ محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے؛

(ب) اہلِ شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار اُنکا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے؛

(ج) اہلِ شہر اور دیہاتِ قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق، محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سُنن ہُدیٰ میں قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقعوں پر دیہات والے شہر کی طرف آتے ہیں۔ اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر اُن سے ملاقی ہوتے اور مِل جُل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں؛

اسلام کا پانچواں رکن

اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے، مختلف قوموں، مختلف نسلوں مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دینِ واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لئے حج عمر بھر میں ایک دفعہ اُن سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ فرض کیا گیا ہے؛

(۲) حج میں سب کے لئے وہ سادہ بِن سِلا لباس جو نسلِ انسانی کے پدرِ اعظم آدم علیہ السلام کا تھا، تجویز کیا گیا ہے۔ تاکہ ایک ہی رسُولؐ۔ ایک ہی قرآن۔ ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس میں، ایک ہی سطح پر نظر آئیں! ورچشمِ ظاہر بین کو بھی ان اتحادِ معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلافِ ظاہری محسوس نہ ہو سکے؛

(۳) حج کے لئے وہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ جہاں عرابی، یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادتگاہ بنائی تھی۔ چونکہ اقوامِ بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس مقام کے اختیار

کرنے کی تائید کثرتِ رائے اور قدامتِ زمانہ دونوں طرح ہوتی ہے؛

(۴) حج سے مقصود شوکتِ اسلام کا اظہار بھی ہے۔ اور مسلمانوں کو سفرِ بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی اِس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں؛

حج کے فوائد عظیمہ

پادشاہ کا جو مقصود شاندار درباریوں (مثل کارونیشن) کے انعقاد سے .. ..
ایک مارشل کا جو مقصود عظیم فوجی ریویو سے .. ..
کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے .. ..
ایوانِ تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے

ہے۔ وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں؛

آثارِ قدیمہ کے جویا۔ صنادیدِ عالم کے متلاشی، عالمانِ طبقات الارض، واقفانِ علم الالسنہ اور محققانِ تاریخِ اقوام و ماہرینِ جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے۔ وہ سب اُمور حج سے پُورے ہو جاتے ہیں؛

اسلام میں حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا۔ اور تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُن کے ہمراہ کیا۔ تاکہ سب کو حج کرائیں؛

اُن کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ کہ وہ سُورۂ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورۂ براءت کی پہلی چالیس آیتوں کو مع اُن احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائیگا[1] اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا[2]؛

---

[1] دیکھو یسعیاہ۔ ۳۵ باب ۸ درس۔ وہ جو ناپاک ہے اُس پر سے گزر نہ کریگا۔ وہ انہیں کے لئے ہے؛

[2] عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ صحیح بخاری لا یطوف بالبیت عریان؛

سنہ ۱۰ ہجری | اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیجدی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم حج کے لئے تشریف لیجانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی۔ اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا حج

ذی الحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک۔ ان الحمد والنعمۃ لک وَ الْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ کا ترانہ بلند کیا۔ اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہوگئے؛

اس مقدس کاروان کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے[1]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گذر ہوتا تھا۔ تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے تھے[2]؛

جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طویٰ[3] میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے! اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے! اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالٰے کے جلال کو آشکارا فرمایا[4]؛

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۵۳؛ [2] عن جابر بن عبداللہ۔ صحیح بخاری کتاب الشہادۃ۔ اب دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ [3] اس وقت "انک بالواد المقدس طوے" کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔ [4] اس موقع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالٰے نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی! اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا؛ ۲۔ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی! اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا! اور اُسکا جلال تجھ پر نمودار ہوگا؛ ۳۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلّی میں چلیں گے؛ ۴۔ اپنی آنکھیں اُٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر۔ وے سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وے تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دُور سے آوینگے! اور تیری بیٹیاں گود میں اُٹھائی جاوینگی؛ ۵۔ تب تُو دیکھے گی اور روشن ہوگی۔ ہاں تیرا دل اُچھلے گا۔ اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی! اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اُونٹ کثرت سے آکے تجھے چھپا لینگے مدیان اور عیفہ کے جوان اُونٹ وے سب جو سبا کے ہیں آوینگے۔ وے سونا اور لبان لاوینگے (باقی برصفحہ ۳۱۷)

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ اُن کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور کعبہ کی جانب رُخ کر کے کلماتِ توحید و تکبیر پڑھے۔ اور

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

کے ترانے گائے[1]۔

آٹھویں ذی الحج کو قیامگاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

نویں ذی الحج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آ کر اُترے۔ اِس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان سرتاسر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک شخص تکبیر، تہلیل، تمجید و تقدیس میں مصروف تھا[2]۔ اس وقت ایک لاکھ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۳۱۶) اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سنا دیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لئے داغ اور کعبہ کے لئے موجب حسرت تھا۔ لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا۔ اور کعبہ کا طواف کرنا۔ بیشک بیت اللہ کے لئے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اوّل تو بچھڑے ہوئے فرزندانِ دین کا ملنا۔ دوم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کا نام تھا جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھے۔ اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱ تا ۴ درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور اس حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے۔ جن کے مورثِ اعلےٰ مدیانؔ۔ عیفہؔ۔ سباؔ ہیں۔ اس لئے پیشگوئی (جس میں صراحت سے پتہ و نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

[1] حجۃ اللہ صفحہ ۳۵۰۔ عربی کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے اور ستائش بھی اُسی کے لئے شایاں ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے خدا جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایاں نہیں، ایک ہے۔ اُسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین ان کلماتِ قدسی میں اللہ تعالےٰ کی تحمید و تقدیس بھی ہے۔ اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت آلٰہی بھی بشکل مصوّر دکھائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے۔ بہی (باقی بر صفحہ ۳۱۸)

چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۷) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ میں اکیلا تھا۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اسکے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے اُن کی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے۔ کچھ رہ گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لئے ناقابلِ سکونت ثابت ہوا۔ اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اُس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو اُنکے بچ جانے کا رنج ہوا۔ ان کے مامن اور قیامگاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی مکہ ہے، وہی محمدؐ ہے، وہی عرب ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخصِ واحد کا ایسی عداوتوں، مخاصمتوں، جنگوں اور خونریزیوں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا انجز وعدہٗ و نصر عبدہٗ ہی سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے (۱۱:۴۲)۔

[۱] دیکھو مکاشفاتِ یوحنا ہر اباب (مکاشفات کے متعلق یہ درس یاد رکھنا چاہئے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وے باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے۔ دکھادے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو مسیحؑ کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئے ہیں۔ زمانہ مابعد مسیحؑ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے)

۱۴۔ باب

(الف) پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا۔ اور اسکے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔

(ب) جن کے ماتھوں پر اُسکے باپ کا نام لکھا تھا۔

(ج) ۲۔ پھر میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی۔ جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے سُنی۔

(د) ۳۔ اور وے تخت کے سامنے اور اُن چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے۔

شرح باب ہٰذا

(الف) بڑے سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گرانمایہ وجود مراد ہے جو بعد از رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔ صیہون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے۔ یہاں پہاڑی سے عرفات کی پہاڑی مراد ہے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

(ب) یہ درس ترجمہ ہے۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا۔

(ج) اس میں عام آوازہ تسبیح و تحمید کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل بربط اور باجہ کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

(د) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے۔ جو اہل کتاب کے لئے نئی تھی گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہوگا۔ بلکہ تغنی و ترنم ہوگا۔

(باقی بر صفحہ ۳۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع

(۱) یاایھاالذین انی لا ازانی وایاکم نجتمع فی ھذ المجلس ابدًا۔[ا]

(۲) ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرامٌ علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا۔ فی شھرکم ھذا وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم

(۱) لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ مَیں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے؛

(۲) لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب

(ھ۔و) اور کوئی اُن ایک لاکھ چوبیس ہزار کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے۔ اس گیت کو سیکھ نہ سکا؛

(ز) ۴۔ یہ وے لوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں؛

(ح) یہ وے ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں کہ وہ جاتا ہے؛

(ط) یہ خدا اور برے کیلئے پہلے پہل ہو کے آدمیوں میں سے مول لئے گئے ہیں؛

(ی) ۵۔ اور ان کے منہ میں مکر پایا نہ گیا۔ کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

(ھ) رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا؛

(و) خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اشتریٰ من المومنین انفسھم؛

(ز) مومنین کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین ھم لفروجھم حافظون؛

(ح) صحابہؓ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین معہ نیز بالفاظ والذین یتبعون النبی الامی؛

(ط) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار نیز بالفاظ حدیث اختارھم اللہ لرسولہ؛

(ی) یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے:۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ و اجرٌ عظیم۔

[ا] معدن الاعمال حدیث نمبر ۱۰۔۱۱۔ عن وابصہؓ رواہ ابن عساکر؛

الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعضٍ۔

خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا؛
خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو؛

(۳) الا کل شیءٍ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوعٌ۔
ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وانّ اول دمٍ اضع من دمائنا دمُ ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعاً فی بنی سعدٍ فقتلہ ھذیلُ۔
وربا الجاھلیۃ موضوعۃ واول ربا امنع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانہ موضوعٌ کلّہٗ۔

(۳) لوگو! جاہلیّت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں؛
جاہلیّت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دُودھ پیتا تھا اور ہُذیل نے اُسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں؛
جاہلیّت کے زمانہ کا سُود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سُود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سُود ہے، وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا؛

(۴) فاتقوا اللہ فی النساء۔ فانکم اخذ تموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن الا یوطئن فروشکم احداً تکرھونہ

(۴) لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے اُن کو بیوی بنایا۔ اور خدا کے کلام سے تم نے اُن کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے؛

لے عن ابی بکرۃ صحیح بخاری باب حجۃ الوداع؛

فان فعلن ذالك فاضربوهن ضربًا غير مبرّح

تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اُس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو انکو ایسی مار مارو۔ جو نمودار نہ ہو۔

ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔

عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔

۵۔ وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله۔

(۵) لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں، کہ اگر اُسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(٦) ايها الناس انه لا نبی بعدی و لا امة بعدكم، الا فاعبدوا ربكم وصلوا خمسكم وصوموا شهركم وادّوا زكاة اموالكم طيبة بها انفسكم وتحجون بيت ربكم واطيعوا ولات امركم تدخلوا جنّة ربكم[۱]

(٦) لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید اُمت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سُن لو، کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو خانۂ خدا کا حج بجالاؤ۔ اور اپنے اولیائے اُمور و حکّام کی اطاعت کرو، جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

[۱] معدن الاعمال، حدیث نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹ (عن) ابی امامہ، رواہ ابن جریر و ابن عساکر۔

(۷) وانتم تسألون عنّی۔
فما انتم قائلون۔
قالوا نشهد انك۔
قد بلغت
و ادّیت
و نصحت
فقال باصبعه السبابۃ یرفعها
الی السماء وینکتها الی الناس
اللهم اشهد
اللهم اشهد
اللهم اشهد
ثلاث مرات[1]
(۸) الا لیبلغ الشاهد الغائب
فلعل بعض من
یبلغه ان یکون

(۷) لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائیگا۔ مجھے ذرا بتا دو کہ تم کیا جواب دوگے؟
سب نے کہا۔ ہم اسکی شہادت دیتے ہیں۔ کہ
آپنے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے؛
آپنے رسالت و نبوّت کا حق ادا کر دیا؛
آپنے ہم کو کھوٹے، کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا؛
(اسوقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی انگشتِ شہادت کو اُٹھایا۔ آسمان کی طرف اُنگلی کو اُٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے) اے خدا سُن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے خدا گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)، اے خدا شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)
(۸) دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں۔ اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور

[1] عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر رضہ بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلعم؛

ادعی لہ من بعض من سمعہ[1]	حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے؛

ناظرین! اِس خطبہ نبویؐ کو پڑھیں۔ غور سے پڑھیں۔ ذرا تفکّر و تدبّر سے پڑھیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کیونکہ اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور کیونکہ قرآن مجید پر عمل کرنے والے کیلئے یہ حتمی وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا؛

(۲) کیونکہ مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزّت کو محفوظ فرمایا ہے۔

(۳) کیونکہ بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے؛

(۴) کیونکہ اپنی ذات مبارک کے متعلّق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ داداؤں سے گویا مُہریں کرالی ہیں؛

(۵) کیونکہ ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار و جوابدہ قرار دیا ہے؛

یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دُنیا اور دین میں سر بلند کر سکتا ہے۔ اور جن کا ترکِ عمل اُنہیں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بناتا ہے؛

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم جب خطبہ سے فارغ ہوئے۔ تو اسی جگہ اِس آیت کا نزول ہوا۔[2] الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

---

[1] عن ابی بکرۃ صحیح بخاری باب حجۃ الوداع؛

[2] صحیح بخاری عن عمر بن الخطابؓ۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب۔ جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں۔ چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے؛

۶- اور مَیں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچوں بیچ اُڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سُنائے؛

پادری ڈبلیو ہو پر صاحب ایم اے نے جنہوں نے طالبانِ علم الٰہیات و افادہ عامہ کلیسیا کے لئے تفسیر مکاشفات لکھی ہے۔ اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں اُسے چھپوایا ہے۔ اِس درس کے تحت میں صفحہ ۲۰۴ پر لکھا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکن کے نام سے موسوم ہے۔ اِس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی (باقی بر صفحہ ۳۲۴)

آج[1] مَیں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پُورا کر دیا۔ اور مَیں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳) نکالتا تھا۔ (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اِس ابدی انجیل کے سامنے عہدِ عتیق کی طرح منسوخ ہو جائیگی! ور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ اَبدی پر زیادہ زور دیتے تھے! اِن کا معلّم نیو یا قیم تھا۔ ہو پر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے، کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمدللہ وہ قرآن مجید ہے اور چونکہ آیۂ اکملت یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی۔ اس لئے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ ہی کے وقت اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتہ کے اُڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں میں جو منطقۃ البروج کے بیدھے خطوط کے تحت میں واقع ہونگے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک اُن میں قرآن مجید کی منادی جلد پہنچ جائے گی! ور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں۔ اُن میں منادی دیر میں پہنچے گی ؎

[1] لفظ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ...... بلکہ اسکا اشارہ ہزار دو سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لئے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے۔ اس کا آخری باب ۳۳ واں ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ ۲۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوُا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوُا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اسکے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی" عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے۔ کہ یہ آئندہ کے لئے پیشگوئی ہے! ور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں ؎ اور نتیجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں ؎ عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ سے ۱۰۵۴ سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا! ور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگمان آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے الخ ملاکی باب ۳" اس سے معلوم ہوُا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے! ب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے۔ جسے انجیل بھی کہتے ہیں۔ انجیل کو دیکھو حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی اُمت کو اُنہوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا) یہ الفاظ بیان کئے تھے:۔

۱۲۔ میری اَور بہت سی باتیں ہیں کہ مَیں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے ؎

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی رُوح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ وہ سُنے گا سو کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا ؎

۱۴۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ دیکھو انجیل یوحنا ۱۶ باب ؎

ان حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ توراۃ و انجیل ہم کو کل دنیا کے انتظار میں چھوڑ کر (باقی بر صفحہ ۳۲۵)

یوم النحر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ شتر اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ شتر حضرت علیؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴) علیحدہ ہو جاتی ہیں! ور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے۔ جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "الیوم اکملت لکم" کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال سے منتظرین کو بشارت سناتا اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے۔

عالمانِ طبقات الارض اور فاضلانِ سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ "موجودہ عالم" موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے۔ گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی تکمل معلوم ہوتی ہے۔ کہ اُس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال تصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی تربیت و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتا رہا ہے۔ کہ انسانی نسل کے لئے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ تکمل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گزر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے! ور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم رحمانیت اور غفور الودود کی غفران و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سُنائے۔ سب کے لئے سلامتی اور برکت کے دروازے کھولدے۔ سب کے لئے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزول مہیا کرے! ور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندانِ آدم کے حوالے کر دیئے گئے۔ ناظرین! میں حضرت مسیحؑ کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ اس پیشگوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی! ان میں سے جو صاحب اس پیشگوئی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا ظہور مسیحؑ کے ۱۲ حواریوں پر پینتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے، ہوا تھا۔ اس روز روح القدس حواریوں پر اتری تھی وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے"

میں نے جواب دیا کہ پینتی کست کے دن جو کچھ ہوا۔ اُسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اسی وقت جب روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے ۲ باب کا ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ درس پڑھو۔ ۱۴۔ تب پطرس نے ان گیارہوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور ان سے کہا۔ اے یہودی مردو۔ اور یروشلم کے سب رہنے والو۔ یہ جانو۔ اور کان سے میری باتیں سُنو۔ ۱۵۔ کہ یے جیسا کہ تم سمجھتے ہو نشے میں نہیں۔ کیونکہ ابھی پہر دن آیا ہے۔ ۱۶۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا"۔ پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتا چکا۔ کہ پینتی کست کا تعلق یوایل (یونہ، یونس نبی) کی پیشگوئی سے ہے۔ اور مسیحؑ کی پیشگوئی سے نہیں۔ تو اب کسی پادری کا حق نہیں رہا۔ کہ اسے مسیحؑ کی پیشگوئی سے متعلق بنائے۔ یہ دلیل تو زبردست بیرونی شہادت تھی! اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیحؑ کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے:-

(۱) انجیل یوحنا ۱۶ باب کے درس ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیحؑ نے نہیں بتائی تھیں۔ آئیوالا روح حق وہ

(بقیہ صفحہ ۳۲۶ پر)

مرتضیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کئے۔ یہ قربانی منٰے پر کی گئی تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۵) باتیں بتائیگا۔ مگر پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔

(۲) درس ۱۳ میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی

(۳) درس ۱۳ میں ہے روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پینتی کست کے دن نہ روح القدس اور نہ حواری نے کوئی پیشگوئی کی۔ (۴) درس ۱۴ میں ہے کہ وہ روح حق مسیح کی بزرگی کریگا۔ پینتی کست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:۔

اول۔ مسیح علیہ السلام نے ۱۲ درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں کہ میں کہوں، پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کرسکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ بیشمار ہیں۔ یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں یعنی تفکر فی ذات اللہ، تفکر فی صفات اللہ، تفکر فی افعال اللہ، تفکر فی ایام اللہ، تفکر فی الموت و مابعدہٗ، توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانت، تنزیہ الحق، تقدیس رب، صدیقیت، محدثیت، شہادت، فناء عن النفس، بقاء بالحق وغیرہ۔ اُن کے بعد احوالِ قبر، احوالِ حشر، ابوابِ نجات ہیں۔ ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں وغیرہ۔۔۔۔۔۔ انجیل میں ان کی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہؤا ہے یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش۔

دوم۔ مسیح السلام نے ۳ درس میں فرمایا ہے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا" اسی کے موافق قرآنمجید میں ہے۔ والذی جاء بالصدق۔ محمدؐ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ (محمدؐ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمتِ دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہوگی۔

مسیح نے اسی درس میں فرمایا ہے۔ وہ اپنی نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گا۔ سو کہیگا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف اِنہی الفاظ سے فرمائی ہے۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ علمہ شدید القویٰ (محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس کے پاس بھیجی گئی۔ اور کامل طاقتوں والے نے اُسے سکھائی۔

سوم۔ مسیح علیہ السلام نے ۱۴ درس میں کہا ہے، وہ میری بزرگی کریگا۔ چنانچہ تمام قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے۔ جو کہتے تھے۔ کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرمادیتے تھے۔ کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح کی بزرگی اور اعلےٰ عظمت کا دل سے قائل ہے۔ اُن پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک جانتا۔ اِسی طرح ۹۰ کروڑ مسلمان دنیا پر مسیح کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں

(باقی صفحہ ۳۲۷ پر)

جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربانگاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ ہو کر نبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۶) ۱۲ کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی اُن کی شہادت نہیں دیتا۔ جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی، مسیح کی ولادت فوق از عادت، اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "یہ میری بزرگی کریگا" کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا متصور ہو سکتا ہے؛

ہاں ۱۳ ادرس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیح نے بتایا کہ وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا؛

جن عیسائی عالموں نے قرآن و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات اُن میں سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں۔ تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے، کہ اسکی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم۔ تعجب ہوتا ہے کہ جب اُنہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اس لئے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بابت کبھی علیحدہ لکھونگا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے۔ کہ درس ۱۴ کی تشریح اور حضرت مسیح کے قول کی تصدیق ہو جائے؛

پہلی پیشگوئی - اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ اُنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی۔ کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہو جائیں گے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیشگوئی کر دی تھی۔ "ولتعلمن نبأه بعد حین ؛ وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد جان لیں گے۔" اس پیشگوئی کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی میں ہو گیا۔ اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن میں خالد بن ولید جیسے بھی تھے جو جنگ اُحد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہؤا تھا۔ اور عمرو بن العاص جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لئے شاہ حبش کے پاس گیا تھا! اور عثمان بن ابو طلحہ جیسے بھی جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عبادت کے لئے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وغیرہ؛

دوسری پیشگوئی - عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بُت پرست مجوس، صابی، عیسائی، یہودی، ملحد، اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے۔ تاہم وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے، اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی۔ کہ ایسے مختلف دعاوی، مختلف خوم خیال والے کیونکر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ "سنریهم اٰیٰتنا فی الاٰفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق ؛" ہم ان کو جلد ہی اپنے نشانات اُن کے گرد و پیش اور خود اُن کے اندر بھی ایسے دکھائیں گے۔ کہ اُن پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائیگی کہ اسلام سچا ہے؛ یہ پیشگوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا، دیکھا، جانا اور اس پر ایمان لایا؛

تیسری پیشگوئی - ایرانی سلطنت، رومی سلطنت کیساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے۔ رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو، اور رومیوں سے مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸ پر)

صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے اور طواف کا اضافہ ادا کیا۔ قربانی اور طواف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷) کو طبعًا فطرتًا ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی۔ تو مکہ کے بت پرست خوب اُچھلے کودے۔ اور اپنے لئے بھی فال لینے لگے۔ کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائینگے مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن پاک نے پیشگوئی کی۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین۔ عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہوگئے ہیں۔ مگر وہ چند سال کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آجائیں گے۔" جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جاسکتا تھا۔ پیشگوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی۔ کہ چند سال تک تو وہ ٹیپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن کو جھٹلانے کے لئے اشتہار دیا۔ کہ اگر پیشگوئی سچی نکلی تو میں ۳۰۰ شتر ہار جاؤنگا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اظہار صداقت دین کے لئے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا۔ جو قرآن مجید نے بتایا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیشگوئی ہے۔ جس کی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زبانِ عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے ایک سے ۹ تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے؛

چوتھی پیشگوئی۔ نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑانے کھجانے کے لئے کہنا شروع کر دیا۔ کہ محمدؐ کا خدا رُوٹھ گیا۔ محمدؐ کو اُس نے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ پر خدا کا جو کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لئے اُترا۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آپکا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر و اعلیٰ ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیشگوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں۔ جن میں البقر۔ آل عمران۔ مائدہ۔ انعام بھی ہیں۔ جو بلحاظ احکام و اسرار و افضال و تفضیل اُن سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ جو مکی ہیں۔ جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں آیت کا مقتضے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دمبدم ترقی کرتے رہیں گے اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہیگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس پیشگوئی کی مصداق او مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیشگوئی دشمنوں کے سامنے عین معارضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کرسکتا۔ جبتک کہ وہ موید من اللہ نہ ہو۔ چونکہ لفظ آخرت اُس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کا ایمان اس پیشگوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و شرف کا پورا ظہور اُس عالم میں جملہ اہلِ عالم پر ہوگا اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیشگوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے؛

پانچویں پیشگوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا انتقال ہوگیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے۔ کہ اب محمدؐ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیشگوئی فرمائی۔ اِنّا اعطینٰک الکوثر۔ نیز فرمایا۔ اِنّ شانئک ھو الابتر۔ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات

(باقی صفحہ ۳۲۹ پر)

یں سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی ۔ ہزاروں اونٹ، مینڈھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸) ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے یا جنت میں مل گئے، (جن میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز اُمت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے۔ جو دن میں پنجیوں بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر برکت بھیجتی۔ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی۔ حضور کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی براعظم، کوئی ملک، کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل اُن دشمنان خدا کا نام ایسا ملیامیٹ ہؤا۔ کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیشگوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے؛

چھٹی پیشگوئی۔ مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانماں و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اُس وقت قرآن مجید نے بطور پیشگوئی اعلان کیا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم" خدا تم میں سے ایمان والوں۔ نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے۔ کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا مسلمانوں سے پہلے یہ قوم خدا کی برگزیدہ قوم کہلاتی تھی۔ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جسکی بابت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و موسیٰ و داؤد علیہم السّلام کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندانِ ابراہیمؑ کو دیگئی ہے۔ (کتاب پیدائش ۴۸ باب، ۷ درس) حضرت ابراہیمؑ کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتایا کہ اب وہ وعدہ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائیگا۔ اس پیشگوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا۔ اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہؤا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے۔ اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لئے ایک بیّن و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے۔ اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی دائمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے؛

ساتویں پیشگوئی۔ مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے، وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرتِ غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا۔ تب معاہد قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کے لئے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہؤا۔ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون" اچھا تمہیں آئندہ ایک اور زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائیگا۔ اُن سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (اگر تم اُس وقت مدد دو گے تو یہ قصور معاف ہو جائیگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب پر اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر

(باقی صفحہ ۳۳۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۹) اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفۂ رسول اللہ صلعم ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کے لئے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اس لئے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں۔ اور جن کی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا۔ شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہئے۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ واخری لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا۔ خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے اُن میں سے یہ تو پہلی غنیمت ہے۔ جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اس کے سوا اور غنیمتیں ہیں۔ جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں۔ مگر خدا نے ان پر احاطہ کر لیا ہے۔" ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوئیں قرآن کی پیشگوئی بچند وجوہ پوری ہوئی۔ (۱) مقصرین خدمت کو فی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے پالا پڑا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتایا تھا۔ جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتوحاتِ عظیمہ و مغانم کثیرہ ملے۔ جو محبت سے ملے۔ وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو عرب۔ شام۔ ایران۔ خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر۔ افریقہ۔ نوبہ۔ اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کر لے۔

اب بطور نمونہ کتب احادیث کی پیشگوئیوں میں سے بھی ایک پیشگوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں۔ کہ ہم کیونکر اناجیل اربعہ کے حوالجات کو سنتے، مانتے اور خود استعمال کرتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ عیسائی اُن کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ سب کتابیں مسیح سے بہت عرصہ بعد مکمل کی گئی ہیں۔ اور عیسائی علماء کے نزدیک اُن کے مصنفین۔ زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف و شک نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے

خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں۔ عن المستورد القرشی انہ قال عند عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس فقال لہ عمرو۔ ابصر ما تقول۔ قال اقول ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لئن قلت ذالک۔ ان فیھم لخصالا اربعا۔ انھم لاحلم الناس عند فتنۃ واسرعھم افاقۃ بعد مصیبۃ واوشکھم کرۃ بعد فرۃ و خیرھم لمسکین ویتیم وضعیف وخامسۃ حسنۃ جمیلۃ وامنعھم من ظلم الملوک۔ مستورد قرشی نے عمرو بن العاص المتوفی ۴۳ھ کے روبرو کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ عمرو نے کہا تب تو ٹھیک ہے بیشک ان میں چار خصلتیں ہیں۔ (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بُردبار ہیں۔ (۲) مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۳۳۴ پر)

بڑے بھیڑیں قربانی کی گئیں[5]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۰) (۳) بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ (۴) مسکین و یتیم و ضعیف کے لئے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ ایک پانچویں صفت اور ہے۔ جو نہایت عمدہ ہے۔ وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھ کر روکتے ہیں: واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب سنہ ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس لئے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ علم و حکمت زور و طاقت، تمدن و سیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری و بزرگی خاک میں مل جائے گی۔ اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکومت ہو جائے گی۔ بالکل عقل و فکر سے باہر تھا۔ اور مسلمانوں کے لئے فال بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم رح نے اسے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ کیونکہ ان کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے۔ بالآخر اب صدیوں کے بعد اُس کا ظہور ہو رہا ہے۔ آج کوئی بتائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا ڈپلومیسی کے اثر سے باہر ہے۔ اس لئے پیشگوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اور جب یہ پیشگوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۳ درس ۱۶ باب یوحنا میں ہمارے نبیؐ کی جو علامت بتائی تھی۔ وہ بھی بالکل پوری ہو گئی۔ اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیحؑ کے ارشاد پر عمل کریں اور محمد رسول اللہ صلعم کا اتباع اختیار کریں جن کی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دی گئی ہے:

[5] پڑھو یسعیاہ۔ ۶۰ باب، ۷، قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کیواسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا۔"

ناظر بن نبیط (نبیت) و قیدار حضرت اسمٰعیل رضؑ کے بیٹوں کا نام ہے۔ (دیکھو کتاب پیدائش۔ ۲۵ باب ۱۳ درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں۔ اور دیگر اکثر قبائل نبیت (نبیط نبایوت۔ نبایوت۔ یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں۔ اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتایا ہے۔ کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کریں گے۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربانگاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اسی جگہ کو قدیم سے قربانگاہ مقبولہ آلٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا۔ واضح ہو کہ شوکت کا گھر ترجمہ لفظ "بیت الحرام" کا ہے۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتایا ہے۔ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس: (ترجمہ) اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے۔ تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے۔" قبائل عرب کے نام، منیٰ کا پتہ، منے اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر، یہ ایسی باتیں ہیں جو پیشگوئی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں:

یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۶ درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں۔ اب شروع باب کو ملاکر پڑھو۔ درس ۵ میں مدیان۔ عیفا و سبا کے نام بھی ہیں۔ اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ درس ۵ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے۔ کیونکہ سبا ہی نے اسے آباد کیا تھا۔ جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے۔ علی مرتضیٰ رضؓ اُس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لئے یمن سے سیدھے مکہ

حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے سُنن ہُدیٰ کا احیاء۔ کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال۔ توحید خالص کا اعلان تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی۔ اس لئے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے۔ اور چونکہ اس حج میں آنحضرتؐ نے اُمت سے کلمات تودیع فرمائے تھے۔ اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع بھی ہے۔

غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ و الوداع کے بعد مسترو مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

راہ میں بریدہ اسلمیؓ نے علیؓ مرتضیٰ کی نسبت کچھ شکایات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلّق حضرت علیؓ مرتضیٰ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب مرتضویؓ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر | درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ کا قصور فہم تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا۔ اور اس خطبہ میں اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا۔ اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ علیؓ بھی اُس کا مولیٰ ہے۔

اس خطبہ کے بعد عمر فاروقؓ نے علیؓ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی! و ربریدہؓ نے بقیۃ العمر علیؓ مرتضیٰ کی محبت و متابعت کو پُورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱) کو آئے تھے۔ اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ ہمارے ہٹیلے عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

۱۱ سنہ ہجری یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول نے حقِ رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔

رحلت سے ۶ ماہ پہلے اِس سورۃ کا نزول ہوا تھا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا	جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی۔ اور تو نے لوگوں کو فوج فوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اللہ کی تحمید و تسبیح کیجئے وہی ہے جو رجوع والا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سمجھ گئے کہ اِس سال میں کوچ کی اطلاع دی گئی ہے[1]۔

آخری رمضان سنہ ۱۱ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا حالانکہ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے[2]۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ بتول کو اس کی وجہ یہی بتا دی تھی۔ کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے[3]۔

حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں بھی حضورؐ نے اُمت سے فرما دیا تھا۔ کہ مَیں عنقریب دنیا چھوڑ دینے والا ہوں[4]۔

شروع ماہ صفر سنہ ۱۱ھ میں سرور کائنات ؐ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک روز حضورؐ اُحد تشریف لیگئے۔ اور شہدائے اُحد کے گنجِ شہیداں پر نماز پڑھی، وہاں سے واپس ہو کر سرِ منبر فرمایا۔ لوگو! مَیں تم سے آگے جانے والا ہوں! ور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ مَیں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کُنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا۔ کہ تم میرے بعد مشرک ہو

---

[1] طبرانی عن جابرؓ۔ [2] صحیح بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ [3] بخاری عن عائشہ عن فاطمہ رضی اللہ عنہما۔
[4] صحیح ... عن جابرؓ

جاؤ گے۔ مگر ڈر ہے۔ کہ منافست نہ کرنے لگو[1]؎

پھر گورستانِ بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا۔ اور آسودگانِ بقیع کے لئے دُعا فرمائی[2]۔ ہر دو جگہ اِنَّا بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ کا جملہ پڑھا۔ گویا اُن کو مژدۂ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا۔ اور ارشاد کیا؎

"مرحبا۔ مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دُور فرمائے۔ تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تم کو رفعت دے۔ تمہیں بامن و امان رکھے میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں۔ اور تم کو اُسی سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں نذیر مبین ہوں۔ دیکھنا۔ اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ	یہ آخرۃ کا گھر ہے ہم اُن لوگوں کو دیتے ہیں، جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لئے ہے"

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ	کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں؟[3]

آخر میں فرمایا "سلام تم سب پر۔ اور اُن سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہونگے؎"

---

[1] صحیح بخاری عن عقبہ بن عامر کتاب المغازی۔ منافست۔ ایک دوسرے سے بڑھ نکلنے کی کوشش کو کہتے ہیں؎

[2] صحیح بخاری و دارمی عن ابی موہیبہؓ مولی آنحضرت صلعم؎

[3] زرقانی ج ۸ بحوالہ واحدی بسندہٖ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ؎

آغازِ مرض

۲۹ صفر روز دوشنبہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس آرہے تھے راہ ہی میں دردِ سر شروع ہوگیا۔ پھر تپ شدید لاحق ہوئی۔ ابو سعیدؓ خدری کا بیان ہے کہ جو رومال حضورؐ نے سرِ مبارک پر باندھ رکھا تھا۔ مَیں نے اُسے ہاتھ لگایا۔ سینک آتا تھا بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ مَیں نے تعجّب کیا۔ فرمایا۔ انبیاءؑ سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی لئے ان کا اجر سب سے بڑھا ہُوا ہوتا ہے؎

بیماری میں ۱۱ یوم تک مسجد میں آکر خود نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے سب دن ۱۳ یا ۱۴ تھے؎

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے طیّبہ عائشہ صدّیقہؓ کے گھر میں پُورا فرمایا تھا؎

اُمّ المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم بیمار ہُوا کرتے۔ تو یہ دُعا پڑھا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے؎

اِذْھَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا؎	اے نسلِ انسانی کے پالنے والے خطر کو دُور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تُو ہی ہے۔ وہی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے؎

اِن دنوں میں مَیں نے یہ دُعا پڑھی تھی - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا - کہ جسمِ اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دُوں - آنحضرتؐ نے ہاتھ ہٹا لئے - اور فرمایا - اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی [1]

پانچ یوم قبل از رحلت

چار شنبہ تھا - کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مغضب [2] میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا - اس تدبیر سے کچھ سکون ہُوا - طبیعت ہلکی معلوم ہوئی - تو نورُ افروز مسجد ہوئے - (فرمایا) تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے - جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا تی تھی - تم ایسا نہ کرنا ؛

(فرمایا) اُن یہودیوں ، اُن نصرانیوں پر اللہ تعالےٰ لعنت کرے - جنھوں نے انبیاءؑ کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا [3] ؛

(فرمایا) میری قبر کو میرے بعد قبر نہ بنا دیجیو - کہ اُس کی پرستش ہُوا کرے [4] ؛

(فرمایا) اُس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے - جنھوں نے قبورِ انبیاء کو مساجد بنایا - دیکھو مَیں تمھیں اس سے منع کر تا رہا ہوں - دیکھو مَیں تبلیغ کر چکا - الٰہی تُو اس کا گواہ رہنا - الٰہی تُو اس پر گواہ رہنا ؛

نماز پڑھائی - نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا - منبر پر یہ حضورؐ کی آخری نشست تھی [5] - پھر حمد و ثنا کے بعد فرمایا :-

---

[1] بخاری عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؓ ؛ [2] مغضب پتھر کا تغار یا تانبے کا ٹب ؛
[3] صحیحین عن عروہ عن عائشہ رضؓ [4] موطا امام مالک عن عطاء بن یسار رحؒ ؛
[5] زرقانی جلد ۸ ؛

"مَیں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے زادِ راہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے واجبات کو پُورا کر دیا ہے۔ اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا[1]۔

(فرمایا) ایک بندہ کے سامنے دنیا وما فیہا کو پیش کیا گیا ہے۔ مگر اُس نے آخرت ہی کو اختیار کیا"۔

اس امر کو ابو بکر صدّیق ہی سمجھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں ہمارے زر و مال حضورؐ پر نثار ہوں[2]۔

چار یوم قبل از رحلت

پنجشنبہ کا ذکر ہے۔ کہ شدّتِ مرض بڑھ گئی۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حاضرین سے فرمایا۔ "لاؤ تمہیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔" بعض نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر شدّتِ درد غالب ہے۔ قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ہم کو کافی ہے۔ اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا۔ سامانِ کتابت لے آؤ۔ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اَور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ سب اُٹھ جاؤ[3]۔

---

[1] زرقانی جلد ۸۔ [2] صحیح بخاری عن عائشہ رضؓ۔ بقیہ و دارمی و مسلم عن ابی سعید خدری رضؓ۔

[3] صحیح بخاری میں اصل حدیث یہ ہے۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ۔ عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال یوم حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ۔ فقال بعدھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت (بقیہ بر صفحہ ۳۴۸)

اِس کے بعد اُسی روز (پنجشنبہ کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے تین وصیتیں فرمائیں:۔

(۱) یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے؛

(۲) وفود کی عزت و مہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے، جیسا کہ معمولِ نبوی تھا؛

تیسری وصیت سلیمان الاحول کی روایت میں بیان نہیں ہوئی[۱]۔ مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفی رضؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے قرآن مجید کے متعلق وصیت[۲] فرمائی تھی؛

| پنجشنبہ مغرب | اِس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سُورہ والمرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اِس سُورۃ کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالتِ شان کو آشکارا کرتی ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی قرآن پاک کے بعد اور کسی کلام پر ایمان لاؤ گے؛

| پنجشنبہ عشاء | نماز عشاء کے لئے حضورؐ نے مسجد جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لئے بیٹھے، بیہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا۔ کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائے[۳]۔ اِس حکم سے ابو بکرؓ صدیق نے حیات پاک نبویؐ میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی؛

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷) وَاختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابًا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول غير ذلك فلما اكثر اللغو والاختلاف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا۔ فقط

[۱] صحیح بخاری سلیمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

[۲] صحیح بخاری عن ام الفضل والدۂ ابن عباس رضؓ باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلّم۔

[۳] صحیحین۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ صحیح بخاری کی روایت عن ابی موسیٰ میں ہے۔ کہ اس حکم کو حضورؐ نے تین بار دُہرایا؛

دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ یا یکشنبہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے۔ اور باقی سب لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔[1]

ایک یوم قبل از رحلت

یک شنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات دینار موجود تھے۔ وہ غرباء کو تقسیم کر دیئے۔ اُس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریۃً منگوایا تھا۔ سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔[2] زرہ نبوی ایک یہودی کے پاس (۳۰) صاع جَو میں رہن تھی۔[3]

آخری دن

دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اُٹھایا۔ جو عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] صحیحین عن عبید اللہ بن عبداللہ۔
[2] بخاری عن عمرو بن الحارث برادر اُمّ المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا۔ [3] بخاری عن اسود عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

صدیقہ اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رُخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس وقت وجہِ مبارک ورقِ قرآن معلوم ہوتا تھا[1]۔

صحابہؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ رُخِ پُرنور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے، کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے وہ پیچھے ہٹنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضورؐ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے تکمل فرمائی[2]۔

اس کے بعد حضورؐ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

...... دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول علیہا السلام کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اَور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سے روایت ہے کہ پہلی بات حضورؐ نے یہ فرمائی تھی کہ اب مَیں دُنیا کو چھوڑ رہا ہوں! اور دوسری بات یہ فرمائی تھی۔ کہ اہلبیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ (یعنے انتقال ہو گا)[3]۔

...... اسی روز حضورؐ نے فاطمہ زہراؓ کو سیدہ نساء العالمین ہونے کی

---

[1] صحیحین عن انس رضی اللہ عنہ۔ چہرۂ اقدس کو ورقِ قرآن سے تشبیہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں ہے یہ ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورقِ قرآن پہ طلائی کام ہوتا ہے۔ حضورؐ کے چہرۂ تاباں پہ زردئی مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہٰذا تابانی اور رنگِ مرض میں طلاء سے اور تقدس میں قرآن پاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔
[2] بخاری و مسلم۔ [3] صحیح بخاری عن عروہؓ عن عائشہؓ۔

بشارت ارزانی فرمائی۔[۱]

...... سیدۃ النساءؓ نے حضورؐ کی حالت کو دیکھ کر کہا۔ آہ کتنا کرب ہے
فرمایا۔ کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا۔[۲]

...... پھر حسن وحسین علیہما السلام کو بُلایا۔ دونوں کو چُوما۔ اور اُن کے احترام کی وصیت فرمائی۔[۳]

...... پھر ازواج مطہراتؓ کو بلایا۔ اور اُن کو نصیحتیں فرمائیں۔

...... پھر علی مرتضیٰؓ کو بلایا۔ اُنھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُن کو بھی نصیحت فرمائی۔ اُس وقت تک مبارک سیدنا علیؓ کے چہرہ پاک پر پڑ رہا تھا۔[۴]

...... اِسی موقع پر فرمایا۔ الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضورؐ کئی بار دُہراتے رہے۔[۵]

حالتِ نزعِ رواں

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اُس وقت سرورِ کائناتؐ کو عائشہ صدیقہؓ سہارا دیئے ہوئے پسِ پُشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا ہُوا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چہرہ پہ پھرا لیتے تھے۔ چہرہ مبارک

---

[۱] بخاری عن عائشہ صدیقہؓ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے۔
[۲] بخاری عن انس باب مرض النبی صلعم۔ [۳] مدارج النبوۃ۔
[۴] زرقانی بحوالہ ابن سعدؓ فی سندہ الواقدی وحرام بن عثمان متروکان۔ [۵] بخاری عن انس وخصائص الکبریٰ ۲۳۴۔

کبھی سرخ ہوتا کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبانِ مبارک سے فرماتے تھے[1]۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ

اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما آ گئے۔ اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی۔ تو صدیقہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضورؐ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی

اُسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتلی اوپر کو اُٹھ گئی[2]۔

۱۳۔ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری یوم[3] دوشنبہ وقتِ چاشت[4] تھا۔ کہ جسمِ اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اُس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اَفَاِنْ مِتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ

سیدہ زہرا علیہا السلام نے اِس حادثہ پر کہا:۔

یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبَّاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہُ

"پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول کیا۔ اور فردوسِ بریں میں نزول فرمایا۔

آہ جبرئیل کو خبرِ انتقال کون پہنچا سکتا ہے"۔

(پھر فرمایا) الٰہی روحِ فاطمہؓ کو روحِ محمدؐ کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدارِ رسولؐ

---

[1] صحیح بخاری عن ذکران۔ یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ موت میں تلخی ہوا ہی کرتی ہے۔

[2] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہؓ۔ [3] صحیح بخاری۔ [4] صفوۃ النہار تاریخ ابو الفداء۔ بعض روایات میں ہے۔ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے۔ وہی وقت جب مدینہ (قبا) پہنچے تھے۔

صلعم سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ! اور بروزِ محشر شفاعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے محروم نہ فرما۔ عائشہ طیبہؓ نے اِس ہائے نالہ پر کہا؛

دریغ! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو توانگری پر اختیار فرمایا؛

حیف! وہ دین پرور، جو اُمتِ عاصی کے فکر میں کبھی پُوری رات آرام سے نہ سویا؛

جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کیساتھ محاربہ کیا؛

جس نے منہیات کو ذرہ بھی نگاہِ التفات سے نہ دیکھا؛

جس نے برّ و احسان کے دروازے اربابِ فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کیے؛

جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا؛

حیف! وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے؛

جس کی پیشانی نورانی کو زخمی کیا گیا؛

آج ... ... دنیا سے رخصت ہوا [1]

... ... خبرِ وفات سے صحابہؓ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان تھے کوئی جنگل کو نکل بھاگا۔ کوئی ششدر رہو کر جہاں تھا۔ وہیں رہ گیا؛

...... عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا۔ کہ اللہ کے رسُول نے ارتحال فرمایا؛

...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے۔ جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا پیشانی کو چُوما۔ آنسو بہائے۔ پھر زبان سے کہا:۔

"میرے پدر و مادر حضورؐ پر نثار۔ واللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کریگا یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی" [2]

پھر مسجد میں آئے۔ وفات پُر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا:۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ۔ قَالَ اللّٰہُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ[۱]

واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد (صلعم) کی عبادت کرتا تھا۔ تو وہ تو رحلت کر گئے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بیشک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے۔ اُسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے۔ محمدؐ تو ایک رسول ہے۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہوا۔ تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں جو کوئی ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تو شکر گذاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔"

غسل و تکفین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے ہوئے علی مرتضٰے یہ کہہ رہے تھے:۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدْ اِنْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَآءِ وَالْاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ

میرے مادر و پدر آپ پر قربان آپکی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت، اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپکی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا۔ اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ

[۱] صحیح بخاری عن ابوسلمہ عن عائشہ رضؓ

فیک سواء۔ ولولا انک امرت بالصبر ونھیت عن الجزع لانفدنا علیک ماء الشئون ولکان الداء مماطلا۔ والکمد محالفا۔ وقلا لک۔ ولکنہ ما لا یملک ردہ ولا یستطیع دفعہ۔ بابی انت و امی اذکرنا عند ربک واجعلنا من بالک[1]۔

اسمیں یکساں ہیں۔ اگر آپنے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا! ور آہ وزاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد لاعلاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا! ور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں! ور یہ غم تو جانیوالا ہی نہیں۔ میرے والدین حضورؐ پر نثار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا[2]۔

نمازِ جنازہ

نعش مبارک اسی جگہ رکھی رہی۔ جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے پھر مہاجرین، پھر انصار نے مردوں نے اور عورتوں نے، پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرۂ مبارک تنگ تھا۔ اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے۔ تب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ اس لئے تدفین[3] مبارک شب چہارشنبہ کو یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹہ

---

[1] نہج البلاغۃ صفحہ ۲۰۵ چاپ دار السلطنت تبریز ۱۲۶۷ھ۔
[2] شرح مسلم للنووی وکتاب الامام الامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔
[3] ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے۔ کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی یہ تجویز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتائی تھی اور علی مرتضےٰؓ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔

بعد عمل میں آئی[1] - إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؎

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی :-

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما - اللّٰھم ربنا لبیک وسعدیک صلوۃ اللہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والصالحین وما سبح لک من شئ یا رب العالمین علیٰ محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد المبشر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم[2]

باب

خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں - ان سے مختصر طور پر اُن مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوّت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت - اور اُس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا ؎

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو - جہاں خونریزی اور قتل

---

[1] الکافی الشیخ یعقوب کلینی - ملا باقر حیات القلوب جلد دوم باب ۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں :- شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند - وچنیں بر آنحضرت نماز میکردند - بسے امامے در روز دوشنبہ وشب سہ شنبہ - تا صبح در روز سہ شنبہ تا شام - تا آنکہ خرد و بزرگ و مرد و زن از اہلِ مدینہ و اہلِ اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند صفحہ ۶۶۴ چھاپ لکھنؤ ؎ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے - میں نے اس لئے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چارشنبہ لکھا ہے ! ور ملا باقر صاحب نے اسی کو تا شام سہ شنبہ تحریر فرمایا ہے صحت تعین وقت کے لئے گھنٹوں کا شمار کیا گیا ؎

[2] زرقانی جلد ۸ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ ازہریہ مصریہ ۱۳۲۸ھ ؎

معمولی بات ہو۔ جہاں کے باشندے وحشت اور غارتگری میں درندوں کے مشابہ جہالت اور لاعقلی میں انعام سے بدتر ہوں۔ ایک ایسے دعوے کا پیش کرنا۔ جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو۔ کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اُس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اُس کے ملیا میٹ کرنے پر دل سے، جان سے، زر سے، مال سے سالہا سال متفق رہی ہو، بالکل تائید ربّانی کا ثبوت ہے؛

گذشتہ واقعات کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے ریت میں کُندن۔ اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ مظلومی و بیچارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پُوری کرنیوالا صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے دل پر ناموس آلٰہی نے قبضہ کر لیا ہو۔ اور اُسے علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس باب کے تحت میں میں مختصر طور پر آنحضرتؐ کے اخلاق کا جو علّمنی ربی فاحسن تادیبی کے مصداق ہیں ذکر کرونگا؛

خُلقِ محمّدی ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لئے مشبہ بہ بن گیا ہے؛

مَیں اس جگہ کمالاتِ نبوت اور خصوصیات نبویّہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کا ذکر نہیں کرونگا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں۔ جن کو کوئی سعادتمند ازلی اپنے لئے نمونہ بنا سکتا ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لئے رسُول اللہ

کا بہترین نمونہ موجود ہے؛

سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وسلّم اُمّی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسّر نہ ہوئی تھی؛

تیر افگنی۔ شہسواری۔ نیزہ بازی۔ سجع گوئی۔ قصیدہ خوانی۔ نسب دانی اُس زمانے کے ایسے فنون تھے۔ جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصولِ شہرت عزّت کیلئے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا۔ اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں عزّت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا۔ اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:۔

آنحضرتؐ خندہ رُو، ملنسار۔ اکثر خاموش رہنے والے۔ بکثرت ذکرِ خدا کرنیوالے۔ لغویات سے دُور، بیہودہ پن سے نفور۔ بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے؛[1]

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرتؐ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے۔ غرباء میں رہ کر خوش ہوتے۔ کسی فقیر کو اسکی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے۔ اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیفِ قلوب فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔ جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہؓ سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جُوتے کو خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے؛[2]

حجۃ الاسلام غزالیؒ لکھتے ہیں:۔

[1] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صد ۲۳؛ [2] شفاء عیاض صد ۳۱۲؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مویشی کو چارا خود ڈال دیتے۔ اُونٹ باندھتے۔ گھر میں صفائی کر لیتے۔ بکری دوہ لیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے۔ خود اُسے اُٹھا لاتے۔ ہر ادنے و اعلیٰ خرد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا۔ اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چلا کرتے۔ غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کیلئے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اُسے برغبت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کیلئے اور صبح کے کھانے میں سے شام کیلئے اُٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رُو تھے۔ مگر ہنستے نہ تھے؛

اندوہگین تھے۔ مگر ترشرو نہ تھے؛

متواضع، جس میں دنایت نہ تھی؛

باہیبت، جس میں درشتی نہ تھی؛

سخی تھے، مگر اسراف نہ تھا؛

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے؛[1]

حکیم الاُمّۃ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :۔

جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے یکبارگی آ جاتا، وہ ہیبت زدہ ہو جاتا۔ اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا؛[2]

کُنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس

---

[1] کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمہ اللہ المتوفی ۵۰۵ھ) صفحہ ۲۸ مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۲ء؛

[2] یہ فقرہ سیدنا علیؓ مرتضےٰ کے کلام کا ترجمہ ہے۔ فرماتے ہیں :۔ من راٰہ بدیھۃً ھابہ، ومن خالطہ محبۃ عشقہ؛

سال تک خدمت کی۔ اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف (ہُونھ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔[1]

صحیح بخاری میں ہے:۔

آنحضرتؐ مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈر سناتے۔ بےخبروں کی پناہ تھے۔ خدا کے بندہ و رسولؐ۔ جملہ کاروبار پر کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے۔ بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخش دیتے۔ اُنکا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے۔ اُن کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں۔ بہرہ کو کان دیتی، غافل دلوں کے پردے اُٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف۔ سکینہ اُن کا لباس۔ نکوئی اُنکا شعار، تقویٰ اُن کا ضمیر، حکمت اُن کا کلام۔ عدل اُن کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، اُن کا ملت اسلام، ہدایت اُن کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اُٹھا دینے والے۔ گمناموں کو رفعت بخشنے والے۔ مجہولوں کو نامور کر دینے والے۔ قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔[2]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۵۔ [2] یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔ ۲۔ وہ نہ چلائیگا! اور اپنی صدا بلند نہ کریگا! اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔ ۳۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائیگا۔ کہ دائم رہے۔ ۴۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا (باقی بر صفحہ ۳۵۱)

سکوت اور کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے؛

آنحضرتؐ نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آوُرد ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل وروح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرتؐ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اسکی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر وجادو رکھا کرتے سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا۔ جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے، کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا[۱]؛

ہنسنا رونا نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کبھی کھِل کھِلا کر ہنسا نہ کرتے تھے تبسّم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔ نماز تہجد میں لبسا اوقات آنحضرتؐ رو پڑا کرتے؛

کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آبدیدہ ہو جاتے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دُودھ پیتے میں گذر گئے تھے۔ جب اُنہیں قبر میں رکھا گیا۔ تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:۔

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربّنا وانّا علیک یا ابراھیم لمحزونون	آنکھوں میں نم ہے دلمیں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں۔ جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوُا؛

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب) کو گود میں اُٹھایا۔ اُسوقت حضورؐ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۰) جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے! ور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں۔ ۵۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا۔ اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا۔ اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لئے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا۔ اور تیری حفاظت کرونگا۔ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور (باقی بر صفحہ ۳۵۲)

[۱] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۷؛

کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا۔ فرمایا۔ یہ وہ رحمدلی ہے۔ جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے! اور اللہ بھی اپنے اُنہیں بندوں پر رحم کریگا جو رحمدل ہیں (بخاری عن اسامہ بن زید) کتاب الایمان والنذور۔

ایک دفعہ ابن مسعودؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے جب وہ اِس آیت پر پہنچے :-

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدًا	تب کیسی ہوگی۔ جب ہر ایک اُمّت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کریگا۔ اور آپ کو ہم سب اُمّتوں پر شہادت کے لئے کھڑا کرینگے"۔

فرمایا بس ٹھیرو۔ ابن مسعودؓ نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)۔

غذا کے متعلق ہدایت

رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے[1]۔ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے تھے[2]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۱) کے لئے تجھے دونگا۔ ۷۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بندھوؤں کو قید سے نکالے اور اُن کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں۔ قید خانے سے چھڑا دے"۔ تمام باب ملاحظہ طلب ہے۔ پادری ان الفاظ کو مسیح کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ تو اُس کے حق میں ہیں۔ جسے خدا کہتا ہے "میرا بندہ" اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح خدا کا بندہ تھا۔ معہذا ورس ۱۱ میں بیابان عربؔ کا ذکر ہے۔ اور قیدار کا نام موجود ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے۔ جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے۔ اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے۔ وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ ورس ۱۳ میں اُس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ورس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اُس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں۔ جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعبؓ احبار اس مقام کو خاص آنحضرتؐ کے لئے ہی بتایا کرتے تھے۔

[1] زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۷۔

[2] زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۷۰۔ بحوالہ نعیم۔

تقلیلِ غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے، ایک تہائی پانی کے لئے۔ ایک تہائی حصہ خود معدہ کیلئے چھوڑ دینا چاہیئے[1]،

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال اُن کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے[2]۔

امراض متعدی سے بچاؤ

مرض و مریض متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے۔ اور تندرستوں کو اُس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے[3]۔

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے[4] اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے[5]۔

طبیب نادان نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے۔ اور اُسے مریض کے نقصان کا ذمہ وار ٹھہراتے[6]۔

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نہی فرماتے۔ ارشاد فرماتے! اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی[7]۔

عیادت بیماراں صحابہؓ سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ لاباس طہور (یا کفارہ) انشاءاللہ فرمایا کرتے۔ مریض کو پوچھ لیتے۔ کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شے اُس کے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] زاد۔ جلد ۲۔ ص۷ [2] زاد۔ جلد ۲ ص۳۵۔

[3] زادالمعاد جلد ۲ صنہ۵ بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہؓ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہؓ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہؓ کی حدیث "لا عدوی ولا طیرہ" صحیح ہیں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہؓ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ۔

[4] زاد جلد ۲ ص۴۶ [5] زاد جلد ۲ ص۳۵ [6] زاد جلد ۲ ص۴۷۔

[7] زاد جلد ۲ ص۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

خدمت کیا کرتا تھا۔ اُس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے [۱]

علاج | حالتِ مرض میں دوا کا استعمال فرمایا اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے

یا عباد اللہ تداووا۔ فان اللہ عزّوجل لم یضع داء الا وضع له شفاء غیر داءٍ واحدٍ قالوا ما ھو۔ قال الھرم [۲]	اے بندگانِ خدا دوا کیا کرو۔ کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفاء مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے، لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا کھوسٹ بڑھاپا۔

خطبہ خوانی | زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جسکا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

کان یخطب فی کل وقت بما تقتضیه حاجة المخاطبین ومصلحتهم (زاد جلد ۱۔ صفحہ ۴۹)	خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جنکی سردست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی۔ اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔

ایسے خطبے جمعہ کے دن ہی موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا۔ تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا۔ کبھی کمان۔ اُن پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی، نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے

علّامہ ابن القیمؒ کہتے ہیں۔ "جاہلوں کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم منبر پر تلوار لیکر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزورِ شمشیر قائم کیا گیا ہے۔" علّامہ کہتے ہیں۔ جہّال کا یہ قول غلط ہے (۱) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (۲) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا! و مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا نہ بذریعہ شمشیر،

---
[۱] زاد جلد ۱ صفحہ ۳۳۴۔ [۲] زاد جلد ۲ صفحہ ۵ بحوالہ مسند امام احمدؒ (المتوفی ۲۴۱ھ)۔

پھر علامہ موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے[1]۔

صدقہ و ہدیہ صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے۔ البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔

مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے انہیں قبول فرما لیتے۔ اُن کے لئے خود بھی تحفے ارسال فرماتے۔ مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے۔

مقوقس مِتی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضورؐ نے سواری فرمائی۔ اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرتؐ کی سواری میں تھا لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا! ور ارشاد کیا کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے[2]۔

جو قیمتی تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے۔ اکثر اوقات اُنہیں آنحضرتؐ اپنے صحابہؓ پر تقسیم فرما دیا کرتے۔

اپنی تعریف اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی، پسند نہ فرمایا کرتے، اور ارشاد کرتے۔

لا تخیروا بین الانبیاء (بخاری عن ابو سعید خدری) نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو۔ کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو۔

تخیر بین الانبیاء سے ممانعت

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں۔ اُنہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے، جو کل (فردا) کی بات آج بتا دیتا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو جو پہلے کہتی تھیں، وہی کہے جاؤ[3]۔

اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ بین کی اصلاح سیدنا ابراہیم فرزند رسول (صلعم) کا انتقال ہو گیا۔ اُس روز سورج گرہن بھی ہؤا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج

[1] زاد جلد ۱ صفحہ ۴۹ ؛ [2] زاد جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ ؛ [3] صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ۔

بھی گہنایا گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے۔[1]

| مصلحت عامہ کا لحاظ | جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی۔ تو انہوں

نے کچھ تو عمارات ابراہیمی ہیں اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے۔ اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہ طیبہ رضؓ سے فرمایا :۔

لولا ان قومك حديث عهدهم بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس وباب يخرجون منه[2]	قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں۔ ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا۔ ایک آنے کا ایک جانے کا۔

(۲) جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے۔ تو عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا، کہ انہیں قتل کر دینا چاہئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں رہنے دو۔ خبر لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا)۔

| بشریت و رسالت | نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے۔

ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت صادر ہوتے ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے۔

(۱) ایک دفعہ فرمایا میں بشر ہوں۔ میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنیوالا ہوتا ہے جس سے گمان ہو جاتا ہے۔ کہ وہ

---

[1] بخاری عن مغیرہ بن شعبہ۔ [2] بخاری عن ابن زبیر عن عائشہ رضؓ امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے۔ باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس یہ باب کتاب العلم میں ہے۔

سچا ہے۔ اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اُس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے[51]۔

(۲) بریرہ لونڈی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مغیث اُس کے شوہر کی سفارش کی جس سے بوجہ آزادی (حُرّیت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ نے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ! کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا، نہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[52]۔

اہلِ مدینہ نر کھجور کا بُور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اسکی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے گذارش کی۔ فرمایا۔ دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ جب میں کوئی کام دین کا بتایا کروں تو اُس کی پیروی کیا کرو۔

بچوّں پر شفقت بچوں کے قریب سے گزر فرماتے تو اُن کو خود السّلام علیکم کہا کرتے۔[53] اُن کے سر پر ہاتھ رکھتے، انہیں گود میں اُٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدّیق اپنے بوڑھے ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کیلئے لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تم نے بُوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ مَیں خود انکے پاس چلا جاتا۔

ارباب فضل کی قدر و منزلت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ یہودیانِ بنو قریظہ نے اپنا حکَم اور منصف تسلیم کرکے بُلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک

---

[51] بخاری عن ام سلمہؓ۔ کتاب المظالم۔ [52] بخاری عن ابن عباسؓ کتاب الطلاق۔
[53] بخاری عن انسؓ۔ کتاب الاستیذان۔

پہنچے۔ تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے جو قبیلہ اوس کے تھے، فرمایا۔ قوموا الیٰ سیّدکم (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ اُن کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

(۲) حسانؓ بن ثابت اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کرکے لاتے تو اُن کیلئے مسجد نبویؐ میں منبر رکھدیا جاتا جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

خادم کے لئے دعا | انسؓ بن مالک نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا۔ کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز انکے حق میں دُعا فرمائی۔ اللھم اکثر مالہٗ وولدہٗ وبارک لہٗ ما اعطیتہٗ۔ الٰہی اسے مال بھی بہت دے! ور اولاد بھی بہت دے! ور جو کچھ اسے عطا کیا جائے۔ اسمیں برکت بھی دے[۱]۔

ادب و تواضع | (۱) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ (۲) جو کوئی ملجاتا اُسے سلام پہلے خود کر دیتے۔ (۳) مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔ (۴) صحابہ کو کنیت کیسے نام سے پکارتے۔ (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے) (۵) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ (۶) اگر نمازِ نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آبیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔ (۷) اکثر متبسّم[۲] رہتے۔ (۸) آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایک ناقہ کا نام عضبا تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا! ور عضبا سے آگے نکل گیا مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:-

ان حقًّا علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئًا من الدنیا الّا وضعہ[۳]	دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اُٹھاتا ہے۔ تو اُسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔"

[۱] عن انسؓ بخاری کتاب الدعوات۔ [۲] ماخوذ از شفاء صفحہ ۵۴۔ [۳] صحیح بخاری۔

(۹) ایک شخص آیا۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (بہترین خلق) کہہ کر بُلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذالک ابراھیم۔ یہ شان تو ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے[1]

(۱۰) ایک شخص حاضر ہؤا۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ھوّن علیک۔ فانی لست بملک۔ انما انا ابن امراۃ من قریش۔ تاکل القدید[2]	کچھ پروا نہ کرو۔ مَیں بادشاہ نہیں ہوں مَیں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں، جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

شفقت و رافت عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں، کوئی شخص بھی اچھے خُلق میں آنحضرت ص جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بُلاتا۔ یا گھر کا کوئی شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے جواب میں لبّیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے[3]۔

(۲) عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ اُمت پر اُسقدر عبادت کرنا شاق نہو۔

(۳) جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آئیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے[4]۔

(۴) اللہ پاک کیساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو مَیں گالی دُوں یا لعنت کروں۔ وہ گالی اُس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔

(۵) فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دُنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں[5]۔

(۶) وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے۔ تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں[6]۔

(۷) ایک بار سورج گرہن ہؤا۔ نماز کسوف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری؛ [2] صحیح بخاری۔ غربا خشک گوشت کھایا کرتے تھے؛ [3] شفاء ص۵۵؛ [4] صحیح بخاری عن عائشہ رض؛ [5] شفاء ص۵۵؛ [6] بخاری عن ابن مسعود رض؛

رب الم تعدنی ان لاتعذبہم وانا فیہم وہم یستغفرون ونحن نستغفرک [۱]	اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائیگا (۱) جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ (۲) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں! اب اے خدا میں موجود ہوں، اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔
لکل نبی دعوۃ یدعوا بہا فاستجیب لہا فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیمۃ [۲]	ہر ایک نبی کے لئے ایک ایک دعا تھی۔ وہ مانگتے رہے! اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی اُمت کی شفاعت روزِ قیامت کے لئے محفوظ رکھا ہے؛

عدل ورحم — اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے۔ اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے؛

(۱) فاطمہ نام ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اُسامہؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ سفارش کرائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حدودِ الٰہی میں سفارش کرتے ہو سُنو۔ اگر فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا [۳]؛

(۲) سواد بن عمر کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک روز آنحضرتؐ کے سامنے درس کا رنگین کپڑا پہنکر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُط حُط فرمایا۔ اور چھڑی سے اُن کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو قصاص لونگا۔ آنحضرتؐ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا [۴]؛

رحم بر اعداء — (۱) مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مُردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (اُن دنوں دشمن غالب تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

[۱] زاد جلد ا صفحہ ۹۴؛ [۲] عن انس بخاری کتاب الدعوات؛ [۳] صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب الحدود؛ [۴] شفاء قاضی عیاض صفحہ ۳۱۱؛

یں آیا۔ عرض کیا۔ محمدؐ۔ آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے دعا فرمادی۔ اور خوب ہی بارش ہوئی۔

(۲) ثمامہؓ بن اثال نے نجد سے مکہ کو جانیوالا غلہ بند کر دیا اس لئے کہ اہلِ مکہ آنحضرتؐ کے دشمن ہیں۔ آنحضرتؐ نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

(۳) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کے ساتھ نمازِ صبح پڑھ رہے تھے۔ ستّر اسّی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے۔ تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرمادیا[۱]۔

جود وکرم سائل کو کبھی ردّ نہ فرماتے۔ زبانِ مبارک پر حرفِ انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا۔ تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

(۲) ایک نے آکر سوال کیا۔ فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ مَیں پھر اُسے اُتار دونگا۔ عمر فاروقؓ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم چپ سے رہ گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہدیا۔ یا رسولؐ اللہ خوب دیجئے، ربّ العرش مالک ہے۔ تنگدستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم ہنس پڑے۔ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے۔ فرمایا۔ ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے[۲]۔

(۳) ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لیکر دلایا۔ قرضخواہ تقاضا کے لئے

[۱] بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون۔ [۲] شفاء صف۵ بحوالہ شمائل ترمذی۔

آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اسے ایک وسق غلّہ دیدو۔ آدھا تو قرض کا ہے آدھا ہماری طرف سے جودوسخا کا ہے[1]۔

(۴) فرمایا کرتے۔ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور مال باقی نہ چھوڑے، تو ہم اُسے ادا کرینگے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق وارثوں کا ہے[2]۔

شرم وحیا | ابوسعیدؓ خدری کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم میں حیا تھی۔[3] جب کوئی ایسی بات حضورؐ کے سامنے کی جاتی۔ جس سے حضورؐ کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔

(۲) عائشہ طیبہؓ کا بیان ہے اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو پسند نہ آتی۔ تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت وفعل کی نہی فرما دیتے[4]۔

(۳) عادات ومعاملات میں اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لیتے۔ مگر دوسرے شخص کو ازراہِ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔

(۴) جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے[5]۔

(۵) عائشہ طیبہؓ کا قول ہے کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا۔

صبر وحلم | (۱) زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُس کا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپکے شانہ سے اُتار لی۔ جسم کے کپڑے پکڑ لئے اور تڑانے لگا۔ کہ عبد المطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں۔ عمر فاروقؓ نے اُسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم ہنس پڑے۔ فرمایا۔ عمرؓ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اسکے ساتھ

---

[1] عن ابی ہریرہؓ شفاء صد۵۱۔ [2] عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الفرائض۔ [3] صحیح بخاری عن ابی سعیدؓ۔ [4] شفاء صد۵۲ رواہ ابوداؤد۔ [5] ترمذی فی الشمائل وشفاء صد۵۲۔

اور طرح برتاؤ کرتے۔ مجھے حسنِ ادائی کے لئے کہتے! ور اسے حسنِ تقاضا سکھاتے۔
پھر زید کی جانب حضورؐ مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔
پھر عمرؓ سے فرمایا۔ اس کا قرض ادا کر دو۔ بیس صاع زیادہ بھی دینا۔ کیونکہ تم نے اسے
دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا[۱]۔

(۲) ایک اعرابی آیا، اُس نے زور سے آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارہ کی
تھی جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا! ور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے
اب زبان سے یہ کہا۔ محمدؐ۔ یہ مالِ خدا جو تمہارے پاس ہے، نہ تیرا ہے اور نہ تیرے
باپ کا ہے۔ اس میں سے ایک بارِ شتر مجھے بھی دلاؤ۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا۔ مال بیشک خدا کا ہے۔ اور
میں اسکا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بارِ شتر جَو اور ایک بارِ شتر کھجوریں اسے دیجائیں[۲]۔

(۳) طائف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم وعظ اور تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے تھے
وہاں کے باشندوں نے حضورؐ پر کیچڑ پھینکی۔ آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضورؐ
لہو سے تر بتر اور بیہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں اِن لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا
کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اُمید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی[۳]۔

عفو و رحم | (۱) عائشہ طیبہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ذات مبارک کی
بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔

(۲) جنگِ اُحد میں کافروں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے دانت توڑے، سر پھوڑا
حضورؐ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ

---

[۱] شفاء عیاض صفحہ ۴۹۔ رواہ البیہقی۔ اس کے بعد زید مسلمان ہوگیا۔ [۲] صحیحین عن انس و شفاء صفحہ ۴۸۔
[۳] صحیح بخاری۔

علیہ وسلّم نے فرمایا میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا۔ خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بُلانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں[1]۔

(۳) ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غورث بن الحارث آیا۔ تلوار نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو گستاخانہ جگایا۔ بولا۔ اب تم کو کون بچائیگا۔ فرمایا۔ اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرتؐ نے تلوار اُٹھالی۔ فرمایا۔ اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا۔ جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا[2]۔

(۴) ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹی زینبؓ کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا۔ اور بالآخر یہی صدمہ اُن کی موت کا باعث ہوا ہبار نے عفو کی التجا کی اور اُسے معاف فرمایا[3]۔

(۵) فرمایا زمانہ جاہلیت سے لیکر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ وجدل چلا آتا ہے میں سب کو معدوم کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعوےٰ اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں[4]۔

صدق وامانت جانی دشمن بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق وامین بچپن ہی سے آنحضرتؐ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کیلئے آنحضرۃ صلعم کے پاس لایا کرتے تھے[5]۔

(۲) ایک روز ابوجہل نے کہا۔ محمدؐ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھیرتا ہے[6]۔

---

[1] شفاء عیاض صہ۴۷۔ [2] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرّقاع وشفاء صہ۴۷۔ [3] دیکھو بیان فتح مکہ۔ [4] خطبہ نبویؐ بروز فتح مکہ بخاری۔ [5] شفاء صہ۴۹۔ [6] شفاء صہ۵۹۔

(۳) شبِ ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کا مشورہ اور انفاق کیا تھا۔ اور حضورؐ نے پیارے بھائی علیؓ کو اس لئے پیچھے چھوڑا کہ اُن کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت و عصمت | آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ ایامِ جاہلیت کی رسموں میں سے مَیں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ ۱۰ برس سے کم عمر تھی۔ مَیں نے اُس چرواہے کو جس کے ساتھ مَیں بکریاں چرا تا تھا۔ کہا اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں مَیں بھی کہانیاں کہوں، سُنوں۔ اس ارادہ سے مَیں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا۔ کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے۔ اُس گھر میں بیاہ تھا میں انہیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا۔ مَیں سو گیا۔ جب سورج نکلا۔ تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی۔ اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا مَیں نے کبھی مکروہاتِ جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا[۱]۔

عہدِ نبوت سے پہلے کا ذکر ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت کی۔ دسترخوان پر گوشت بھی آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ انی لا اکل مما تذبحون علی انصابکم ولا اکل الا ما ذکر اسم اللہ علیہ۔ مَیں وہ گوشت نہیں کھاتا۔ جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو۔ مَیں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو[۲]۔

زہد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا یہ تھی:۔ یا ربّ اجوع یومًا واشبع یومًا۔ فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع

[۱] شفاء صفحہ ۶۱ ۔ [۲] عن عبد اللہ رضؓ بخاری کتاب الصید والذبائح ۔

فیه فاحمدك وانثنی علیك ۔ الٰہی ایک دن بھوکا رہوں ۔ ایک دن کھانے کو ملے ۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں ، تجھ سے مانگا کروں ، اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں [1] ۔

(۲) صدیقہ رضؓ کہتی ہیں ۔ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی ۔ حضرتؐ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گذران کرتا [2] ۔

(۳) حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی [3] ۔

(۴) نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے انتقال فرمایا ۔ تو اُس وقت آنحضرتؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلّہ جو رہن تھی [4] ۔

(۵) آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلّم اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رضؓ نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا [5] ۔

(۶) دعا فرمایا کرتے ۔ الٰہی آلِ محمدؐ کو صرف اتنا دے ۔ جتنا پیٹ میں ڈال لیں ۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں ، لاچاری کچھ نہ تھی ۔ اور اس زہد سے مقصود نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کا یہ نہ تھا ۔ کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں ۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا ۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بُو کو اپنی طبع کے خلاف بنایا تھا ۔ اللہ عزّ و جل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہئے [6] ۔

---

[1] شفاء صـ۶۲ ۔ [2] بخاری عن عائشہ رضؓ ۔ [3] بخاری عن عائشہ رضؓ کتاب الاطعمہ ۔ [4] بخاری عن عائشہ رضؓ ۔ [5] عن عائشہ رضؓ بخاری ۔

[6] یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك تبتغی مرضات ازواجك

صنفِ ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور اُن کی آسائش کا خیال

(۱) اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اُونٹ کی پچھلی نشست پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اُونٹ پر سوار ہونے لگتیں۔

یجلس عند بعیرہ فیضع رکبتہ فتضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب[۱]

تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھ کر اُونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

(۲) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُم المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رضؓ دوڑے دوڑے رسولؐ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "علیك بالمراۃ۔" تم پہلے عورت کی خبر لو[۲]۔

(۳) ایک سفر میں اُونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اُونٹوں کی مُہار پکڑے جاتا تھا۔ حُدی خوانی کرنے لگا۔ حُدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں۔ جس سے اُونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ۔ "کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا"[۳] اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کا ضعفِ خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیرانِ جنگ کی خبر گیری

اسیرانِ جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگِ بدر میں جو قیدی مدینہ منوّرہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے۔ اُن میں سے ایک کا بیان ہے۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل وعیال سے اچھا ہم کو

[۱] عن انسؓ۔ صحیح بخاری باب ہل یسافر بالجاریۃ۔ [۲] عن انسؓ۔ صحیح بخاری۔ باب استقبال الغزاۃ۔
[۳] صحیح مسلم۔

کھلاتے تھے۔ اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے[1]۔

مردانہ ورزشیں — مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور شہزور پہلوان تھا۔ وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے تین بار پچھاڑ دیا تھا[2]۔

تیر افگنی — نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشانہ بازی کی مشق کیلئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا۔ تیر چلاؤ۔ میں اُس پارٹی کی طرف ہونگا۔ یہ سُن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سبب پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا۔ جب اُس پارٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ تو ہم اس کے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ ارموا وانا معکم کلکم[3]۔

گھوڑ دوڑ — گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ ۵ یا ۶ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی[4]۔

مردم شماری — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لئے قلمبند کئے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اُس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے۔ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور

---

[1] عن جابرؓ بخاری باب الکسوۃ للاسارے۔ [2] شفاء عیاض صد ۳۴۔ [3] عن مسلمۃ بن الاکوعؓ صحیح بخاری باب التحریض علی الرمی۔ [4] عن ابن عمرؓ صحیح بخاری باب السبق بین الخیل۔

.... اُسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا[۱]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰۔ دوسری دفعہ کے شمار میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی؛

تعلیمات رسالت

تعلیمات رسالت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم پاک، اعتقادات۔ عادات، معاملات، عبادات، مُہلکات، مُنجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ انشاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم میں اس پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا؛

خدا کا حق بندوں پر، بندوں کا حق خدا پر — حق اللہ علی عبادہ ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا و حق العباد علی اللہ اذا فعلوہ اَن لا یعذبھم[۲]	(۱) اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں ؛ (۲) بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے ؛

رحمتِ الٰہیہ کا بیان | نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتِی غَلَبَتْ غَضَبِی[۳] | میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ۔

خدمتِ والدین | ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں جہاد

[۱] عن حذیفہ رض۔ صحیح بخاری باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ)؛ [۲] صحیح بخاری عن معاذ بن جبل رض کتاب الرقاق ؛ [۳] بخاری عن ابی ہریرہ رض کتاب الخلق ؛

(دشمنانِ دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا۔ تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا انہی (کی خدمت) میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو[1]۔

نصرت باہمی المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا وشبّک بین اصابعہ[2]

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں، ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے۔ پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالکر دکھایا۔ یعنی مومن اس طرح مِلے جُلے رہتے ہیں۔

مسلمان کون ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ[3]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

ایمان کا کمال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ[4]۔

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے، جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

شیرینی ایمان ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان، ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھا، وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ، وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار[5]

تین باتیں ہیں۔ جس میں یہ ہونگی۔ وہ ایمان کی حلاوت چکھ لے گا۔

(۱) خدا اور خدا کے رسُول کی محبت اُسے سب سے بڑھ کر ہو۔

(۲) کسی بھائی سے للّٰہی محبت رکھتا ہو۔ کوئی غرض شامل نہ ہو۔

(۳) کفر میں جا پڑنے کو ایسا بُرا جانتا ہو، جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

---

[1] بخاری عن عمرؓ کتاب الادب۔ [2] بخاری عن ابی موسیٰؓ (کتاب المظالم)۔ [3] بخاری عن عبد اللہ بن عمرؓ کتاب الایمان۔ [4] بخاری عن انسؓ کتاب الایمان۔ [5] بخاری عن انسؓ کتاب الایمان۔

پسندیدہ اعمال لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ فرمایا:۔

ادومہ وان اقلّ | جو عمل ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔

پھر فرمایا:۔

اکلفوا من العمل ما تطیقون | عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو، جسے بآسانی کر سکو۔[1]

اعمالِ شاقہ سے ممانعت (۱) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسّی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے، لوگوں نے کہا۔ فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اُونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو۔ کہ نشاطِ طبع قائم رہے۔[2]

(۲) بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔[3]

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے! ور دن کو برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبداللہ نے کہا ہاں۔

فلا تفعل صم وافطر۔ قم ونم فان لجسدك علیك حقًّا وان لعینك علیك حقًّا۔ وان لزوجك علیك حقًّا۔[4] | فرمایا "اب ایسا نہ کرنا۔ روزہ بھی رکھو۔ اور کچھ وقت کے لئے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لئے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔"

محنت کی تعریف، مانگنے کی برائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ..

---

[1] بخاری کتاب الرقاق؛ [2] بخاری عن انسؓ بن مالک کتاب النوافل؛ [3] بخاری عن عائشہؓ

کتاب النوافل؛ [4] بخاری عن عبداللہ ... کتاب النکاح ...

پر لایا کرے۔ تو یہ اُس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے۔ اور لوگ اُسے دے دیا کریں[۱]؎

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے فرمایا قابلِ رشک دو شخص ہیں۔ (۱) جسے خدا نے مال دیا۔ اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اُسے ملی ہو۔ (۲) جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو۔ وہ اُس پر خود عمل کرتا ہو۔ اور دوسرے کو اس کی تعلیم دیتا ہو[۲]؎

بہترین اخلاق کی تعلیم سدّدوا وقاربوا وابشروا فانہ لا یدخل احدًا الجنّۃ عملہ[۳]

راستبازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جاسکتا؎

اخلاق رذیلہ سے نہی اور اُخوّت کا حکم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانًا[۴]۔

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی ہیں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اَوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بُغض نہ رکھو۔ کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بنکر رہو۔ (جیساکہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو)؎

ہمسایہ اور مہمان کا حق من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یوذ جارہٗ ومن کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہٗ[۵]

جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ مہمان کی عزّت کیا کرے؎

---

[۱] بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ باب کسب الرجل وعملہ بیدہ؎ [۲] بخاری عن ابن مسعودؓ۔ کتاب الزکوٰۃ؎ [۳] بخاری عن عائشہؓ کتاب الرقاق؎ [۴] بخاری عن ابوہریرہؓ کتاب الفرائض۔ [۵] بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الرقاق؎

کلام اور خاموشی	من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیرًا او لیصمت[1]	جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اُسے لازم ہے بات کہے تو اچھی کہے ورنہ خاموش رہے۔
نجات کے لئے رسول کی ضمانت	من یضمن لی ما بین لحییه وما بین رجلیه اضمن له الجنة[2]۔	اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اُس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی پردہ کا جسم) تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔
صبر و شکر کی تعلیم	اذا انظر احدکم الی من فضل علیه فی المال والخلق فلینظر الی من هو اسفل منه[3]	اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حُسن میں تم سے بڑھ کر ہے۔ تو ایسے شخص کو بھی دیکھو، جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔
پہلوان کون ہے؟	لیس الشدید بالصرعة انما الشدید من یملك نفسه عند الغضب[4]	شہ زور وہ نہیں ہے۔ جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ شہ زور تو وہ ہے۔ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔
منادیانِ اسلام کا فرض	یسّرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا و تطاوعا[5]	معاذؓ بن جبل اور ابوموسٰیؓ کو نبی صلعم نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لئے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت انہیں ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے ساتھ آسانی پسند کرنا انہیں

سختی میں نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت انہیں سُنانا۔ دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مِل جُل کر رہنا۔

اثرِ محبت	المرءُ مع من احب[6]	جسے جس کے ساتھ محبت ہے وہ اُس کے ساتھ ہوگا۔

---

[1] بخاری عن ابوہریرہؓ کتاب الرقاق۔ [2] بخاری عن سہل بن سعدؓ کتاب الرقاق۔ [3] بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ کتاب الرقاق۔ [4] بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ کتاب البرّ۔ [5] بخاری کتاب البرّ والصلۃ۔
[6] بخاری عن ابن مسعودؓ۔ کتاب البرّ۔

قیدیوں۔ مسکینوں بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض[1] | اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

درخت لگانے کا ثواب اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لئے یہ صدقہ ہوگا۔[2]

حیوانات سے ہمدردی کا حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اُسے سخت پیاس لگی۔ کنواں ملا۔ کنوئیں کے اندر اُتر کر اُس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ ایک کتّا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اُس شخص نے کہا۔ کتے کو بھی پیاس لگی ہے۔ جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا۔ اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔

صحابہؓ نے یہ سنکر دریافت کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کیا حیوانات کے لئے بھی ہم کو اجر ملے گا۔[3]

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ہر ایک جاندار (جس کے کلیجہ میں نم ہے۔ (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر من کانت لہ جاریۃ فعلمھا واحسن الیھا ثم اعتقھا وتزوجھا کان لہ اجران[4] | اگر کسی کے پاس لونڈی ہو تو وہ اُسے علم سکھائے۔ اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کر دے، پھر اُسے بیوی بنالے۔ تب اُس شخص کو دو چند اجر ملے گا۔

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر اصیب عبد اللہ وترک جواری صغاراً فزوجت ثیباً | عبد اللہ مر گیا ہے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے اس لئے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا کہ

---

[1] بخاری عن انسؓ کتاب الادب۔ [2] بخاری عن انسؓ کتاب الادب۔ [3] بخاری عن ابی ہریرہ رضؓ کتاب الآباء علی الطریق۔ [4] بخاری عن ابی موسیٰؓ باب من ادب جاریۃ و علّمھا۔ کتاب العتق۔

تعلمهن وتوء وبهن[۱] — وہ انہیں علم وادب سکھائے۔

منافق کون ہے؟ چار خصلتیں ہیں جس شخص کے اندر ہوں وہ منافق ہے۔ اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے۔ تو نفاق کی ایک علامت اُسکے اندر ہے (۱) بولے تو جھوٹ بولے۔ (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے (۴) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے[۲]۔

مہاجر کون ہے؟ والمهاجرين هجر ما نهى الله عزوجل منه[۳] — خدا کی راہ میں ہجرت کرنیوالا وہ شخص ہے جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایہ ربّانی کن لوگوں پر ہوگا: (۱) بادشاہ عادل۔

(۲) وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔

(۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا ہو۔ اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔

(۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

(۵) وہ دونوں شخص جن کی محبّت للّٰہیت پر ہو۔

(۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بُلائے۔ اور وہ کہدے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو، اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں۔ کہ دائیں نے کیا دیا۔

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لیگا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا[۴]۔

بادشاہ کی اطاعت کا حکم — مَنْ كَرِهَ مِنْ — اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے، تو

[۱] قول جابر پیش رسول صلعم بخاری باب الشفاعۃ۔ [۲] و [۳] بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ [۴] بخاری عن ابی ہریرہؓ

امیرہ شیئًا فلیصبر علیہ فانہ من خرج من طاعۃ السلطان شبرًا مات میتۃ جاھلیۃ[1]

اُسے لازم ہے کہ صبر کرے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا۔ اُسے وہ موت نصیب ہوگی۔ جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔

(۲) انکم سترون بعدی اثری وامورًا تنکرونھا قالوا فما تأمرنا یا رسول اللہ۔ قال ادّوا الیھم حقھم وسلو اللہ حقکم[2]

تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے، جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہؓ نے پوچھا ایسی حالت کے لیے حضورؐ کا کیا حکم ہے فرمایا تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا۔ اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا۔

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا	فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم[3]

تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے	فاخبروہ ان الناس قد

طیّبوا واذنوا[4]

سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں۔ اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دے دی ہے۔

غیر مسلم۔ زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت	من قتل معاھدًا لم یرح رائحۃ الجنۃ

وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عامًا[5]۔

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کریگا۔ تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

---

[1] بخاری عن ابن عباسؓ کتاب الفتنہ۔ [2] بخاری عن ابن مسعودؓ۔ کتاب الفتنہ۔ [3] بخاری عن سور بن مخرمہ کتاب الاحکام (دربارۂ طے شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن)۔ [4] بخاری عن مسعودؓ (جنگ ہوازن)۔ [5] بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ۔ کتاب الجزیہ۔

زلیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنین احدکم الموت۔ اما محسنًا فلعلہ ان یزداد خیرا و ما مسیئًا فلعلہ ان یستعتب[1]

کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے اگر نیک ہے تو اس لئے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے۔ اور اگر بد ہے، تو اس لئے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون منہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ[2]

دو نعمتیں ہیں۔ جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ نعمتیں (۱) تندرستی، (۲) فراخ دستی ہیں۔

ادائے قرضہ کی فضیلت

ان خیارکم احسنکم قضاءً[3]

ایک شخص کا نبی صلعم کو اُونٹ دینا تھا۔ وہ تقاضا کرنے آیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے اُونٹ سے بہتر اُونٹ خرید کر اُسے دیدیا اور لوگوں سے فرمایا، نیک بر تر وہ شخص ہے۔ جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

دولتمندی کی تعریف

لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس[4]

دولتمندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہو غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

مساواتِ عامہ

لا فضل العرابی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوی[5]

عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف "خدا ترسی" ہے۔

رحم عامہ

من لا یرحم

جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔ اُس پر بھی رحم

---

[1] بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ کتاب الطب۔ [2] بخاری عن ابن عباسؓ۔ کتاب الرقاق۔
[3] عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الاستقراض۔ [4] عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الرقاق۔
[5] زاد المعاد۔ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵۔

لَا یُرْحَمُ[1]:

نہیں کیا جائے گا:

وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	ان تدع انت ورثتک اغنیاء خیر امن ان

تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم[2]

یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ مرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ تہیدست ہو۔ اور لوگوں کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا رہے:

عورتوں کی مثال اور اُن سے گزران کی ہدایت	المرأۃ کالضّلع ان اقمتھا کسرتھا

وانِ استمتعتَ بھا استمتعت بھا و فیھا عوج[3]۔

عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دیگی:

عورت کا درجہ گھر میں	المرأۃ راعیۃ

علی بیت زوجھا وولدہ[4]

عورت اپنے شوہر کے گھر میں، اور اولاد پر حکمران ہے:

ماہر قرآن کا درجہ	الماھر بالقراٰن

مع السفرۃ الکرام البررۃ[5]

قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ، نکوکار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا:

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام	کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان

علی اللسان ثقیلتان فی المیزان،

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم[6]

دو بول ہیں۔ جو رحمٰن کو پیارے ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں۔ میزانِ اعمال میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں:۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔"

---

۵۱ صحیح بخاری عن جریر بن عبداللہؓ ۵۲ عن سعدؓ بن ابی وقاص۔ صحیح بخاری۔ کتاب الوصایا؛
۵۳ صحیح بخاری۔ ۵۴ عن ابن عمرؓ صحیح بخاری؛ ۵۵ صحیح بخاری تعلیقاً (کتاب التوحید)
۵۶ عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری خاتمہ کتاب صحیح۔

قرآن مجید

ہمارے سیّد مولیٰ نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اُسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیاتِ قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے۔ کیونکہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا۔ وہ کتاب بے حد نامکمل ہے۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیسے تھے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ قرآن آنحضرتؐ کا خلق ہے؛

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ رب العٰلمین کا کلام ہے۔ لیکن اہلِ عالم کو اس کلام ربّانی سے روشناس و ماہر نبی صلے اللہ علیہ وسلّم ہی نے کرایا ہے؛

یہ پاک کلام تیئیس سال کی مُدّت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوا۔ یہ اُنہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھ کر سنائے تھے؛

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں؛

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اُس وقت سے لیکر۔ جب اُسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ (اُم المومنین) نے سُنا۔ لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے

والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنیوالوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لئے روک نہیں بن سکے؛

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اسکے ترجمے غلط کئے گئے۔ اسکی سچی، صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے۔ لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی۔ اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی؛

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہؤا۔ اُسی میں ابتک نُور گستر ہے۔ اور ایک عالم اسکی روشنی سے منوّر ہے۔ لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند اس وصف سے عاری ہیں جس زبان میں وہ اُتری تھیں۔ آج دنیا پر اُس زبان کا اور اُس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں؛

قرآن مجید اُن سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کئے گئے۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید اپنے لئے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے جس میں تصویر کے ہر دو رُخ دکھا دیئے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہؤا؛

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لئے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اُسے علی الاعلان نہیں مانا۔ اُنہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں۔ اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعوٰے کیا ہے

صدق اللہ تعالیٰ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ میرے فقرہ کا مطلب آپ پر واضح ہو جائیگا۔ جب آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بُدھ مت اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے۔ اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائینگے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے۔ کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا، یا نہیں ؟

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیانِ برہمو سماج کا حال ہے یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں ؟

خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے۔ لے رہے ہیں۔ اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علیٰ رغم انف) مجبور ہے۔ کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کی بشارت سُناتا ہے ؟

میں نے آیات کیساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھدیا ہے اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیونکہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وَمَا توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ؟ مسلمان براہِ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے ؟

الٰہیّات

(الف) ذات خداوندی کا عرفان

(۱) بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ؎

(۲) لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (انعام ع ۱۳)

(۳) لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر (شوریٰ ع ۲)

(۴) اللّٰہ ولی الّذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور (البقرہ)

(۵) اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو الحیّ القیوم لا تاخذہٗ سنۃٌ ولا نوم لہٗ ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوات والارض ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلیّ العظیم (البقرہ)

(۱) اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے ؎

(۲) حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے ؎

(۳) کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے ؎

(۴) اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے۔ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے ؎

(۵) خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اُسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ اُسی کا ہے۔ جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اس کے اذن کے بغیر اُس کے پاس شفاعت کر سکے۔ وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے۔ اور لوگ اسکے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں۔ جتنا وہ چاہے۔ اسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اُسے آسمانوں اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا۔ وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے ؎

(۶) کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ

(۷) قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد

(ب) سچے دین کی تعریف

(۱) "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون" (روم ۴)

(۲) صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (بقرہ ع ۱۶)

(۳) شرع لکم من الدین ما وصّی بھا نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (شوری ۲)

(ج) بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (حج ع ۵)

(د) شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے؛

(۱) ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم ولعلکم تشکرون (مائدہ ع ۲)

(۶) تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے؛

(۷) وہ خدا، ایک یکتا، سب کا سید و آقا ہے، کوئی اس کا فرزند نہیں، وہ کسی کا فرزند نہیں، اور کوئی بھی اسکے برابر کا نہیں؛

(۱) یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتا۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

(۲) اللہ کا رنگ چڑھانا ہے، ہاں اللہ سے بڑھکر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے؛

(۳) خدا نے تمہارے لئے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا گیا! اور پھر محمدؐ پر اس کی وحی بھیجی۔ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو بھی اُسی کا حکم دیا تھا۔ کہ دین پر سیدھے چلو۔ اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو؛

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہنچتا۔ خدا کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری پہنچتی ہے؛

(۱) اللہ کا یہ ارادہ نہیں۔ کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے۔ اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے۔ تاکہ تم شکر کیا کرو؛

(۲) ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر (عنکبوت ع ۵)

(۲) نماز فحش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھ کر ہے۔

(۸) نبی کے فرائض

(۱) ارسلنا فیکم رسولاً منکم۔ یتلوا علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرہ ع ۱۸)

(۱) ہم نے تمہارے پاس رسول کو بھیجا۔ جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاق رذیلہ سے) تم کو پاک کرتا۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

(۲) یأمرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت۔ ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (اعراف ع ۱۹)

(۲) نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا۔ اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا۔ اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لئے حلال ٹھیراتا ہے! ورناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھیراتا بوجھ اُن سے دُور کر دیتا اور طوق اُن کے نکال دیتا ہے۔

(۹) اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دیجاتی ہے ور موت کے بعد بھی

(۱) لوان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون (اعراف ع ۱۲)

(۱) اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے۔ اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُن پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے۔ اس لئے ہم نے اُن پر اُن کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔

(۲) ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم (مائدہ ع ۱۹)

(۲) اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل پر اور اس تعلیم پر جو اُن پر نازل کی گئی تھی۔ قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (زمین اور آسمان کی برکتیں اُنکے ساتھ ہوتیں)۔

(۳) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت

(۳) جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی

ایدیکم ویعفوا عن کثیر (شوریٰ ع ۴)

ہوئی ہے اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے؛

(۴) فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون (سجدہ ع ۲)

(۴) کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں - جن سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائینگی - یہ بدلہ اُنکے اعمال کا ہے۔

(ز) سنن اللٰہیہ میں تبدیلی نہیں

(۱) فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(۱) سُنّت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا؛

(۲) ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا (فاطر ع ۵)

(۲) سنت الٰہی میں ایر پھیر کی گنجائش نہیں؛

(۳) ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل تری من فطور۔ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیر (ملک ع ۱)

(۳) خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئیگا؛ ذرا آنکھ اُٹھا کر تو دیکھ، کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے - پھر آنکھ اُٹھا کر اور بار بار دیکھ - تیری نظر تھک کر ناکام ہو کر لوٹ آئے گی؛

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کیلئے مُثمر بنتی ہے

(۱) لیس للانسان الا ما سعی (النجم ع ۱)

(۱) انسان کو وہی ملتا ہے - جو اس نے سعی کی ہے؛

(۲) وکان سعیکم مشکورا (دہر ع ۱)

(۲) تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی؛

(۳) تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم (بقرہ ع ۱۶)

وہ اُمت گذر چکی ہے جو کچھ اُس نے کمایا تھا۔ اُسے ملے گا - جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملے گا؛

صبر اور پرہیزگاری کا درجہ

وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور؛

اگر تم صبر کرو - اور پرہیزگاری رکھو - تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے؛

حکمت اور دانش کا درجہ

ومن یوتی

اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا - اُسے نہایت

الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔

صبر کا ثمرہ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔ (سجدہ ع ۳)

قطع طمع ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم۔

دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا ولا تنس نصیبک من الدنیا (قصص ع ۸)

تہلکہ سے بچنا ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ (النحل ع ۱۴)

قطعی حرام چیزیں قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن و الاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون (الاعراف ع ۴)

خدا کی عبادت آلہی بپتسمہ ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ

سعادتمندی حاصل ہوئی ؎

جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا۔ تو ہم نے اُن میں ایسے مقتدا اٹھے قوم کئے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے ؎

کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اسکی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ ؎

اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آکر اپنے بہرۂ نجات کو فراموش نہ کر ؎

اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو ؎

جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں۔ جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے ؎

اے محمدؐ سُنا دیجئے، کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں (۲) اور گناہ کو (۳) اور ناحق بغاوت کو (۴) اور خدا کیساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے ؎

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم

عابدون (البقرع ۲۱)	تو اسی کی عبادت کرتے ہیں ؛
تحریر و انشا دانی کی تعریف — والقلم وما یسطرون	بہ قلم اور اسکے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں ؛
ارباب عقل و دانش کے لئے آلہی نشانات — ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر وما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون (البقرع ۲)	زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اُسکے ذریعے سے از سر نو زندگی بخشنے، زمین میں ہر قسم کے جانور پیدا کرکے پراگندہ کر دینے، مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اور اُن بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں بے شک عقلمندوں کے لئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں ؛
قسم کھانے کی ممانعت — (۱) ولا تطع کل حلاف مہین (قلم ع ۱)	(۱) تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان، جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ؛
(۲) ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم (بقرہ ع ۲۸)	(۲) خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ ؛
(۳) واحفظوا ایمانکم (مائدہ ع ۱۲)	(۳) قسموں کی نگہداشت کیا کرو ؛
صلح کلی کی دعوت — یا ایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین (البقرہ ع ۲۸)	ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھُلا دشمن ہے ؛
اصلاح باہمی کا حکم — وتصلحوا بین الناس (بقرہ ع ۲۸)	لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو ؛

واصلحوا ذات بینکم (انفال ع ۱)

| عفو و درگذر کی تعلیم |

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (النور ع ۳)

| سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے |

سنریہم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق۔ (حم سجدہ ع ۶)

آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

لازم ہے کہ معافی دو اور درگذر کرو، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے۔

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطرافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور خود ان کی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھائیں گے۔ اور بالآخر اُن کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اُصول

| (۱) حاکمانِ عدالت کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے |

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین ففہمناہا سلیمان وکلا اٰتینا حکما وعلما (انبیاء)

(۱) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجئے، جب وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے جسمیں رات کے وقت اُن کی قوم کی بکریاں چر گئی تھیں۔ اور ہم انکے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

| (۲) نقضِ امن کی ممانعت |

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ (اعراف ع ۳)

(۲) کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

| (۳) ظلم باعثِ زوال ہے |

وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشانا بعدھا

(۳) کتنے شہروں کو ہم نے اُن کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا، اور اُن کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم

قومًا اٰخرین (انبیاء ع ۲)

ان کی بجائے پیدا کر دی ؛

(۴) نکوکاری باعثِ قیام ہے | وما کان ربك لیهلك القریٰ بظلم و اهلها مصلحون (هود ع ۱۰)

(۴) ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو اُن کے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے ؛

(۵) جنگ کیلئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے | واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوّ الله وعدوّکم۔ (انفال آیۃ ۶۰)

(۵) جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادۂ پیکار رکھو۔ جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو، جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں ؛

(۶) ارکانِ دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا | (۱) وشاورهم فی الامر (آل عمران ع ۷)

(۱) حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو ؛

(۲) وامرهم شوریٰ بینهم (شوریٰ ع ۴)

(۲) مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے ؛

(۳) یایها الملاء افتونی فی امری ما کنت قاطعة امرًا حتیٰ تشهدون (نمل ع ۳)

(۳) اے سردارو، میری حکومت میں تم مجھے فتویٰ دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے ؛

تعلیم و تعلّم

(۱) علم و حکمت کی باتوں کا سننا، انپر غور کرنا، بہترین صورت کو اختیار کرنا | فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه

(۱) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم، میرے اُن بندوں کو بشارت سُنا دیجئے۔ جو (علم و حکمت کی) گفتار کو سنتے، اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اُس کی پیروی

اولئك الذين هدىهم الله واولئك هم اولوا الالباب (زمر ع ۲)

کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی۔ اور یہی لوگ کھرے عقلمند ہیں؛

(۲) غیر اقوام سے علم اخذ کرنا — هل عندكم من علم فتخرجوه لنا (انعام ع ۱۸)

(۲) کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے۔ پس اُسے ہمارے لئے ظاہر کرو؛

نظام تبلیغ دین

(۱) دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے — ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون (آل عمران ع ۱۱)

(۱) تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہئیے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے۔ اور برے کاموں سے منع کرے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے؛

(۲) ہر ایک قوم کا شخص اعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے — فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (توبہ ع ۱۵)

(۲) ہر ایک فرقہ (قوم) میں سے ایک گروہ اس غرض کیلئے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں، اور جب فارغ التحصیل ہوں، تو اپنی قوم کی ہمدردی کر کے انہیں خدا کی نارضامندی کی باتوں سے ڈرائیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی؛

تہذیب اخلاق

(۱) جنسِ اناث کی تعریف — من ينشأ في الحلية وهو في الخصام غير مبين (زخرف ع ۲)

(۱) آرائش و زیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے؛

(۲) میاں بیوی کی تعریف هن لباس لکم وانتم لباس لهن (بقرہ ع ۲۳)	(۲) بیویاں اپنے شوہروں کے لئے اور شوہر اپنی بیویوں کے لئے لباس ہیں ؎

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا، لباس انسان کے حسن وجمال کو ترقی دیتا۔ لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ وہ گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں۔ ایک دوسرے کا حُسن وجمال باہمی اُلفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے رازدار ہوں ؎

خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة (الروم ع ۳)	خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو۔ اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا ؎
(۳) میاں بیوی کے حقوق (۱) الرجال قوامون على النساء (نساء ع ۶)	(۱) مرد عورتوں پر نگران ہیں ؎
(۲) ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة (بقرہ ع ۲۸)	(۲) عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں۔ اور مردوں کو اُن پر درجہ ہے ؎
(۴) کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں والذين امنوا اشد حبا لله (بقرہ ع ۲۰)	مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں ؎

(۵) بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں	یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین	

اوتوا العلم درجات (المجادلہ ع ۲)

خدا تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔ درجے اور رُتبے بلند فرماتا ہے؛

بر و بحر پر تسلط، بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کیوجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے	ولقد کرمنا بنی اٰدم وحملنٰھم فی البر والبحر

ورزقنٰھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفصیلاً ۹ (بنی اسرائیل ۷)

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کر کے پھرایا۔ (خشکی و تری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے) اور الوانِ نعمت سے اُن کا رزق مقرر کیا۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو شرف بخشا؛

انسان کا اشرف ہونا ہی ردّ شرک کی دلیل ہے	قال اغیر اللہ ابغیکم الٰھا وھو

فضلکم علی العالمین (اعراف ع ۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے لئے اور معبود ڈھونڈ لاؤں ؟ حالانکہ اُس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے؛

انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے	یاویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل ھذا

الغراب فاواری سوأۃ اخی فاصبح من النادمین؛

اے کاش۔ مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھ کر اُسے سخت ندامت ہوئی؛

دیکھنے والے کیلئے ہر چیز میں ایک نشان ہے	وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض

یمرون علیھا وھم عنھا معرضون؛

زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں۔ جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں؛

سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے	افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم

انہوں نے اطرافِ عالم میں سیاحت کیوں نہ کی۔ جس سے اُن کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے

قلوب یعقلون بہا او اذان یسمعون بہا (۲۲ ع ۶)

اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (ج ع ٦)

شنوا حاصل ہوتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں

یایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن (۲-۱۶۸)

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیائ خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔

حلال طیب چیزوں کا ترکِ استعمال شیطانی کام ہے

کلوا مما فی الارض حلالاً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (۲-۱۶۸)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔

بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

ومن کان فی ہذہٖ اعمی فہو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا۔

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا۔ تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزل پا سکتے ہیں

ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران ع ۱۴)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو، اور رنجیدہ نہ بنو۔ تم ہی سب سے برتر ہوگے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

تمدّن

اس چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا لازمۂ حیات ہے میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول کا پابند ہونا

(۱) و ما من

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اُڑنے والا پرندہ نہیں ہے۔ جن کی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں۔

دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ ثم الیٰ ربہم یحشرون (۶-۳۸)

ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

۲۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا (۲-۲۹)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لئے رُوئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔

۳۔ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

کل یعمل علیٰ شاکلتہ (۱)

(۱) ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

(۲) الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب (حج ع ۲)

(۲) کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت حیوان اور انسان کا بڑا حصہ خدا کا فرمانبردار (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھیرا۔

(۳) فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ۔

(۳) جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا۔ اور پرہیزگاری بھی کی۔ اور (خدا کے بہترین وعدوں) کی تصدیق کی۔ اس کو ہم نہایت آسانی کیساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر، فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے "الدین یسیر" نہایت آسان طریقہ ہے) چلائیں گے۔ لیکن (بہ خلاف اس کے) جس نے بخل ورزی کی۔ اور اپنے آپ کو (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا۔ اور (خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا۔ تو اس کے لئے (ترکِ معونت و توفیق کر کے اور اپنی عنایت سے اُسکو محروم کر کے) وہی دشوار طریقہ (جو درحقیقت بہ سبب خلاف فطرت صحیح ہونے کے

نہایت دشوار ہے۔ بباعث ترک کرنے لطف وعنایت کے) آسان کردینگے ؛

۴۔ سیاست مدن سکے قیام اور انتظام کے لئے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقاء قیام اور دوام انتظام کے لئے ذمہ دار ہونا	وھوالذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اٰتاکم۔ ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم (انعام ع ۲۰)	خدا وہ ذاتِ کبریا ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کے لئے) اپنا خلیفہ بنایا۔ (یعنی ودائع قدرت ظاہر کرنے کے لئے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا۔ اور حسنِ انتظام کے لئے تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دیئے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے۔ (کہ تم اُن بالقوہ کمالات کو معرض ظہور میں لاکر اپنے آپکو خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو منسوخ کر کے اسفل السافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو) ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے! اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔"
۵) مساواتِ حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید	ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان و اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان؛ (الرحمٰن ع ۱)	اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط وتفریط) نہ کرو! ورانصاف کیساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو ؛
۶۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیرخواہ ہے	کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران ع ۱۲)	تم لوگ (اے اُمتِ محمدیہ) باقی لوگوں کیلئے ایک بہترین قوم صفحہ ہستی پر لائے گئے ہو (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع وفطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرنے اور (خدا کی ذات وصفات) پر یقین کامل رکھتے ہو؛

۷۔ اخوت کی بنیاد	انما المومنون اخوۃ (الحجرات ع ۱)	تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں ؛
۸۔ مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے	ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما (نساء ع ۱)	اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لئے قوام زندگی بنائے ہیں۔ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو ؛
۹۔ فقر و تنگدستی کی برائی	الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ واللہ واسع علیم (بقرہ ع ۳۷)	شیطان تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بنا پر) تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے۔ (بہ خلاف اسکے) خدا تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے) اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے ؛
۱۰۔ اسراف کی برائی۔ بخل کا نہ ہونا بڑی بہبود ہے	ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون (۶۴-۱۶)	جن کو جبلّی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا۔ وہی (آخرت میں) کامیاب ہونگے ؛
۱۱۔ میانہ روی۔ رحمٰن کے بندے بخیل و مُسرف نہیں ہوتے ؛	والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (الفرقان ع ۵)	خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں۔ بلکہ (میانہ روی کرکے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں ؛
۱۲۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے ؛	والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس، (۲-۱۶۳)	اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں ؛

اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں؛

وما عند اللہ خیر و ابقٰی للذین اٰمنوا الخ (الشوریٰ ع ۴)

بہتر اور باقی رہنے والا اجر اُن لوگوں کے لئے ہے (۱) جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر توکّل رکھتے ہیں۔ (۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں، بیحیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں (۳) اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو درگذر کیا کرتے ہیں۔ (۴) اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (۵) اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ (۶) اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے۔ (۷) اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں خرچ کرتے ہیں۔ (۸) اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں! ور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ (۹) ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے! ور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے۔ اللہ تو ظلم کرنیوالوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (۱۰) (تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اُس پر کچھ الزام نہیں۔ (۱۱) الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو نسلِ انسان پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۲) جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا۔ اُسے معاف کر دیتا ہے۔ تو یہ بات بڑی بلند ہمّت کی ہے؛ (تمام شد)

سُبْحَانَ اللہِ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

قصیدہ در نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

دلم ز سینہ ربود آن جمالِ نورانی | کہ حسن را بہ تماشائی اوست حیرانی

جمالِ معنی و زین کمال و حسنِ جلال | مطارِ خلق و ضیائی جہانِ ظلمانی

محمدؐ اسم و حبیبِ الٰہ و خواجۂ کل | نویدِ رحمت و پیمانِ عفوِ یزدانی

گزید فقر کہ فرمانروائے ملکِ ابد | بہشتِ خاک ندارد ہوائے سلطانی

نبوت ست یکے قصۂ آسمان پایہ | کہ ہم متمّمِ او، آمدی و ہم بانی

عرب بچاہِ جہالت فتادہ بود بسر | بسر گرفت ز تو افسرِ ہمہ دانی

نمیرد آنکہ ز جامِ ولای تو نوشد | کجاست مائلِ ظلماتِ شاہِ یونانی

بہ نزلِ عام تو مہماں نشستہ صد عالم | عجب تر آنکہ بعالم نزیل و مہمانی

در نجات کشودی بروئے احمر و اسود | گہے کہ بست بر ایشاں یہود و نصرانی

حدیثِ پاک تو آں جامع الکلم کہ ازو | رسد بفوز چہ یونانی و چہ سودانی

جہاں شنید ز فمّ تو آں کلامِ خدا | کہ دادہ بود بخضر و کلیمؑ عمرانی

بداں جناب کہ جبریلؑ را نہ پرد پر | تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی

دلت گواہ بصدقِ نظارہ حشمت | نگاہِ پاک تو بینائے صنعِ رحمانی

توئی کہ از تو تمدّن روانِ تازہ گرفت | توئی کہ کندہ ز عالم بنای رہبانی

توئی کہ نام نہی خمر را مخمرِ عقل | توئی کہ امّ خبائث شرابِ ارغوانی

توئی که صدقِ همه راستاں پدید کنی — توئی که عظمتِ پیشینیاں درخشانی
ز تو مبرهن و روشن تقوّمِ مرداں — ز تو معیّن و محکم حقوقِ نسوانی
فتوت تو امّت را دهد ثقات لقب — ز شوکتِ تو موالی کنند سُلطانی
تو عذر خواه شوی بهرِ قوم از رحمن — ز سنگ چوں شکنند قوم دُرِّ دندانی
تو قاتلانِ عَم و دُخت را نمائی عفو — بپاسِ خاطرِ ایمانی و مسلمانی
پئے هلاکِ جفا پیشگاں رضا ندهی — که نسلِ شاں مگر آید بدین دیّانی
زعدل و رحم تو صد بهره یافتند اعدا — بحرب ها که نمودند جمع خذلانی
دو شاهد اند مرا خیبر و حنین که تو — دهی بجود هر آنچه بفتح بستانی
بزور و کوششِ افواج هیچ حاجت نیست — ترا که فتحِ مبین شد بلاغِ قرآنی
خدا یکے و پیامش بسوئے خلق یکے — تو خلق را بسوئے آں پیام میخوانی
تو بابِ سلم کشائی بروئے دشمن و دوست — تو دوستی بدل دشمناں بپالانی
یتیمیِ تو تسلّی ست مر یتامیٰ را — که به ز مهرِ پدر هست عونِ ربّانی
تو عبد خوانده شدی و رموز داں دانست — که برتر ست عبودیت از سلیمانی
تو آفتابی و از حمد سر برآورده — تو ماه و بر فلکِ مجد نور افشانی
فزوں ترا ز تو کسے را نه حمد گفت جهاں — نه برتر از تو کسے گفت حمدِ ربّانی
ترا محمدؐ و احمدؐ ازیں خواند زماں — حمید باشد و محمود ذاتِ سبحانی
بما رؤف و رحیمی، خدا رؤف و رحیم — دگر چه سود که گویم سخن بنادانی
تو رحمتی و جهاں آفرینِ ما رحماں — هزار شکر رسیدم بگنجِ پنهانی
سخن ز واجب و ممکن نه از ادب باشد — طفیلِ تست همه کارگاهِ امکانی

ز استعارہ و تشبیہ بس بلند ستی | بہ بے مثالیٔ خود ہم بخویش میہمانی
چہ خوش بشانِ تو صدیق گفت و گوہر سُفت | کہ کرد روئے تو بر دعوئی تو بُرہانی
مُبلّغانِ تو دادند ایں پیام بخلق | کہ نُصحِ خلق بود لازمِ مسلمانی
مُبشّرانِ تو دادند ایں نوید بما | کہ کارِ دیں ہمہ تبشیر ہست و آسانی
طفیل تست کہ بعد از ہزار قرنِ مدید | بگوش عالمیان شد نوید ارزانی
کہ دین یافت کمال و تمام شد نعمت | گزید نوعِ بشر را رضائے دیّانی
صلوٰۃ بر تو خدائے و فرشتگان خوانند | کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
گزارشے ست الٰہی مرا بدرگاہست | اُمید ہست کہ از لطف رد نہ گردانی
دمے کہ روح مجرّد شود ز پیکر خاک | دمے کہ مرگ نماید بدردِ درمانی
دراں مغاک کہ تنگ ست و تار چوں دلِ من | جمال او بنمائی چو صبح نورانی
بہارِ تازہ بچشمِ فرشتگان بخشی | مرا ز تنگیٔ گور و سوالِ برہانی

سمی فارس صد قم عطا بفرمائی
یک از ہزار من نیز صدقِ سلمانی

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان
ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ۔ مرحوم و مغفور
منصور پوری
علاقہ ریاست پٹیالہ

گلبہی پرنٹنگ پریس بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں باہتمام ایم محمد فاضل منیجر چھپوا کر شیخ نیاز احمد صاحب پبلشر نے کشمیری بازار لاہور سے شائع کی